وفا کے قرینے

نام کتاب: وفا کے قرینے

مرتبہ: لجنہ اماء اللہ پاکستان

طبع اوّل: 500

تاریخ اشاعت: اگست 2009ء

ٹائیٹل ڈیزائن: مکرم ہادی علی صاحب، کینیڈا

مطبع: بلیک ایرو پرنٹرز، لاہور

پیش لفظ

یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کے اس بابرکت موقع پر لجنہ اماء اللہ پاکستان نظامِ خلافت کے بارہ میں اپنے بزرگ اور نوجوان شاعروں کی نظمیں کتابی شکل میں مرتب کرنے کی توفیق پا رہی ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

اس کتاب میں شامل نظموں میں شعرائے کرام نے پانچوں ادوارِ خلافت میں ہونے والی جماعتی ترقیات، احمدیت کے خلفائے کرام کے زرّیں کارنامے اور ان کی سیرت کے پاکیزہ پہلوؤں کو بہت حسین اور دلنشیں پیرائے میں اجاگر کیا ہے۔ دعا ہے کہ ہم اور ہماری آنے والی نسلیں اس سے بھرپور فیض حاصل کریں۔ خدا کرے کہ یہ پاکیزہ اشعار دل کی گہرائیوں میں اتر کر خلافت سے وفا، اطاعت اور محبت کے جذبوں کو جگانے والے ہوں۔

جب یہ کام شروع کیا گیا تو ادوارِ خلافت سے متعلق مواد اسقدر تھا کہ تمام کو شامل کرنا ناممکن تھا اس لئے اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا کہ بلحاظِ شاعری بہترین انتخاب ہو اور بزرگ شعراء و عصرِ حاضر کے بیشتر شعراءِ کرام

کی نمائندگی بھی ہو جائے۔اس سلسلہ میں لجنہ اماء اللہ پاکستان خصوصی طور پر محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ سابق صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان اور مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ کی شکر گزار ہے۔ڈاکٹر صاحبہ موصوفہ نے نظموں کے انتخاب کے پہلے مرحلے پر ہماری معاونت فرمائی اور محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ نے کتاب کے اختتامی مراحل تک اپنی قیمتی آراء سے نوازا نیز اس کتاب کی نوک پلک سنوارنے میں بھی ہماری راہنمائی فرمائی۔ فجز اھما اللہ احسن الجزاء

خلافتِ اولیٰ

خلافتِ ثانیہ

خلافتِ ثالثہ

خلافتِ رابعہ

خلافتِ خامسہ

خلافتِ اولیٰ

چہ خوش بُودے اگر ہریک زاُمّت نوردیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دِل پُر از نُورِ یقیں بُودے

نوٹ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے اخلاص و وفا کے بارے میں اپنی کتاب ’نشانِ آسمانی ‘ میں فرماتے ہیں:۔

’’مولوی حکیم نوردین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفتِ ایثار اور للہ شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی اسلام میں عجیب شان رکھتے ہیں، کثرتِ مال کے ساتھ کُچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا، مگر خود بھُوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولےٰ میں اُٹھا دینا اور اپنے لئے دُنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا اُن میں جن کے دِلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے مولوی صاحب موصوف اب تک تین ہزار روپیہ کے قریب للہ اِس عاجز کو دے چکے ہیں اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں، اگرچہ یہ طریق دُنیا اور معاشرت کے اصولوں کے مخالف ہے مگر جو شخص خدائے تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر اور دین اسلام کو ایک سچا اور منجانب اللہ دین سمجھ کر اور با ایں ہمہ اپنے زمانہ کے امام کو بھی شناخت کر کے اللہ جلّشانہٗ اور رسول اللہ صلعم اور قرآن کریم کی محبت اور عشق میں فانی ہو کر محض اعلاءِ کلمہ اسلام کے لئے اپنے مال حلال اور طیّب کو اِس راہ میں فدا کرتا ہے اس کا جو عنداللہ قدر ہے وُہ ظاہر ہے۔

اللہ جلّشانہٗ فرماتا ہے لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا ممّا تحبّون

خُدا سے وُہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار

اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دِلدار ہوتا ہے کب

اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دِل میں کہ ہیں نابکار

لگاتے ہیں دِل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے

خدا تعالیٰ اِس خصلت اور ہمّت کے آدمی اِس امّت میں زیادہ سے زیادہ کرے آمین ثم آمین۔

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زاُمّت نورِ دیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دِل پُر از نُورِ یقیں بُودے‘‘

★ ★ ★ ★ ★

ہم میں دنیا کی ملونی ، اس میں ہے نور و ضیا

حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہٗ

وہ خلیفہ مجھ کو بخشا جس کی سیرت نیک ہے
جو اشاعت دین کی کرتا ہے ہم میں دائما

حامیٔ سنت ہے جو اور حافظِ قرآن ہے
حاجیٔ حرمین ہے امت کا جو ہے رہنما

عابد و زاہد ہے ہم میں ہے مگر ہم سا نہیں
ہم میں دنیا کی ملونی اس میں ہے نور و ضیا

ناصرؔ بیکس کی ہے یارب یہی تجھ سے دُعا
آجکل بیمار ہے وہ اس کو دے جلدی شفا

رحم کرتا ہے وہ سب پر تو بھی اس پر رحم کر
وہ دوا کرتا ہے لوگوں کی تو کر اس کی دوا

وہ کرم کرتا ہے خلقت پر تو کر اس پر کرم
کیونکہ ہے تو سب سے بڑھ کر باحیا و باوفا

کر ہمیں تو با مراد اور ان کو کر دے نامراد
اپنے نور الدین کو دے دے مرے مولیٰ شفا

عرض بندہ کر چکا مولیٰ کرے اس کو قبول
دوستو ! آمیں کہو ناصر کی تم سُن کر دعا

صبح کے دس منٹ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے مزار پُر انوار پر

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحبؓ

آپ اے امیر المؤمنیں آپ اے امامِ متقیں
ہر وقت ہم کو یاد ہو بھولے نہیں بھولے نہیں

اسلام کے ماہِ مبیں اے آفتابِ علم و دیں
کیوں چھپ گئے زیرِ زمیں چمکو بانوارِ یقیں

بے چین ہے پہلو میں دل جانِ حزیں ہے مضمحل
سینہ پر اپنے رکھ کے سل رہتے ہیں ہم اندوہگیں

نالائقی اُس قوم کی کچھ بھی نہ جس نے قدر کی
وہ رسمِ الفت چھوڑ دی باہم بڑھایا بغض و کیں

اُف کیا کہوں کیا ہو گیا جو مال تھا وہ کھو گیا
بیدار ہو کر سو گیا یہ مجمعِ اخوانِ دیں

یا رب یہ کیا اندھیر ہے قسمت کا کیسا پھیر ہے
تیرے کرم کی دیر ہے ہاں بات تو کچھ بھی نہیں

اے کاش وہ سوچیں کبھی آیا تھا ہم میں اک نبی
اُس نے ہمیں تعلیم دی مل کر کریں خدماتِ دیں

جوں دانۂ تسبیح ہم ، ہوں ایک رشتے میں بہم
جاتے رہیں سب غم و ہم ، خوشیاں منائیں ہم یہیں

اک دوسرے پر جان دیں منوائیں کچھ، کچھ مان لیں
اور صدقِ دل سے جان لیں چارہ بغیر اس کے نہیں

ہو اک امام و مقتدا ، محمود احمد میرزا
ہر دلعزیز و پارسا ، عالم باعمالِ متیں

فاروق ہے سرگرم ہے ، دل کا نہایت نرم ہے
آنکھوں میں اس کی شرم ہے چہرہ ہے یا ماہِ مبیں

اے کاش! وہ آتے یہاں ، قرآن کا سنتے بیاں
وہ نکتہ ہائے دلستاں جو ہیں غذائے مؤمنیں

مرکز بناتے قادیاں ، جو کچھ ہے لاتے قادیاں
آتے تو آتے قادیاں ، مامن بنا لیتے یہیں

دارالاماں کو چھوڑ کر ، اللہ سے مُنہ موڑ کر
ہاں عہد اپنا توڑ کر ، جاتے نہ پھر ہرگز کہیں

اے نورِ دینِ مصطفیٰ ، میں قبر پر تیری کھڑا
رونا وہی رونے لگا، جس سے مرا دل ہے حزیں

میں ضبط سے معذور ہوں ، اس خبط سے مجبور ہوں
خدمت سے تیری دور ہوں کچھ سوجھتا مجھ کو نہیں

اکملؔ کا جی گھبرا گیا ، اس واسطے یاں آ گیا
اس کو تو یہ غم کھا گیا ، مانا نہ حکم نور دیں

کس درد سے کس پیار سے کتنے بڑے اصرار سے
اس نے کہا اخیار سے ، میرا ہو کوئی جانشین!

مکرم راجہ نذیر احمد صاحب

گنے قدرتِ ثانیہ کے کرشمے
کسی میں یہ طاقت کہاں اللہ! اللہ!
جھکے منکرینِ خلافت بھی کیسے
یہ تھا نورِ دیں کا نشاں اللہ! اللہ!
ستائیس ہے دن خلافت کا ٹھہرا
گواہ اس پہ ہے سب جہاں اللہ! اللہ!

سیدّنا نورالدّینؓ

حضرت قاضی ظہورالدین اکمل صاحبؓ

بڑا قدیر ہے پروردگارِ نورالدّین
بنایا قبلۂ عالم دیارِ نورالدّین

جو دیکھنا ہو کسی نے صحابہ کیسے تھے
وہ آکے دیکھ لے لیل و نہارِ نورالدین

یہ انقطاع و تبتّل پھر اس زمانہ میں
ہے خاص حصّۂ باختیارِ نورالدین

ہر ایک کام میں سنّت کا متبع رہنا
یہی شعار یہی ہے دِثارِ نورالدین

بوقت عصر جو مسجد میں درس ہو تا ہے
دکھائی دیتی ہے کیسی بہارِ نورالدین

سُپرد اُمّتِ احمد کی دیدبانی ہوئی
جنابِ حق میں ہے یہ اعتبارِ نورالدین

جو پیشگوئی میں پڑھتے تھے اسمہٗ احمد
وہ رکھتے بعد ازاں انتظارِ نورالدین

خدا کا شکر کہ آخر مُراد بر آئی
بنے ہیں فضل سے ہم جاں نثارِ نورالدین

وہ صدق میں ہے ابوبکرؓ فرق میں ہے عمرؓ
دلائے یادِ علیؓ ذوالفقارِ نورالدین

جو توڑتی سرِ اعدا کو ہے دلائل سے
مَنا کے چھوڑتی ہے افتخارِ نورالدین

غنا میں جامعِ قرآں کی شان ہے پیدا
خدا کے آگے ہے صرف اِنکسارِ نورالدین

ہے چشمہ فیض کا جاری برحمتِ باری
بجھائے تِشنگیاں آبشارِ نورالدین

مسیحِ وقت کی خدمت کا یہ نتیجہ ہے
کہ خاص و عام کا مرجع ہے دارِ نورالدین

غلامِ مہدیٔ دوراں فقیر بابِ قدیر
ہوا خُلوص سے مدحت نگارِ نورالدین

دُعا قبول ہو یہ خاکسار اکملؔ کی
چمکے مَہِ نور بارِ نورالدین

مارچ ۱۹۱۵ء

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحبؓ

یہ وہی دن ہے کہ جب اے نورِ دینِ مصطفیٰ
ہم سے تو رخصت ہوا اللہ سے واصل ہوا

یاد ہے ہم کو ترا نورانی چہرہ یاد ہے
شانِ صدیقی نظر آتی تھی جِس میں بَرملا

وہ تِرا لطفِ نمایاں وہ تِرا رُعب و وقار
سچ تو یہ ہے تو بھی گویا جامع الاضداد تھا

جان و دل سے سب فدا تھے اور پھر ڈرتے بھی تھے
بیٹھتے تھے پاس لیکن کانپتے تھے ہم سَدا

رُعب و داب ایسا کہ عرضِ حال بھی دُشوار تھا
بے تکلّف اِس قدر بچے بھی کہہ لیں ماجرا

غیر مسلم بھی ترے مَدّاح پائے جاتے ہیں
تِری باتوں میں مِلا کرتا تھا اُن کو بھی مَزا

خرق عادت طور پر اخلاق میں شائستگی
تِرا قول و فعل ، قولِ و فعل حزبِ مرتضیٰ

وہ جو قرآں کے معارف تو سناتا تھا ہمیں
اَور وُہ پند و نصائح بھول سکتے ہیں بھلا

جو وصیت تو نے کی ہم نے عمل اس پر کیا
پالیا وہ جانشیں تیرا خدا کا مصطفٰی

جو عَفَوٌّ النّاس ہے دِل کا نہایت ہی حلیم
اَور اپنی شان میں ہر دلعزیز و پارسا

مکرم مبارک احمد عابد صاحب

مجسمّ وہ تصویرِ ایمان تھا
دل و جان سے عبدِ رحمان تھا
سراپا توکُل تھا ایمان تھا
وہ عشقِ نبیؐ ، عشقِ قرآن تھا
مسیحائے دَوراں پہ قربان تھا
وہی نورِدیں ، اعظم الشان تھا

مریدِ باصفا ایسا ، کہ مرشد بھی تھا گرویدہ

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

لگا جب اُسکو مشکل مرحلہ تنہا مسافت کا
مسیحِ پاک نے اللہ سے اک صدیق کو مانگا

مسیح و مہدیٔ دوراں کی پیہم التجاؤں سے
فضائے آسمانی بھر گئی اُسکی دعاؤں سے

عطا اسکو ہوا اک جاں نثارِ باوفا ایسا
ملا اسکو ، تو پایا اسکو جیسا اُسنے مانگا تھا

وہ اک شاہی طبیب اُسکی بسر اوقات شاہانہ
پر اسکے باوجود اُسکی طبیعت تھی فقیرانہ

وطن سے قادیاں آیا ، وطن کو پھر نہیں لوٹا
مسیحِ پاک کے در پر وہ دنیا تج کے آبیٹھا

پھر اُسنے ایک دن مرشد کی خدمت میں یہ لکھ بھیجا
میں ہوں تجھ پر فدا، جو کچھ بھی ہے میرا وہ ہے تیرا

محبت اُس سے کی ،تو کی پھر ایسے پیروی اُسکی
ہے کرتی پیروی جوں نبض کی حرکت تنفس کی

نگہ باریک بیں اور نکتہ رس اور جامع الانوار
رقیق القلب ، عالم باعمل اور زبدۃ الاخیار

وہ خود بھی نورِ دیں تھا ، دستِ قدرت کا تراشیدہ
مریدِ باصفا ایسا ، کہ مرشد بھی تھا گرویدہ

جو جاتے اُسکی محفل میں وہ بھر کر جھولیاں لاتے
لطائف اور دقائق اور معارف اور حقائق سے

دعا گو ، حاجی الحرمین ، صدرِ بزم مقبولین
حکیم و مولوی و حافظ القرآن نور الدین

جو صدیقیت اس میں تھی ، ملا اسکا صلہ اُسکو
خدا نے قدرتِ ثانی کا مظہر چُن لیا اسکو

ہوا پھر یہ مریدِ باصفا ہی جانشیں اُسکا
رہا وہ چھ برس تختِ خلافت پر سریر آرا

منور ہو گیا انوارِ مشکوٰۃِ نبوت سے
جماعت کو ملی تمکینِ دیں اُسکی خلافت سے

بالآخر وقت آیا ، اُسکو اللہ نے بلا بھیجا
وہ دیرینہ محبّ محبوب کے پہلو میں جالیٹا

نصیب اچھا تھا جو اُسکو درِ مولیٰ پہ لے آیا
مسیح پاک نے خود اسکے حق میں خوب فرمایا

’چہ خوش بُودے اگر ہر یک زاُمّت نورِ دیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دِل پُر از نُورِ یقیں بُودے‘

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

تری وفا بھی مسلّم ترا خلوص بجا
تری حیات کے دامن میں حرصِ جاہ نہیں

تری غلامی پہ آقا نے کی ثنا تیری
ترے مقام کی عظمت میں اشتباہ نہیں

تری نگاہِ توکّل میں کیا تھا الاّ اللہ
کمالِ علم و یقیں صرف لااِلٰہ نہیں

تری نظر میں تھا محمودؔ کا مقام وہاں
جہاں خمیرِ غرور و اِبا کو راہ نہیں

ہزار حیف کہ کچھ لوگ تجھ سے ہیں منسوب
ترے طریق پہ جن کی مگر نگاہ نہیں

ترا طریق کہ خدمت میں فخر تھا تجھ کو
اِنہیں گلہ کہ یہ سلطانِ کجکلاہ نہیں

تو وہ کہ خواہشِ آقا بھی حکم تیرے لئے
انہیں یہ وہم بغاوت بھی کچھ گناہ نہیں

محبتوں کو فراموش کر گئے یکسر
مروّت آنکھوں میں باقی دلوں میں چاہ نہیں

وہ تیرا پیارا ، وہ تیرے مسیح کا محمودؔ
تجھی سے پوچھتے کیا وہ سلیماں جاہ نہیں

نہ جانے کیوں یہ ہوئے اسقدر وفا شناس
یہ اس کی شفقتِ پیہم کے کیا گواہ نہیں

ہمارے زخمِ جگر پر نمک چھڑکتے ہیں
یہ بات تجھ کو سناتے بھی دل دھڑکتے ہیں

مکرم محمد صدیق صاحب امرتسری

مُبارک وہ حقیقت جان لی جس نے خلافت کی
مُبارک وہ قیادت مان لی جس نے خلافت کی
مُبارک وہ جو پَیوستہ خلافت کے شجر سے ہے
کہ وہ محفوظ ہر خوف و خطر، ہر فتنہ گر سے ہے

مَعدنِ بھیرہ کا وہ لَعلِ گراں ، دُرِّ ثمیں

مکرم عبدالسلام اِسلاؔم صاحب

مَعدنِ بھیرہ کا وہ لَعلِ گراں ، دُرِّ ثمیں
آسماں کے نور سے جِس کی چمکتی تھی جَبیں

اِک چُنیدہ گھر میں تھا وہ حق نما پیدا ہوا
جس کے قول وفعل پر ہے اِک جہاں شیدا ہوا

وہ گھرانہ اُس علاقے میں تھا مانندِ چراغ
جس کی لَو کو دیکھ کر لوگوں کے دِل تھے باغ باغ

جُستجوئے علم میں وہ جا بجا پھرتا رہا
بوئے حکمت لُوٹنے مِثلِ صَبا پھرتا رہا

اِکتسابِ علم کی خاطر سفر کرتا رہا
دولتِ حکمت سے دَامن دمبدم بھرتا رہا

رام پور پہنچا ، کبھی بھوپال ، گاہے لکھنؤ
ہاں حصولِ علم کی خاطر پھرا وُہ سُو بسُو

عِلم کی رَو میں جہاں اُس کے قدم پڑتے گئے
آنیوالوں کے لئے اِک کہکشاں جڑتے گئے

مکہ و یثرب میں توفیقِ ریاضت بھی ملی
حَاجی الُحرمین ہونے کی سَعادت بھی ملی
بعد اِک عرصہ کے آیا وہ وطن کو لوٹ کر
شام کو آتا ہے جوں بُلبل چَمن کو لوٹ کر
یاوری قِسمت نے کی وُہ بن گیا شاہی طبیب
جا بسا کشمیر میں بالآخرش مَردِ نجیب
اُس زماں میں 'میرزا' کو دعویٰ اِلہام تھا
مُصطفیٰؐ کے مُنکروں کو زیر کرنا کام تھا
گُرزِ بُرہانِ قَوی سے توڑتا تھا وہ صنم
ہاں مثالِ تیغِ دو دم چلتا تھا اُس کا قلم
دینِ حق کی کرتا تھا ثابت جہاں میں برتری
دُم دَبا کر بھاگ جاتے تھے وُہ پنڈت، پادری
مِل گیا قسمت سے اُس کو میرزا کا اشتہار
جس کو پڑھ کر آگیا وہ قادیاں دیوانہ وار
حضرتِ اقدس سے یوں ملنے کا ساماں ہوگیا
دیکھتے ہی جس کو وہ سو جاں سے قُرباں ہوگیا
آنکھ متوالی تھی اُسکی حق کے دَرپن کے لئے
آگیا کشمیر سے مرزا کے درشن کے لئے

اُسکی آنکھوں پر ہَویدا تھا مقامِ میرزا
قبل از بیعت بھی تھا گویا غلامِ میرزا
مُصلحِ دَوراں کی تھا شاید دُعاؤں کا اثر
شکلِ نورالدین میں تھا مل گیا کامِل ثمر
آبتاؤں میں کہ وہ مَردِ مجاہد کون تھا؟
عاشقِ مرزا تھا وہ ہر آن اُسکا عَون تھا
اُسکے سینے میں بپا اِک عِشق کا طوفان تھا
وہ رضائے میرزا پر ہر گھڑی قُربان تھا
تشنگی تھی عِلم کی آیا وہ جب مرزا کے پاس
یاں بھی لیکن اُسکی بجھ بجھ کے بھڑک اُٹھتی تھی پیاس
مکتبِ کامل تھی اُسکو گفتگوئے میرزا
لاکھ میخانوں سے بڑھ کر تھی سبُوئے میرزا
فِطرتِ زرخیز میں کیا تخمِ اُلفت بو گئی !
صُحبتِ مرزا تھی سونے پر سہاگہ ہو گئی
بیعتِ اُولٰی کا دن اُس کے لئے تھا یومِ عِید
رحمتِ یزداں ہوئی اُس پر بنا پہلا مُرید
آجمایا ڈیرہ واں آباً کا ڈیرہ چھوڑ کر
قادیاں کا ہو گیا وہ اپنا بھیرہ چھوڑ کر

عِند یہ مِہدی کا تھا مت دیس کا کرنا خیال
اِس اِشارے میں تھی شاید کوئی حِکمت بے مثال
پیکرِ عشق و وفا نے یوں جھکایا اَپنا سر
حضرت مہدی کے چرنوں میں بَسا بیٹھا وُہ گھر
دل کی گہرائیوں سے تھا ہر دم فِدائے میرزا
نقطۂ محور تھا اُس کا بس رضائے میرزا
کِس قدر ڈوبا ہوا تھا عِشق کے اَنوار میں!
صُورتِ صدیق تھا وہ سِیرت و کِردار میں
نور دیں کے نور سے تارے ہوئے تھے ماند ماند
اُس کی سیرت کو لگائے میرزا نے چار چاند
اُس کا مال و جان وتن سب کچھ فدا تھا دِین پر
ہستیٔ نَو کے لئے وہ مر مِٹا تھا دین پر
اُسکی مرضی حق کی مرضی سے مگر واصِل رہی
میرزا کی اُسکو خوشنودی سدا حاصل رہی
میرزا کی ہر ادا شمع تھی ، پروانہ تھا وہ
تھا فِدائے رُوئے دلبر خود سے بیگانہ تھا وہ
میرزا سے اسکو نسبت تھی جو نبض و دِل میں ہے
عِشق کا تھا وہ تعلق کہ جو اصل و ظِلّ میں ہے

تھا فِدا محبوب پر اپنی رضا سے دور تھا
عادتِ ' لبیک' تھی چُون و چَرا سے دُور تھا
بے نیازِ اِین و آں تھا حق تعالیٰ کا ولی
عِشق کے مضمون کا شاید تھا عُنوانِ جَلی
اُس کے ماتھے پر چمکتا تھا سِتارہٗ سَعید
تھا نِگاہِ میرزا میں سر برآوردہ مُرید
جب مسیحا کر گئے دُنیائے فانی سے وِصال
مَسند آرائے خِلافت وہ ہوا زُہرہ جمال
اُس کا تھا دَورِ خلافت زلزلہ در زلزلہ
جس کا تھا شاید مداوا اس کا عزم و ولولہ
تھا قلم کا گر دھنی تو وہ خطیبِ بے مثال
جِس کا کردارِ درخشاں تا اَبد ہے بے مثال
پیشِ حق گو آنکھ اُسکی اشک آلودہ رہی
دِل کی حالت مُطمَئِنّہ اَور آسودہ رہی
حافظِ قُرآن تھا وہ ہر طریق و طَور میں
بازگشت آتی رہے گی جِسکی ہر اک دَور میں
آنے والے دَور پر اُسکی نظر پڑتی رہی
اُسکی قوت باغیوں سے دَمبدم لڑتی رہی

حِفظِ ناموسِ خلافت کا اُسے رہتا تھا پاس
اَپنے کِردار و عمل سے رکھ گیا مُحکم اَساس
'قدرتِ ثانی' کو تھا وہ جانتا قُدرت کا ہاتھ
جس کا مطلب تھا 'کہ وہ محفوظ جو ہے اِسکے ساتھ'
نُطقِ روشن سے جہاں میں اِک اُجالا کر گیا
وہ خِلافت کا اَبد تک بول بالا کر گیا

میرے نور الدین ! بے شک تا ابد زِندہ ہے تو !
تو ہے اِسم با مُسّمیٰ کہ دَرخشندہ ہے تو!
تھا تِرا فقر و توکل لا جرم اِیماں فروز
سِیرتِ اَقدس تِری ہے بخشتی ہر دِل کو سوز
چشمِ دِل سے دیکھتا تھا تو خدا کو ہر گھڑی
ہو گئی کافور یکدم جو بھی مُشکل آپڑی
مَہدیٔ بر حق کا تھا تُو اِک مثالی جاں نثار
تیری سِیرت پڑھنے والوں کو ہے آجاتا خُمار
ہاں تِرے فَقر و غِنا کی اِک نِرالی شان تھی!
تیری ہر حرکت کا محورِ قُوّتِ اِیمان تھی!
جنت الفردوس میں رُتبہ تِرا ممتاز ہو!
سُوئے سِدرہ رُوح تیری کی سَدا پرواز ہو!

غزل

مکرم صوفی تصور حسین صاحب ادریسؔ بریلی ثم قادیانی

نشورِ نورِ احمدؐ سے ہے جاں روشن جہاں روشن
زمین و آسماں روشن ، مکیں روشن ، مکاں روشن

طفیل اُس کے ہے ہر سُو روشنی دارین میں پھیلی
ادھر روشن اُدھر روشن یہاں روشن وہاں روشن

ہوُا جب جلوہ فرما تختِ دل پر نام احمدؐ کا
دل و جاں ہو گیا روشن دہن روشن زباں روشن

منوّر فیض سے اُس کے ہوا ہے ظاہر و باطن
عذارِ گُلرخاں روشن دُرونِ مومناں روشن

وہی ہم گمرہوں کے واسطے شمعِ ہدایت ہے
اُسی سے خاصگاں کے دل میں ہے باغِ جناں روشن

یہ تازہ نور افشانی ہی اُس کی دیکھ لی سب نے
نہاں تاریکیٔ اِسلام کی اُس نے عیاں روشن

مٹا کر ظلمتِ کُفر و ضلالت نور پھیلایا
کہ رُوحِ عارفاں روشن ہے راہِ سالکاں روشن

الٰہی نور سے اپنے مُنور کر میرا سینہ
وجودِ نورِدیں سے جس طرح ہے قادیاں روشن

نورالدینؓ

مکرم عبدالخالق صاحب از مظفرنگر

میرے دردِ دل کی دوا نورِ دیں ہے
مرا مقتداء پیشوا نورِ دیں ہے
سریرِ خلافت کا لعلِ درخشاں
مِرا نورِدیں ہے مرا نورِ دیں ہے
ہوا تجھ سے اسلام روشن جہاں میں
تجھے مرحبا مرحبا نورِدیں ہے
تو نورِ خدا ہے تو ہے نورِ احمدؐ
تو 'نُور' علیٰ نور' کیا نورِدیں ہے
مجھے بھی تو کر نورِدیں سے منور
یہی آپ سے التجا نورِ دیں ہے
کریں سجدۂ شکر دیں دار بھائی
کہ فضلِ خدا سے ملا نورِدیں ہے
میں سو جاں سے تجھ پر تصدّق نہ کیوں ہوں
تِرے ہاتھ میری شفا نورِدیں ہے
خدا کا پیارا محمدؐ کا شیدا
ابوبکر صدیق سا نورِدیں ہے
تو چل سر کے بل قادیاں عبدِ خالق
وہاں تیرا رونق فزا نورِدیں ہے

حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ

مکرم نسیم سیفی صاحب ربوہ

قوم کا ہر فرد ہو گر نورِ دیں
آسماں بھی کہہ اٹھے صد آفریں

زندگی کی ظلمتیں کافور ہوں
چشم و دل میں بجلیاں ہوں جاگزیں

ہر گھڑی ہر آن ہر لحظہ سفر
معرفت کے شوق کی حد ہی نہیں

راہِ مولا میں لُٹے ہر جان و دل
مدّعائے زیست ہو جاں آفریں

صدقِ دل ہو آپ ہی اپنی مثال
راستی ہو محورِ دُنیا و دیں

ہو امامِ وقت پر سب کچھ نثار
سجدۂ طاعت کی حامل ہو جبیں

خدمتِ انسان وجہِ افتخار
انکسار و عجز فطرت کے امیں

فرد سے ملّت ہے ملّت فرد سے
آگیا ہونٹوں پہ یہ رازِ حسیں

نورِ دیں شمعِ ہدیٰ کا نور ہے
اس سے تابندہ ہوئی راہِ یقیں

دیکھ کر نقشِ قدم اس کا نسؔیم
جیسے منزل میں کوئی دوری نہیں

از مکرم منشی جھنڈے خان صاحب

بعد مہدی نورِدیں کو چن لیا رحمان نے
اور خلیفہ کر دیا خود قادرِ سبحان نے
پہن کر تاجِ خلافت صاحبِ عرفان نے
حق ادائی خوب کی اُس عاملِ قرآن نے
چھ برس نت درس میں جلوہ گری نوری ہوئی
’پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی‘

حضرت مولانا نورالدینؓ کا مقام

مکرم راجہ نذیر احمد ظفؔر صاحب ربوہ

مٹ نہیں سکتا تصوّر سے وہ نقشِ دلنشیں
وہ مُحبِّ مہدیٔ آخر زماں وہ نورِ دیں
جس کی ہمّت سے عیاں کون و مکاں کی وسعتیں
وہ خودی کا آسماں وہ عجز و طاعت کی زمیں
چشمہ ہائے علم وحکمت جس کے ہونٹوں سے رواں
جس کے دل میں موجزن تھا ایک دریائے یقیں
جس کی خاطر مائدہ نازل ہوُا صبح و مَسا
ظاہری اسباب سے بالا رہا جس کا یقیں
طائرِ دِل گو رہا خود بے نیازِ آشیاں
لیک یارِ بے مکاں اس میں رہا ہر دَم مکیں
شاہ تھے پر فقر سے رکھتے تھے ہمّت کو بلند
ہیچ تھی ان کی نظر میں رفعتِ چرخِ بریں
عُسر ہو یا یُسر ہو سب خوب تھا اُن کیلئے
حسنِ رؤیت کا کرشمہ تھا کہ تھی ہر شَے حسیں

بختیار و بے نوا اُن کی نظر میں ایک تھا
کوئی بے مایہ ظَفَر سا ہو کہ ہو فغفورِ چیں
نورِ حُسن یار تھا طلعت سے عاشق کی عیاں
داغِ مَہ بھی جس سے شرمائے وہ تھا داغِ جبیں

مکرم عابد حسین بکسواہا صاحب

مہدی و عیسیٰ غلام احمدؑ ہدیٰ
برگزیدہ نور دینِ مصطفیٰ
مہدی و عیسیٰ غلام احمدؑ ہدیٰ
جائے دینِ نورِ دینِ مصطفیٰ
مہدی و عیسیٰ غلام احمدؑ ہدیٰ
جانشیں ہے نور دینِ مصطفیٰ
مہدی و عیسیٰ غلام احمدؑ ہدیٰ
خادم اُس کا نور دینِ مصطفیٰ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب

نورِ دیں نورِ یقیں پیکرِ صدق و صفا
حق شناس وحق نواز وحق پرست وحق نما

ارفع و اعلیٰ وہ رکھتا تھا توّکل کا مقام
وقف رکھا مال و جاں کو بہر دینِ مصطفیٰؐ

چھوڑ کر گھر بار سارا چُن لیا دارِ مسیح
ایک لمحہ کے لئے چھوڑی نہ پھر راہِ وفا

اہلِ دانش بحرِ حکمت واقفِ دَیر و حرم
خدمتِ قرآن و ملّت زندگی کا مدّعا

کشتۂ عشق و وفا مہدی کا منظورِ نظر
اللہ اللہ نورِ دیں تھا کتنا عالی مرتبہ

تھا وہ اِک شمعِ فروزاں بہرِ طُلّابِ ضیاء
بہرِ بیماراں عطا اس کو ہوا دستِ شفا

چھ برس ظلِّ مسیحا بن کے وہ سایہ فگن
ہر کہ و مَہ پر رہا شبیر وہ ظلِّ ہُما

یا د آ تے ہیں !

محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

سمائے قادیاں کے ماہ و اختر یاد آتے ہیں
ڈھلے نوروں میں رُو ہائے منوّر یاد آتے ہیں

خلوص وصدق وطاعت میں نہ تھا جن کا کوئی ثانی
مثیلِ بوبکر صدّیقِ اکبر یاد آتے ہیں

وطن چھوڑا تو اس کی یاد بھی دل میں نہیں آئی
جو آ بیٹھے یہاں دھونی رُما کر یاد آتے ہیں

درِمحبوب پہ لا کے متاعِ جسم و جاں رکھ دی
جنہوں نے کر دیا سب کچھ نچھاور یاد آتے ہیں

وہ جن کے فہمِ قراں کی مسیحا نے گواہی دی
وہ نورالدین وہ اک نورِپیکر یاد آتے ہیں

عجب شانِ قناعت تھی ، عجب رنگِ توکّل تھا
تہی دستی میں بھی تھے جو تونگر یاد آتے ہیں

حدیث وعلمِ قرآں میں تھی جن کو دسترس حاصل
تھے بحرِ معرفت کے جو شناور یاد آتے ہیں

شجاعت بھی صداقت بھی تھی، حکمت بھی معارف بھی
تھے وہ جو ایک نخلِ بار آور یاد آتے ہیں

جو آئے ذہن میں رشتہ کبھی نبض و تنفّس کا
انا کے بت خودی کے ٹوٹے مندر یاد آتے ہیں

نہیں جاتی ہماری سہل انگاری نہیں جاتی
فقط بیٹھے ہی بیٹھے ان کے شہپر یاد آتے ہیں

گُلوں کے ساتھ کچھ گہرا تعلق بھی ہے کانٹوں کا
وہ یاد آتے ہیں جب تو کچھ ستمگر یاد آتے ہیں

'چه خوش بودے اگر هر یك زِ امت نورِ دیں بودے'
یہ پاک الفاظ اک حسرت سی بن کر یاد آتے ہیں

تصور جب مجھے ماضی کے افسانے سناتا ہے
کسی شاعر کا تب یہ شعر مجھ کو یاد آتا ہے

'نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں'

قدرتِ ثانیہ کے پہلے مظہر

محترمہ شاکرہ صاحبہ اہلیہ شیخ لطف الرحمان صاحب ، ربوہ

نظامِ قدرتِ ثانی کا جب وقتِ قیام آیا
تو بن کر مظہرِ اوّل امام عالی مقام آیا
پر از 'نورِ یقیں' اور نام نورالدین تھا اس کا
وہ عاشق تھا ہر اک لمحہ فنا فی الدین تھا اس کا

وہ کرتا تھا اطاعت حضرتِ اقدس کی کچھ ایسے
کہ ہر دم 'نبض' چلتی نفس کے ہے ساتھ بس جیسے

توکّل بر خدا تھا اور حق گوئی میں لاثانی
کسی بدخواہ کی ہرگز نہ اس نے بات کچھ مانی
بہت ہمت سے کی شیرازہ بندی بھی جماعت کی
بہت اس نے حفاظت کی امامت کی امانت کی

حکیم حاذق تھا اس کے پاس تھا ہر درد کا درماں
وفا کا صدق کا پیکر بھی تھا اور حافظِ قرآں

بسر ہوتے تھے دن تدریس میں اور درس میں اسکے
سکوں پاتے تھے طالب اور معارف درس میں اسکے
سکونِ دل کی خاطر آ گیا وہ قادیاں میں جب
لٹا دی جان و مال و آبرو راہِ خدا میں سب

رہِ عشق و وفا میں سب رفیقوں میں وہ اوّل تھا
ہوئی جب بیعتِ اولیٰ تو اس میں بھی وہ اوّل تھا

سلام اس پر سنبھالی جس نے کشتی نا خدا ہو کر
سلام اس پر گزاری عمر جس نے با وفا ہو کر

مکرم قیس مینائی نجیب آبادی صاحب

جماعت کو بھلا پھر کس لئے ہو خوفِ ناکامی
کہ جب ہم میں قیادت ہے خلافت اور امانت ہے
خلافت کا فدائی بن امامت پر فدا ہو جائے
اگر اے قیسؔ تجھ کو اِدّعائے اَحمدیت ہے

ایک نورالدین اور!

مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ

کچھ حوالے مجھ کو تیری زندگی کے یاد ہیں
ان کی بنیادوں پہ یادوں کے محل آباد ہیں

دل میں اٹھتی ہے کسک میں نے تجھے دیکھا نہیں
دیکھتے تھے جو تجھے ان سب کے دل تو شاد ہیں

احترامِ دید لے کر کچھ ملاقاتیں کروں
دیکھ پاؤں تجھ کو اور تجھ سے ذرا باتیں کروں

میں تیری باتیں سنوں سنتی رہوں سنتی رہوں
خوش نصیبی پر ہنسوں اور میں مناجاتیں کروں

وقت کے نبّاض تو نے سب کو اچھا کر دیا
عصر کے بیمار کے ہر سر کو اونچا کر دیا

زندگانی کے حوالوں سے جو ممکن ہی نہ تھا
وار ڈالی زندگی سب کچھ مہیا کر دیا

زندگی کیسے بسر ہو گی کبھی سوچا نہیں
کل کو کس ڈھب پہ چلے گی زندگی جانا نہیں

ہر خوشی کر دی نچھاور اپنے آقاؐ کے حضور
پھر سرِ تسلیم خم تھا کچھ بھی تو سوچا نہیں

دیکھنے والوں نے دیکھا بات کا پکا تھا تُو
فیصلے تیرے اٹل تھے قول کا سچا تھا تُو

اِک توکل اِک بھروسہ تھا خدا کی ذات پر
کون سمجھے گا عزیزو کس قدر اچھا تھا تُو

کاش حکمت کی گرہ کوئی تو مجھ پر کھولتا
دستِ شفقت سر پہ رکھتا کاش مجھ سے بولتا

میں ہمہ تن گوش سنتی اُس کی ہر اک بات کو
باندھتی پلے سے جو حکمت کے موتی تولتا

کچھ جوابوں اور سوالوں میں جو ممکن ہی نہیں
تجھ سا ہو کوئی جیالوں میں یہ ممکن ہی نہیں

میرزا کو ایک ساتھی مل گیا تجھ سا حسیں
زندگانی کے حوالوں میں جو ممکن ہی نہیں

کاش اس دنیا میں ہوتا ایک نور الدین اور
کوئی ماں جنتی جہاں میں ایک نور الدین اور

موتیوں جیسا کھرا ، کتنا بہادر مہتمم
میرزا بھی اور ہوتا لیک نور الدین اور

ہمارا امام

مکرم غلام مرتضٰی صاحب

دنیا میں اب امانِ اہلِ زمیں یہی ہے
اور بامِ آسماں کی حبل المتیں یہی ہے
اسلام گر ہے خاتم اُس کا نگیں یہی ہے
قندیل آج زیرِ عرشِ بریں یہی ہے
ہاں نورِ دیں یہی ہے وہ نورِ دیں یہی ہے

جب چار سو جہاں میں اندھیر چھا رہا تھا
تجدید کی بناؤں پر غیب کا تھا پردہ
سالارِ اہلِ تقویٰ تھا جو ازل سے اپنا
اللہ دے فراست اُس نے وہ نور تاکا
پھر قطب بن کے چمکا وہ نورِ دیں یہی ہے

باطل کا وہ تلاطم وہ رات کالی کالی
آتی تھی دھیمی دھیمی رہ رہ کے صوتِ ہادی
گرداب وہ غضب کے موجیں وہ اک بلا کی
کشتیٔ نوحِ ثانی جس پر تھی آکے ٹھہری
ایقان کا وہ جُودی وہ نورِ دیں یہی ہے

جب آسماں سے نازل ہم میں ہوئے مسیحا
وہ کون دو مَلک تھے جن نے دیا تھا کندھا

عبد الکریم لیڈر تھا ان میں اک ہمارا
پر دوسرا جو خود اس رہبر کا رہ نما تھا
ہے کون بھول سکتا وہ نورِدیں یہی ہے
محشر کا اِک نمونہ تھا زلزلہ جو آیا
محشر تلک وہ ہم سے جاتا نہیں بھلایا
اک یاس کا تھا عالم سب مومنوں پہ چھایا
ہاں قدمِ صدق جس کا ذرّہ نہ ڈگمگایا
اُٹّھا ہمیں اُٹھایا وہ نورِدیں یہی ہے
موسائیوں کو وعدے کی سرزمیں میں لایا
حوّاریوں کو اس نے گرتے ہوئے بچایا
پھر کوہِ صدق ہو کر اسلام کو جمایا
قدرت خدا کی ثانی بنکر وہ ہم میں آیا
لاریب حق کا سایہ وہ نورِدیں یہی ہے
اے جانشینِ عیسیٰ جاں بخش لب ہلادے
فائز ترا گدا ہے تو اس کو وہ دعا دے
ہر ذرّہ اس کی ہستی کا تجھ میں جو مٹا دے
اک جلوہ شانِ وحدت کا اس کو بھی دکھا دے
ہاں نورِ دیں یہی ہے وہ نورِدیں یہی ہے

درمدح حضرت خلیفۃ المسیح

مکرم شیخ علی محمد احمدی ڈنگوی صاحب

رہے یارب ز نورِ نورِدیں بزمِ جہاں روشن
کہ ہے جب تک زمہر و مہ زمین و آسماں روشن

وہ نورِ الدیں جو ہے یارب سراپا نور کا پتلا
برنگِ مردمِ دیدہ بچشمِ مرداں روشن

برستا نور ہے کیا نورِدیں سے گلشنِ دیں پر
کوئی دیکھے تو اب رنگِ بہارِ جاوداں روشن

ہے جس کے ہاتھ سے گردش میں جامِ بادۂ عرفاں
ہے جسکی گرمئ محفل ضمیرِ عارفاں روشن

جسے بس دیکھتے ہیں ہم جہاں میں عاشقِ قرآں
کہ ہے پیشِ نظر ہر دم چورُوئے دلستاں روشن

کئی مُردوں کو از روئے طبابت بھی کرے زندہ
کوئی بجھتے فتیلے کی کرے جیسے رواں روشن

عجب ہے آفتابِ علم و حکمت نورِدیں یارب
کہ ہو پرتوَ سے جس کے گوہرِ ایمان و جاں روشن

دِلا دیکھ آئینے میں اس مسیحا کے خلیفہ کے
ہیں کیا کیا جوہرِ ذاتی مسیحا کے نہاں روشن

وہ نورِدیں جو ہے یارب خلیفہ اس مسیحا کا
مسیحائی سے جس کی ہوگئی جانِ جہاں روشن

خدا نے کر دیا کیا قادیاں میں اک دیا ظاہر
کہ جس سے ہوگیا سارے جہاں میں قادیاں روشن

دوبالا جس نے کر دی رونقِ اسلام قرآں سے
کرے جیسے کوئی گھر کا چراغِ نیم جاں روشن

غروبِ مہر کی مانند تھا پوشیدہ نظروں سے
پھراس اسلام کے چہرے سے دکھلایا جہاں روشن

بھلا اسلام سے آگے ہے ہستی کیا کسی دیں کی
عدم میں مہر کے آگے ستاروں کا سماں روشن

نہیں ہے خاک بھی نسخوں میں کوئی آزما دیکھے
فقط قرآن ہے پیارو جو چاہو نُورِ جاں روشن

جہاں جس کو اک اندھے کی نگاہ سے دیکھتا تھا کل
وہ دکھلایا مسیحا نے چراغِ دو جہاں روشن

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

مکرم محمد مقصود احمد منیب صاحب

سچائی کا پیکر تھا وہ بندہ تھا خدا کا
خوگر تھا وہ حق بات کا حاذق تھا بلا کا

طاعت میں بھی یکتا تھا مسیحا کا بھی پیارا
نبّاض تھا اَقوام کا پتلا بھی وفا کا

اک رنگِ حیا چال سے گفتار سے ظاہر
ہر رنگ پہ غالب تھا تو تھا رنگ غِنا کا

ہر عُسر میں ہر یُسر میں راضی بہ رضا تھا
مولیٰ بھی تو عاشق ہے ہر اِک ایسی ادا کا

اُس نور پہ جب نورِ خلافت کا چڑھا رنگ
تعریف سے بھرتا ہی گیا عرش خدا کا

نورِ دیں رضی اللہ عنہ

مکرم ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب

نورِ دیں ، نورِ مجسّم ، مظہرِ نورِ ہدیٰ
زندۂ جاوید ہے تو پیکرِ صدق و صفا

وادیٔ اِسلام میں تیری وفاؤں کا سرود
گونجے گا تا بہ ابد اے طائرِ شیریں نوا

'بدھ' کی مانند چل دیا تو چھوڑ کر اپنا وطن
راہِ حق میں کر دیا قربان سارا مال و جاہ

لمحہ لمحہ کٹ گیا پھر خدمتِ اسلام میں
زندگی عشقِ خدا ، بے مثل ہے تیری وفا

تھا خدا کی ذات پر تیرا توکّل بے مثال
جو بھی تیرے پاس تھا سب کردیا اس پہ فدا

تھی تجھے قربت امام وقت سے کچھ اس طرح
پا سکا نہ جس کو کوئی دوسرا تیرے سوا

'وہ غروبِ شمسِ وقتِ صبحِ محشر آفریں'
آ گیا جب مہدیٔ موعود کا وقتِ وداع

مومنوں کے دل حزیں تھے آنکھ غم سے تھی سیاہ
بن گیا ایسے میں تُو امید کا روشن دیا

بیچ سب تاروں کے چمکا تو کہ جیسے ہو قمر
موتیوں کا ہار تو نے ، وہ بکھرنے نہ دیا

ہر عدُو کے برمقابل تو ہوا فتح نصیب
تیرے ہاتھوں پہ خدا نے دیں کو مستحکم کیا

وہ بِنا رکھی خلافت کی ہو تجھ پہ آفریں
تمکنت دیں کو ملی اور ٹل گیا ہر ابتلاء

راہِ جذب و شوق میں تیرا سفر تھا بامراد
منزلِ مقصود پائی مل گیا تجھ کو خدا

مکرم قیسؔ مینائی نجیب آبادی صاحب

نہ طوفانوں کا خطرہ ہے نہ خوفِ زلزلہ اس کو
خلافت ایک پُختہ اور مستحکم عمارت ہے
جماعت بھی منظّم اور مرکز بھی ہے مستحکم
امامِ وقت میں بھی انتظامی قابلیت ہے

خلافت ثانیہ

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دِن محبوب میرا
کروں گا دور اس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عَالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے! اِک دِل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مبارکباد

مکرم حضرت منشی جھنڈے خان صاحبؓ

اَے مرے مولا! ترے احساں ہیں ہم پر بے بہا
جس نے پھر تازہ کیا دینِ محمدؐ مصطفےٰ
ورنہ تھا گرداب میں بیڑا پڑا اسلام کا
بھیج کر اک ناخدا تو نے لیا ہم کو بچا
آیا مہدی قادیاں عالم میں مشہوری ہوئی
'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

جب سے ہجرت مصطفےٰؐ کو ہوگئے تیرہ سو سال
غلبۂ دجّال سے تھا دین کو پہنچا زوال
منطقی و فلسفی تھے چل رہے کچھ اور چال
پھنس کے جس کے جال میں تھا چھوٹنا بیشک محال
تب خدا کے فضل سے مہدی کی ماموری ہوئی
'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

دشمنانِ دین جو کرتے تھے حملے گھات سے
ہوگئے وہ مات سب، مہدی کی تصنیفات سے

دین جاگا کفر بھاگا احمدی برکات سے
کر دیئے پابند مومن صوم اور صلوٰۃ سے
شکم پرور اور حریصوں کو یہ مجبوری ہوئی

'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

جب ہوا مامور مہدی پاک احمدؐ کا غلام
تب طفیلِ مصطفےٰؐ ایسے دکھائے پاک کام
تھے نہ کاذب بولتے، سنتے تھے جب مرزا کا نام
گویا منہ زوروں کے منہ میں قدرتی آئی لگام
اُف نہ کرسکتے تھے دشمن ایسی معذوری ہوئی

'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

اُس مسیحِ موعودؑ نے چڑھ دین کے مینار پر
دشمنانِ دین کو، یہ کہا للکار کر
آؤ پرکھو مجھ کو سنت سیّدِ ابرار پر
گر ہُوں میں کاذب تو بےشک کھینچو مجھ کو دار پر
ہے فقط اسلام کی مولا کو منظوری ہوئی

'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

پھر کہا آؤ دکھائیں برکتیں قرآن کی
اور دعاؤں سے دکھاؤں رحمتیں رحمان کی
پیشگوئی سے دکھاؤں قدرتیں سُبحان کی
اور دعاؤں سے دکھاؤں راہ اُس یزدان کی
جس کے چشمہ فیض سے یہ فیض گنجوری ہوئی
'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

مومنوں کو سُن براہیں ہوگیا کامل یقیں
یہ مزا ہے وقت پر شک و شبہ جس میں نہیں
آسماں بارد نشاں الوقت میگوئید زمیں
آکے تب خادم ہوا جموں سے حضرت نورِ دیں
سینکڑوں مومن جھکے جوں جوں یہ مشہوری ہوئی
'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

نیک خصلت پاک فطرت قادیاں پہنچے شتاب
مرسلِ موعود کے خادم ہوئے لاکھوں صحاب
کور باطن بن کے دشمن ہوگئے خستہ خراب
ہوگیا دنیا و دیں میں اُن پہ قادر کا عتاب

کیوں نہ ہو جب راہِ حق سے ان کو خود دوری ہوئی

'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

اُس بروز مصطفےٰؐ نے شوق سے حق کا پیام
ہند سے لنڈن تلک پہنچا دیا باحترام
عرب و افریقہ و امریکہ و مصر و روم و شام
سُن چکے پیغام جب تو ہوگئی حجت تمام
چل بسا جنت میں مہدی حق کو منظوری ہوئی

'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

بعد مہدی نورِ دیں کو چن لیا رحمان نے
اور خلیفہ کر دیا خود قادرِ سبحان نے
پہن کر تاجِ خلافت صاحبِ عرفان نے
حق ادائی خوب کی اُس عاملِ قرآن نے
چھ برس نت درس میں جلوہ گری نوری ہوئی

'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

چھ برس اعلیٰ خلافت کر چکا جب نورِ دیں
اور رہا ثابت قدم ہر امتحاں میں پُر یقیں

تب اچانک آ گیا پیغام رب العالمیں
اَے خلیفہ نورِ دیں آباد کر خُلدِ بریں
نُوردیں تو خوش گیا پر ہم کو مہجوری ہوئی
'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

جمعہ کے دن ہم سے تھا رخصت ہوا وہ عالی ذات
تب اندھیرا قادیاں میں چھا گیا تھا ایک رات
جان کر محمود کو اللہ نے صاحب صفات
خود خلیفہ کر دیا اور نہ سنی اوروں کی بات
بیعت اکثر نے تو کی ،بعضوں کومعذوری ہوئی
'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

پھر مدد مولا نے کی فضلِ عمر موعود کی
اور ترقی کر دکھائی حضرتِ محمود کی
9 مئی کی فجر کو بخشی خوشی مولود کی
عمر بھی بخشے گا وہ مولود کی مسعود کی
جس کے یہ فضل وکرم سے فیض گنجوری ہوئی
'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

احمدی گلشن میں پھر تازہ بہاریں آگئیں
جب مبارک آ گیا ، خوشیاں مبارک چھا گئیں
سب طبائع اس ضیائے نور سے سُکھ پا گئیں
دشمنانِ دین کی آنکھیں مگر چندھیا گئیں
گھس گئیں چمگادڑیں جب صبح پھر نوری ہوئی

'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

آج باغ احمدؑ میں کِھل رہے ہیں تازہ پھول
جنکی مہکاروں سے ہر دم ہے خوشی ہم کو حصول
علم ناظم کی مبارک ہے اسے کیجئے قبول
اَے میرے آقا دعاؤں میں نہ جایئو مجھ کو بھول
تیری خوشیوں سے ہمیں بے شبہ مسروری ہوئی

'پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'

★ ★ ★ ★ ★

احمدی بچیوں کی جانب سے

دعا برائے خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ

مکرمہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

قرار و سکوں دل کو آتا نہیں ہے
کسی طور یہ چین پاتا نہیں ہے

کڑا وقت ہے اور بڑا اضطراب
کھلے ہیں مگر اس کی رحمت کے باب

دلِ غمزدہ تُو ہراساں نہ ہو
دعا کر خدا سے ، پریشاں نہ ہو

بڑا اس نے احسان ہم پر کیا ہے
طریقہ تسلی کا بتلا دیا ہے

وہ ہے تیری شہ رگ سے زیادہ قریب
کہا اس نے بندوں کو 'اِنّی مُجِیب'

کہا میرے بندو! نہ ہونا ملول
دعائیں کرو، میں کروں گا قبول

وہی یاد وعدہ ترا کر رہی ہوں
بڑی آس لے کر دعا کر رہی ہوں

الٰہی ہمیں رنج و غم سے چھڑا دے
خوشی کی خبر ہم کو جلدی سنا دے

یہ ممکن نہیں ہے کہ خالی پھرے وہ
ترے در پہ بندہ جو کوئی صدا دے

خدایا میں ناچیز بندی ہوں تیری
میں جو مانگتی ہوں مجھے وہ دلا دے

ترے سامنے ہاتھ پھیلا رہی ہوں
مری شرم رکھ میری جھولی بھرا دے

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحبؓ

کھُلی زمانے پہ جس دم فضیلتِ محمود
بفضلِ حق ہوئی قائم خلافتِ محمود
بتا دیا تھا خدا نے کہ وہ تو یوسف ہے
کہ تا نہ ہو سکے انکارِ عصمتِ محمود

خیر مقدم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

مکرم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ

برموقع واپسی از سفر یورپ

جب 24 نومبر 1924ء دوشنبہ کے روز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سفر یورپ سے نہایت کامیابی کے ساتھ واپس قادیان میں تشریف لائے تو بعد نماز عصر ایک عظیم الشان مجمع کی موجودگی میں بیت اقصیٰ کے اندر اہلِ قادیان کی طرف حضور کی خدمت میں ایک ایڈریس پیش کیا گیا۔ یہ نظم اسی موقع کے لئے کہی گئی تھی اور سیّد عبدالغفور ابن میر مہدی حسن صاحب نے ایڈریس کے پیش ہونے سے پہلے نہایت خوش الحانی کے ساتھ حاضرین کو پڑھ کر سنائی تھی۔ (محمد اسمٰعیل پانی پتی)

شکر صد شکر! جماعت کا اِمام آتا ہے
لِلّٰہ الحمد ! کہ بانیلِ مَرام آتا ہے

زیبِ دستار کیے فتح و ظَفَر کا سہرا
ولیم کنکرر[1] اور فاتحِ شام آتا ہے

مَغرِبُ الشَّمس کے ملکوں کو مُنوَّر کر کے
اپنے مرکز کی طرف ماہِ تَمام آتا ہے

پاس مینارِ دمشقی کے بصد جاہ و جَلال
ہو کے نازل یہ مسیحا کا غلام[2] آتا ہے

1۔william conqueror ولیم اول جس نے انگلستان کو فتح کیا تھا۔
2۔غلام یعنی پسر

مرحبا ! ہو گئی لندنِ میں وہ مسجد تعمیر
جس کی دیوار پہ محمود کا نام آتا ہے

سچ بتانا تُم ہی اے مُدَّعیانِ ایماں
کون ہے آج جو اسلام کے کام آتا ہے

عَظمَتِ سِلسلہ قائم ہوئی اس کے دَم سے
خوب پُہنچانا اُسے حق کا پیام آتا ہے

آج سُورج نکل آیا یہ کِدھر مَغرب سے
ہم سمجھتے تھے کہ مَشرق سے مُدام آتا ہے

مُژدہ اے دِل کہ مسیح نفسے می آید
کہ زِ انفاسِ خوشش بوئے کسے می آید

اے خوشا وقت کہ پھر وصل کا ساماں ہے وہی
دستِ عاشق ہے وہی ، یار کا داماں ہے وہی

ہوگئی دُور غمِ ہجر کی کُلفت ساری
للّٰہ الحمد کہ اللہ کا احساں ہے وہی

پھر مِرے بادہ گسارو! وہی ساقی آیا
مے وہی ، جام وہی ، محفلِ رِندان ہے وہی

کارِ سرکار کیا خواب و خورش کر کے حرام
دیکھ لو پھر بھی بہارِ رُخِ تاباں ہے وہی

سامنے بیٹھے ہیں اس بزم کے مے خوار قدیم
بیعتِ دل ہے وہی،قلب میں ایماں ہے وہی

قادیاں! تجھ کو مبارک ہو وُرودِ محمود
دیکھ لے!دیکھ لے!شاہنشہِ خُوباں ہے وہی

آج رونق ہے عجب کوچہ و برزن میں ترے
بادہ خواروں کے لئے عیش کا ساماں ہے وہی

رشک تجھ پر نہ کرے چرخ چہارم کیونکر
طُورِ سینا پہ ترے جلوۂ فاراں ہے وہی

آمدِ فخرِ رُسُل[1] حضرت احمد کا نُزول
دونوں آئینوں میں عکسِ رُخِ جاناں ہے وہی

ز آتِشِ وادئ ایمن نہ منم خرم و بس
موسیٰ ایں جا باُمیدِ قَبسے می آید

آپ وہ ہیں جنہیں سب راہ نما کہتے ہیں
اہلِ دِل کہتے ہیں اور اہلِ دعا کہتے ہیں

آپ کو حق نے کہا'سخت ذکی' اور 'فہیم'
'مظہرِ حَقّ و عُلیٰ '،'ظِلِّ خدا' کہتے ہیں

رُستگاری کا سبب آپ ہیں قوموں کیلئے
ہر مصیبت کی تمہیں لوگ دوا کہتے ہیں

. 1 حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا الہامی نام ہے۔

آپ وہ ہیں کہ جنہیں 'فخرِ رُسل' کا ہے خطاب
دیکھنے والے جب ہی صَلِّ علیٰ کہتے ہیں

اِستجابت کے کرشمے ہوئے مشہورِ جہاں
آپ کے دَرْ کو دَرِ فیض و عطا کہتے ہیں

کوئی آتا ہے یہاں سائلِ دُنیا بن کر
مطلب اپنا وہ زَر و مال و غِنا کہتے ہیں

رِزق اور عزّت و اولاد کے گاہک ہیں کئی
بخشوانے کو کئی اپنی خطا کہتے ہیں

کوئی دربار میں آتا ہے کہ مِل جائیں عُلوم
کوئی اپنے کو طلبگارِ شِفا کہتے ہیں

نیک بننے کے لئے سینکڑوں در پر ہیں پڑے
خود کو مشتاقِ رَہِ زُہد و تقیٰ کہتے ہیں

طالبِ جنّتِ فردوس ہیں اکثر عاقِل
دارِ فانی کو فقط 'ایک سَرا' کہتے ہیں

میں بھی سائِل ہوں طلبگار ہوں اک مطلب کا
کوئے احمدؐ کا مجھے لوگ گدا کہتے ہیں

میری اک عرض ہے اور عرض بھی مشکل ہے بہت
دیکھئے آپ بھی سُن کر اسے کیا کہتے ہیں

جس کی فُرقت میں تڑپتا ہوں ، وہ کچھ رحم کرے
یعنی مِل جائے مجھے جس کو خدا کہتے ہیں

هیچ کس نیست که در کوئے تو اش کارے نیست
هر کس ایں جا بامُیدِ هَوَسے می آید

مکرم عبدالعزیز منگلا صاحب

خلافت افتخارِ علم و عرفاں
خلافت باعثِ تکریم انساں
خلافت رونق بزمِ جہاں ہے
خلافت کا کوئی ثانی کہاں ہے
خلافت پرتوِ نور نبوت
خلافت کاشفِ اسرارِ حکمت

خلافتِ ثانی

بیعتِ ثاقب

یہ نظم مُسدّس مولوی محمد نواب خان صاحب ثاقبؔ مالیرکوٹلوی نے جلسہ سالانہ 1914 میں پڑھی

اے مسیحا کے خلیفہ پیارے مرزا کے رشید
مہدیٔ صاحبقراں موعود عیسیٰ کے رشید
مہدیٔ والا نشاں کے نام لیوا کے رشید
میرے آقا کے رشید اور میرے مولا کے رشید
رنگِ سُلطان القلم ہے آپ کی تحریر میں
ہے اک اعجازِ مسیحا آپ کی تقریر میں

آپ کے چہرہ سے ہے نجمِ سعادت آشکار
آپ کے رُوئے مبارک سے نجابت آشکار
خال و خط سے آپ کے نقشِ ولایت آشکار
تیوروں سے آپ کے نُورِ نبوت آشکار
آپ کی آنکھوں کو حق بینی کا آئینہ کہیں
سینۂ صافی کو زیبا ہے کہ بے کینہ کہیں

موجزن ہے آپ کے سینہ میں دریائے علوم
آپ کے دل میں نہاں لولوئے لالائے علوم
آپ دارائے معانی اور دانائے علوم
آپ ہیں عرفانِ حق کے درس فرمائے علوم

آپ نے دیکھی ہیں آنکھیں پیارے نورالدین کی
پائی ہے تعلیم اُن سے دنیا کے آئین کی

مرنے والا جانتا تھا علمِ قرآں کے رموز
ان کو ازبر تھے کلامِ پاک سبحاں کے رموز
دل میں کرنے والے گھر وہ خطۂِ جاناں کے رموز
آہ وہ دِیں کے اشارات اور ایماں کے رموز

اُن کی میراث آگئی ہے آپ کی تقسیم میں
یہ وہی گنجِ نہاں ہے آپ کی تعلیم میں

نُورِ دیں بھی آپ ہیں نُورِ نبی بھی آپ ہیں
ایسے نازک وقت میں مردِ جری بھی آپ ہیں
المعی و لوذعی و منہتی بھی آپ ہیں
آپ ہیں حق کے ولی مردِ سخی بھی آپ ہیں

آپ ہیں وہ جن کی آمد کی دُعا کرتے تھے ہم
بھیج دے ہاں بھیج دے کی التجا کرتے تھے ہم

آپ نے شیرازۂ وحدت میں باندھا قوم کو
کردیا اپنی اخوت میں اکٹھا قوم کو
آپ نے وحدت سکھائی اور ایکا قوم کو
پھر وہی لذت ملی ، تھا جس کا چسکا قوم کو

یہ ہے وہ نُورِ خلافت تھا جو نورالدین میں
تھی یہی تمکین و شوکت مردِ باتمکین میں

اللہ اللہ اُس بڑھاپے میں وہ طاقت اور زور
لَوحَشَ اللہ ایسی پیری میں وہ قوت اور زور
یہ توکل کی بات ہے وہ اس کی شوکت اور زور
ہم نے خود دیکھا ہے تھی جواس میں سطوت اورزور

کوئی اُٹھتا تو بٹھا دیتا اُسے تادیب سے
روٹھتا بھی تو منا لیتا تھا اک ترکیب سے

الغرض تھا ایک ہادی اور رہبر قوم کا
قافلہ سالار اک سالارِ لشکر قوم کا
ایک تھا سردارِ قوم اور ایک سرور قوم کا
ایک ہی تھا زینتِ محراب و منبر قوم کا

اُس کو کہتے تھے مسیحا کا خلیفہ ہے یہی
جانشینِ مہدی و موعود عیسیٰ ہے یہی

مُدّتوں تک ہم رہے اس کی خلافت کے تلے
اُس کی حکمت کے تلے، اُس کی حکومت کے تلے
اُس کی ہمت کے تلے، اسکی حمایت کے تلے
چھ برس تک اس کے ظِلِ عدل ورافت کے تلے

اس کے آگے کر دیا ہم نے سرِ تسلیم خم
ہے پتہ کی بات اس کے سامنے مارا نہ دم

تھا خدا کا ہاتھ ہی تھا جو ہمارے ہاتھ پر
عہد تھا جس نے لیا ہم سے خدا کی بات پر
اک حکومت تھی ہمارے طور پر عادات پر
جس کا قابو تھا ہمارے نفس کے جذبات پر

توڑ دی بیعت تو پھر بیعت کئے آخر بنی
تھی مصیبت جو ہماری جان اور دم پر بنی

مختصر یہ ہے کہ بیعت کر کے ہم زندہ ہوئے
جو پریشاں پھر رہے تھے آخرش یکجا ہوئے
رشتۂ وحدت میں آئے اور کیا سے کیا ہوئے
عیسیٰؑ احمدؐ میں مِٹ مِٹ کر دمِ عیسیٰ ہوئے

زندہ کر لینا ہمیں مُردوں کا آساں ہو گیا
اکمہ و ابرص کے دُکھ کا ہم سے درماں ہو گیا

یہ جو کچھ حاصل ہؤا وحدت کی برکت سے ہؤا
نُورِ دیں کے فیض سے اور اس کی صحبت سے ہؤا
یہ جماعت سے ہؤا اور احمدیت سے ہؤا
کہہ بھی دو کیا دیر ہے سب کچھ یہ بیعت سے ہؤا

الوصیّت کا معمّہ نُورِ دیں حل کر گئے
جو وصیّت اپنے جیتے جی مکمل کر گئے
بات کہہ دینا لگا کر اپنی عادت میں نہیں
چوٹ کرنا چھیڑنا ناحق طبیعت میں نہیں
دیکھ کر مکروہ چُپ رہنا بھی فطرت میں نہیں
یہ جو کہتے ہیں خلافت الوصیّت میں نہیں

اک جماعت اور خلیفہ دو یہ نقشہ خوب ہے
اک نیام اس میں دو تلواریں یہ حربہ خوب ہے
جب خلافت ہی سرے سے الوصیت میں نہ تھی
یا کہو اس کی ضرورت احمدیت میں نہ تھی
شرط وحدت اور اخوت کی جماعت میں نہ تھی
یا جماعت کی ضرورت ایسی صورت میں نہ تھی

کوئی پُوچھے کیوں بنائے دو خلیفے نام کے
ہے غضب کی بات بندے ہو گئے اوہام کے
قادیاں میں بیٹھ کر لڑتے جھگڑتے کچھ نہ تھا
رہ کے دار الامن میں بنتے بگڑتے کچھ نہ تھا
بحث کرتے رائے دیتے اور لڑتے کچھ نہ تھا
اختلاف رائے کی صورت میں اڑتے کچھ نہ تھا

اب جو بھانڈا پھوڑ کر ہو بیٹھے ہم سے ہو جُدا
اب بھی کچھ بگڑا نہیں آجاؤ از بہرِ خدا

میں یہ کہتا تھا دلِ بیتاب پر آفت ہے کیا
بیٹھا یہ جاتا ہے کیوں اس کا سبب علّت ہے کیا
کیوں گھلا جاتا ہے دردِ غم کی یہ حالت ہے کیا
چارہ گر آ کر بنا دے اس کی اب صورت ہے کیا

یک بیک آئی درِ دل سے صدائے شاد باش
قادیاں لے چل مجھے سُن لے دُعائے یاد باش

قادیاں ہے وہ جہاں رنجور پاتے ہیں شفا
درد مندوں کو ملا کرتی ہے اس گھر سے دوا
قلبِ مومن پر چڑھا کرتا ہے یاں رنگِ وفا
دل میں جم جاتا ہے رہ کر اس جگہ نقشِ دُعا

دل کے اندوہ و الم کافور ہو جاتے ہیں یاں
آ کے دلہائے حزیں مسرور ہو جاتے ہیں یاں

اے مرے آقائے نعمت! دل مجھے لایا یہاں
شکر لِلّٰہ پھر مرے مولا نے پہنچایا یہاں
میرا پھر چمکا ستارہ اور میں آیا یہاں
دولتِ گم گشتۂ اقبال کو پایا یہاں

میں نے کیا لینا تھا جا کر بلدۂ لاہور میں
سر پھرا تھا میرا میں پھنستا جفا و جور میں
جذب تھا یہ آپ کا جو کھینچ کر لایا مجھے
بخت نے پھر آپ کی خدمت میں پہنچایا مجھے
میرے دل کی قوّتِ ایماں نے دھمکایا مجھے
میری غفلت اور غلط فہمی نے شرمایا مجھے

ناصحِ مشفق بنا میرا دل ہشیار ہی
چارہ گر آخر ہوُا اپنا دلِ بیمار ہی
مرکزِ امن و اماں میں برکتیں وحدت کی ہیں
احمدیت کی ادائیں اور ہی صورت کی ہیں
اُلفت و مہر و وفا یاں کی نئی رنگت کی ہیں
رنگتیں جتنی ہیں ساری آپ کی صحبت کی ہیں

اک الٰہی رنگ ہے جس میں کہ سب رنگین ہیں
حشمت و اقبال و دولت کے یہ سب آئین ہیں
ظلم ہے اس مرکزِ امن و اماں کو چھوڑنا
مہبطِ وحیٔ خدا کے آسماں کو چھوڑنا
بے نشاں کے واسطے زندہ نشاں کو چھوڑنا
حیف ہے ، دارالامانِ قادیاں کو چھوڑنا

اس کا سب دیوار و در اِک زندہ کن اعجاز ہے
یہ مکاں وہ ہے مسیحائی کا جس میں راز ہے

دل سے داخل ہو گیا ہے آپ کی بیعت میں یہ
اپنی طاعت بھر رہے گا حلقۂ طاعت میں یہ
حضرتِ والائے احمدؑ کی رہا خدمت میں یہ
رہ چکا ہے نورِدیں کی دیر تک صحبت میں یہ

آپ کا دل سے مُرید اور بندۂ احکام ہے
جانتے ہیں آپ اِسے یہ ثاقبِ گمنام ہے

منفعل تھا یہ کہ اتنی دیر تک بچھڑا رہا
اپنے دل میں تھا خجل اور اپنے گھر بیٹھا رہا
بولتے تھے اور تو یہ دم بخود چپکا رہا
لے کے اپنے دل میں اپنا دردِ دل تنہا رہا

یہ کسی سازش میں آیا اور نہ منصوبہ کیا
عہد جو دل میں کیا تھا آ کے اب پورا کیا

یہ بھی کیا کرتا اسے صدمہ تھا نورالدین کا
درسِ قرآں اس نے خود دیکھا تھا نورالدین کا
اس کی نظروں میں وہی جلوہ تھا نورالدین کا
اس کا دل ہر چار سُو جویا تھا نورالدین کا

بس اُسی عشق و محبت میں گیا دیوانہ وار
رہ کے تنہائی میں یہ تڑپا کیا باحالِ زار
یاد کر کے اُس کو ہو جاتا تھا اکثر اشکبار
اُس کی پڑھتا تھا سوانح با دلِ پُر اضطرار
دل میں رہ رہ کر خیال آتا تھا اس کا بار بار
یاد آتا باغ کا جوبن وہ ایامِ بہار

نیم بسمل کی طرح سینہ میں رہ جاتا تھا دل
یادِ نور الدین میں خوں ہو کے بہ جاتا تھا دل
بند کر کے دونوں آنکھیں درسِ قرآں دیکھتا
ظلمتِ اندوہ و غم میں نورِ عرفاں دیکھتا
دل میں ہو کر سرنگوں تصویرِ جاناں دیکھتا
نورِدیں کو دیکھتا تفسیرِ فرقاں دیکھتا

نکتہ ہائے معرفت وہ بذلہ ہائے دل نشیں
پند ہائے دلربا انداز ہائے نورِدیں
مَیں نے پوچھا خواب میں اے میرے پیارے رہنما
تُو ہے دریائے معانی ، معدنِ فہم و ذکا
بے بہا موتی ہیں تیرے پاس دے ان کو بہا
میرا مطلب تھا پڑھا دے اِک سبق قرآن کا

مہرباں لے کر بغل میں مجھ کو یہ کہتا گیا
ہاں سمجھ لینا کہ ہے قرآں کلامِ پُر صفا

مَیں نے سمجھا قادیاں میں درسِ قرآں ہے وہی
مُصحفِ رُخ ہے وہی اور روئے جاناں ہے وہی
نکتہ ہائے معرفت تفسیرِ قرآں ہے وہی
نورِ دیں کا فیض اس کا نُور، عِرفاں ہے وہی

حضرت محمود احمد نورِ دیں کے جانشیں
صاحبِ نورِ خلافت وارثِ علم یقیں

اے مرے آقا دُعا کر سب جماعت کے لیے
ان کی اُلفت کے لئے ان کی محبت کے لیے
رفق و نرمی کے لئے باہم اخوّت کے لیے
آشتی و صلح اور امن و سلامت کے لیے

ہیں جو کچھ بُھولے ہوئے آجائیں سچی راہ پر
وہ جو ہیں روٹھے ہوئے ہو جائیں سب شیر وشکر

ایک ہو جائیں، شماتت دشمنوں کی دور ہو
دوستوں کی فتح ہو ، دینِ خدا منصور ہو
احمدیت پھیل جائے دین و دل مسرور ہو
دین حق سے چار اطرافِ جہاں معمور ہو

سب کے کانوں میں پہنچ جائے مسیحا کا پیام
مہدئ والا نشاں احمدِ عیسیٰ کا پیام
زیبِ تن ہو احمدی اُمّت کے تقویٰ کی قبا
جس پہ قرباں کیجئے زر بفت و دِیبا کی قبا
یہ قبا ہے متقی کے قدِ زیبا کی قبا
یہ قبائے متقی سرما و گرما کی قبا

اس کو کر کے زیبِ تن جائیں بھرے دربار میں
اوڑھ کر اس کو چلے جائیں کسی سرکار میں
قصرِ شاہی میں ہماری بات کی تکریم ہو
بات وہ مُنہ سے کہیں جس کی بڑی تعظیم ہو
بیٹھ جائے دل میں ایسی قوّتِ تفہیم ہو
الغرض خم حق کے آگے گردنِ تسلیم ہو

دبدبہ جو حق کے پھیلانے میں ہے ہم کو ملے
طَنطَنہ جو حق کے سمجھانے میں ہے ہم کو ملے
قوم کا ہر فرد ہو تبلیغ میں معجز بیاں
قوم کا ہر رکن ہو تعلیمِ دیں میں تر زباں
ہر کوئی تدریسِ قرآں میں رہے رطب اللّساں
وجد میں آجائے جس سے رُوحِ مہدئ زماں

ملکِ امریکا میں چپکے سے چلا جائے کوئی
وحشیوں کو ملکِ افریقہ میں سمجھائے کوئی

مِل کے دنیا میں کلامِ پاک حق پہنچائیں ہم
سارے عالم میں پیامِ عام حق پھیلائیں ہم
بُھولے اور بھٹکوں کو راہِ راست پر لے آئیں ہم
کام ہو جائے نہ جب تک بس وہیں جم جائیں ہم

لے کے ہم پھر جائیں عالم میں محمدؐ کا پیام
لے کے نام اللہ کا ثاقبؔ ہمارے کا پیام

مکرم مولوی محمّد صدیق صاحب امرتسری

وہ جس کے سر پہ سدا ظلِّ کردگار رہا
جو روز و شب غمِ ملّت میں بے قرار رہا
ہر اک کا محسن و ہمدرد و غمگسار رہا
الم نصیب اسیروں کا رستگار رہا

کس سے سیکھا ہے ؟

مکرم عزیز الرحمٰن انور صاحب

مرے محمود پر تہمت لگانا کس سے سیکھا ہے؟
یہ اپنا نام محسن کُش رکھانا کس سے سیکھا ہے ؟

مسیحِ وقت کے در پر نہ جانا کس سے سیکھا ہے ؟
'مدینہ' کا بغاوت گڑھ بنانا کس سے سیکھا ہے ؟

خدا کے پاک لوگوں کو ستانا کس سے سیکھا ہے؟
ہٹے خود اور لوگوں کو ہٹانا کس سے سیکھا ہے؟

خلیفہ کی نہ بیعت کی خدا سے دور ہو بیٹھے
یہ اب دو دو خلیفوں کا بنانا کس سے سیکھا ہے؟

خلافت تو خدا کی ہے جسے چاہے عطا کر دے
خدا کے کام کو خود ہی بنانا کِس سے سیکھا ہے؟

جسے کہتے ہو بچہ تم خدا کا اس پہ سایہ ہے
بڑھاتا ہے خدا اس کو گھٹانا کِس سے سیکھا ہے؟

ہزاروں شیر اس شیرِ خدا کے پاس بیٹھے ہیں
یہ گیدڑ بھبکیوں سے دل ڈرانا کس سے سیکھا ہے؟

اشاعت نام لے کر ، لیا ہے لُوٹ دنیا کو
پرائے مال کو اپنا بنانا کس سے سیکھا ہے ؟

مقامِ قادیاں کو چھوڑ کر لاہور جا بیٹھے
پرے مرکز سے ہٹ کر بیٹھ جانا کس سے سیکھا ہے؟

حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں صاحبؓ گوہر

تجھ کو خدا نے چن لیا نورِ ہدایت کے لئے
اب تجھ سے بہتر کون ہے امر خلافت کے لئے
ہے مصلح موعود تو اللہ کا محمود تُو
فضل عمر تجھ کو کہا حق نے فضیلت کے لئے
تجھ کو اولوالعزمی ملی ، تقویٰ ملا ، عرفاں ملا
تو خود بشیر الدّین ہے آیا بشارت کے لئے

احمدؑ میں ہے ظہور محمدؐ کے نور کا

مکرم محمد شرافت اللہ خان صاحب شرافت، شاہجہانپوری

معنی تو ہیں قریب کے مطلب ہے دور کا
احمدؑ میں ہے ظہور محمدؐ کے نور کا

مدت سے بادہ خوارِ محبت ہیں تشنہ کام
دے ساقیا پیالہ شرابِ طہور کا

دیکھا نہ ہو تو دیکھ لو محمُود کا جمال
جلوہ نئے لباس میں حق کے ظہور کا

گھر گھر یہاں ہے برقِ تجلّی کی روشنی
دارالامان آج بھی بُقعہ ہے نور کا

دیکھو جدھر کو پھیلی ہے اسلام کی شعاع
لندن کے بھی سواد میں تڑکا ہے نُور کا

اس کی نظر میں حسن حسینوں کا کیا جچے
دیوانہ ہو جو برقِ تجلائے طور کا

اے جانشینِ مہدیٔ بر حق ادھر نگاہ
طالب ہے یہ فقیر دُعائے حضور کا

منکر کو ایک ذرّہ برابر نہیں تمیز
پُتلا بنا ہوُا ہے جو عقل و شعور کا

حاسد جمالِ حق کو جو دیکھے تو کس طرح
پردہ پڑا ہوُا ہے نظر کے قصور کا

شیدا ہیں ہم تو حُسنِ رُخِ بے مثال کے
زاہد ہے شیفتہ تو ہو غلمان و حور کا

بے شبہ بیڑا پار ہے دونوں جہان میں
اُمیدوارِ رحمتِ ربِّ غفور کا

راحت ہر ایک رنج ہے ہر درد ہے دوا
لیتا مزہ ہے عاشقِ صادق سرور کا

بے کھٹکے آکے بیٹھ لو کشتئ نوح ؑ میں
طوفانِ غم سے ہے جو ارادہ عبور کا

آئے نہ کیوں عذابِ الٰہی کہ رات دن
ہے مشغلہ جہان میں فسق و فجور کا

توبہ کرو ، ڈرو ، نہ کرو ضدّ و سرکشی
بھڑکا ہوُا غضب ہے خدائے غیور کا

چپکے سے آکے دامنِ محمُود تھام لو
ہرگز سنو نہ قول کسی بے شعور کا

کر لو حساب دیکھ لو مدت فراق کی
دفتر کھلا ہوا ہے سنین و شہور کا

پیدا بشر ہے خاک سے لازم ہے عاجزی
بننا نہ چاہیے اِسے پُتلا غرور کا

احمدؑ بنا کہیں کہیں محمود بن گیا
نیرنگ ہر جگہ ہے محمدؐ کے نور کا

دیکھو نظر اُٹھا کے مہ و مہر کی طرف
نقشہ کھچا ہوا ہے محمدؐ کے نور کا

محمود کے جمال کی حاسد کو کیا خبر
روشن ہے یہ چراغ محمدؐ کے نور کا

مانگو مدد خدا سے شرافتؔ کہ ہر طرف
سیلاب ہے فریب کا، طوفان زُور کا

میرے خُدا !

مکرم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ

اِک نبی تو نے ہمیں دکھلا دیا
کس قدر انعام ہے میرے خُدا
پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل
جس کا احمدؑ نام ہے میرے خدا

الف سالہ تیرگی کے بعد اب
نکلا بدرِ تام ہے میرے خدا
کافر و دجال کو نفخ مسیحؑ
موت کا پیغام ہے میرے خدا

اور یہی مومن مسلماں کے لئے
زندگی کا جام ہے میرے خدا
بیعتِ پیرِ مغانِ قادیاں
ماحییٔ آثام ہے میرے خدا

وہ نظیرِ حضرتِ احمدؑ نبی
شاہدِ گلفام ہے میرے خدا
مُصلحِ موعودؓ جُز محمود کے
مُرغِ بے ہنگام ہے میرے خدا

جو ترا طالب ہو ، آئے قادیاں
یہ صلائے عام ہے میرے خُدا

مکرمہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

خلیفہ خدا نے جو تم کو دیا ہے
عطاءِ الٰہی ہے فضل خدا ہے
یہ مولا کا اک خاص احسان ہے
وجود اس کا خود اس کی برہان ہے
خلیفہ بھی ہے اور موعود بھی
مبارک بھی ہے اور محمود بھی
لبوں پر ترانہ ہے محمود کا
زمانہ ، زمانہ ہے محمود کا

تحریک دعائے خاص

مکرمہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

اک جوانِ منحنی اُٹھا بعزمِ اُستوار
اشکبار آنکھیں لبوں پر عہدِ راسخ دل نشیں
شوکتِ الفاظ بھرّائی ہوئی آواز میں!
کرب وغم میں بھی نمایاں عزم و ایمان و یقیں
میں کروں گا عُمر بھر تکمیل تیرے کام کی
میں تری تبلیغ پھیلا دوں گا برُروئے زمیں
زندگی میری کٹے گی خدمتِ اسلام میں
وقف کر دوں گا خدا کے نام پر جانِ حزیں
یہ ارادے اور اتنی شانِ ہمت دیکھ کر
اُس گھڑی بھی محوِ حیرت ہو رہے تھے سامعیں
درد میں ڈوبی ہوئی تقریر سُن سُن کر جسے
لوگ روتے تھے ملائک کہہ رہے تھے ’آفریں‘
چشمِ ظاہر بیں سے پنہاں ہے ابھی اس کی چمک
تیری قسمت کا ستارا بن چُکا ماہِ مبیں

سر پہ اِک بارِ گراں لینے کو آگے ہو گیا
ناز کا پالا ہوا ماں باپ کا 'طفلِ حسین'
کر نہیں سکتا کوئی انکار عالَم ہے گواہ
جو کہا تھا اُس نے آخر کر دکھایا بالیقیں
ذاتِ باری کی رضا ہر دم رہی پیشِ نظر
خَلق کی پَروا نہ کی خدمت سے مُنہ موڑا نہیں
چیر کر سینے پہاڑوں کے قدم اُس کے بڑھے
سینہ کوبی پر ہوئے مجبور اعدائے لعیں

مکرمہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

دشمن بنے جو تیرے محبوں کی جان کے
وہ خود ہی اپنی جان سے بیزار ہوگئے

جھنڈا رہا بلند محمدؐ کے دین کا
ذلّت جو چاہتے تھے سبھی خوار ہوگئے

نظم

مکرم منشی منظور احمد صاحب منظور شاہ پوری

دشمنی ہم سے ہمارے آشنا کرتے رہیں
جس طرح ہو دوستی کا حق ادا کرتے رہیں

ان کو اپنی راہ ہے اور ہم کو اپنی راہ ہے
وہ جفا کرتے رہیں اور ہم وفا کرتے رہیں

ایک نقطہ نے انہیں محرم سے مجرم کر دیا
وہ دغا کرتے رہیں اور ہم دعا کرتے رہیں

ہم نہ چھوڑیں گے کبھی تہذیب کو ان کیلئے
گالیاں دیتے رہیں وہ ،ہم حیا کرتے رہیں

صبر ہے بس انکی اس گندہ دہانی کا جواب
صبر وہ جس پر فرشتے مرحبا کرتے رہیں

سامنے میدان میں آنے سے گھبراتے ہیں وہ
ہم بلاتے ہی رہیں وہ التوا کرتے رہیں

صلح مخلوقات سے کیسی کہ ہے خالق سے جنگ
کچھ خدا کے واسطے خوفِ خدا کرتے رہیں

کر کے انکارِ خلیفہ منکرِ احمدؑ ہوئے
ابتدا اس سے ہوئی اب انتہا کرتے رہیں

جس کو ملنی تھی خلافت فضلِ حق سے مل گئی
رونے والے حشر تک آہ و بکا کرتے رہیں

ہوگئے انکے تو ناسورِ جگر اب لاعلاج
مرہمِ عیسیٰ کا زخموں پر طِلا کرتے رہیں

شیخ امروہی پہ دیکھو کس قدر افسوس ہے
آپ بھی اخفائے شانِ میرزا کرتے رہیں

صادقوں کی روشنی کو دور کر سکتا ہے کون
وہ جو کوشش کر رہے ہیں، کیا ہوا کرتے رہیں!

کیا کسی دن ہم بھی یارب جارہیں گے قادیاں
ہاں دعا تو روز ہم صبح و مسا کرتے رہیں

میں تو خادم ہوں محمدؐ ، احمدؑ و محمود کا
وہ جو کرتے ہیں گلا منظورؔ کا کرتے رہیں

رب کرے منظورؔ کی سب مشکلیں آسان ہوں
خادمانِ حضرتِ مہدی دعا کرتے رہیں

خلافت

حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحبؓ گوہر

حیف ہے مسلم نہ سمجھے گر خلافت کا مقام
دیکھتا رہتا ہے جو تسبیح کا اپنی امام

ہے نبوت رشتۂ تسبیح ، دانے مقتدی
جن کو رکھتا ہے بہم اور منتظم ان کا امام

مقصدِ تسبیح ہے ذکرِ الٰہی رات دن
منحصر گویا خلافت پر ہے یہ سارا نظام

کیا نبوت ، کیا شریعت ، کیا الوہیّت کا بار
ہے خلافت ہی کے سر پر ، تا رہے ان کا قیام

کیوں خُدا مبعوث کرتا انبیاء کا سلسلہ
گر چلانا چاہتا وہ بے نبوت اپنا کام

بے خلافت سلسلہ رہتا نبوت کا اگر
مومنوں کو کرتی کیوں صدیقِ اکبر کا غلام

سیدھی سادھی ہے یہ منطق کوئی دانا ہو اگر
سرکش و ناداں کو لیکن کیا ہے اس منطق سے کام

گالیوں سے جن کو فرصت ہی نہ ملتی ہو کبھی
سامنے ان کے ہو کیوں تسبیح اور اس کا امام

انجمن برتی ہے ہم نے انجمن کے کام بھی
بے امارت اس کا بھی چلتا کبھی دیکھا نہ کام

ہے یہی جمہوریت کا حال جو رکھتی ہے شاہ
اِک وجودِ مرکزی شایانِ تعظیمِ عوام

اسمیں بھی مختارِ کُل ہوتا ہے اک اعظم وزیر
چلتے ہیں باقی وزیر اس کے اشارہ پر تمام

ہیں جو بے شاہوں کے جمہوریتیں زیرِ امیر
وقتِ مشکل کرتی ہیں مختارِ کل اس کو تمام

مشورے لیتا ہے لیکن فیصلے کرتا ہے خود
کیبنٹ اور انجمن گویا کہ ہے اس کی غلام

اہلِ شوریٰ اور ناظر ، ناظروں کی انجمن
اور کیا ہے یہ، خلافت دُوسرا ہے اس کا نام

ہار کر جھک مار کر آتی ہے پھر دنیا یہیں
نقطۂ مرکز یہی ہے اور خدا کاہے نظام!

پارلیماں کی جگہ آنے لگی ڈکٹیٹری
یعنی بے وحدت بہت مشکل ہے کرنا اہتمام

ہے خلافت کے لئے تسبیح اک تشبیہہِ تام
جسکے آگے ہوتے ہیں گنتی کے دانے اور امام

سرکشی مانع نہ ہو گوہر تو سیدھی بات ہے
ہیں سمجھتے جس کو کالانعام دنیا کے اِمام

مکرم دامنؔ اباسینی صاحب

مئے عشقِ رسولؐ رکھتا تھا؟
میکشی کے اُصول رکھتا تھا
چشمِ اہلِ نظر کا تارا تھا
عام حُسنِ قبول رکھتا تھا
جانشین مسیح ثانی تھا
حجتِ پاک کی نشانی تھا

فغانِ درویش

در فراق حضرت مصلح موعود و دیگر بزرگان قادیان

مکرمہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ

جو دور ہیں وہ پاس ہمارے کب آئیں گے ؟
دل جن کو ڈھونڈتا ہے وہ پیارے کب آئیں گے؟

ہر دم لگی ہوئی ہے سرِ راہ پر نظر
آخر ہماری آنکھ کے تارے کب آئیں گے ؟

یا رب ہمارے 'شاہ' کی بستی اداس ہے
اس تخت گاہ کے راج دلارے کب آئیں گے؟

لب پر دعا ہے تیرے کرم پر نگاہ ہے
عاشق ترے 'حبیب' ہمارے کب آئیں گے ؟

جو سر کو خم کئے تری تقدیر کے حضور
تیری 'رضا' کو پا کے سدھارے کب آئیں گے؟

کب راہ ان کی تیرے فرشتے کریں گے صاف
کب ہوں گے واپسی کے اشارے؟ کب آئیں گے؟

جو ٹوٹ کر گئے ہیں اسی آسمان سے
پھر لوٹ کر ادھر وہ ستارے کب آئیں گے ؟

صحنِ چمن سے 'گل' جو گئے مثلِ 'بوئے گل'
رحمت کی بارشوں سے نکھارے کب آئیں گے؟

زخمِ جگر کو مرہمِ وصلت ملے گا کب
ٹوٹے ہوئے دلوں کے سہارے کب آئیں گے؟

دیکھیں گے کب وہ محفلِ کَالْبَدْرِ فِیْ النُّجُوْمِ
وہ 'چاند' کب ملے گا وہ تارے کب آئیں گے؟

کب پھر 'منارِشرق' پہ چمکے گا آفتاب
'شب' کب کٹے گی 'دن' کے نظارے کب آئیں گے؟

کہتا ہے رو کے دل شبِ تاریک، ہجر میں
وہ 'مہر و ماہتاب' تمہارے کب آئیں گے؟

حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؓ گوھر

خدا کا فضل اے ''فضلِ عمر'' تجھ سے ہے وابستہ
زبانِ بحر و بر پر احمدیت کا ہے افسانہ

خلافت اور جماعت احمدیہ

مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر

خدا ضائع نہیں کرتا کبھی اپنی جماعت کو
تباہی سے بچاتا ہے ہمیشہ وہ صداقت کو

یہ وعدہ ہے خدا کا مومنوں سے اور بشارت ہے
حفاظت کیلئے ہم نے مقرر کی خلافت ہے

فدائی جان و دل سے گر رہو شمعِ خلافت کے
یقیناً ہوں گے ہم ضامن تمہاری ہر حفاظت کے

رکھے پیشِ نظر ہر احمدی حکمِ خداوندی
سعادت ہے یہی دارین کی یہ ہی خرد مندی

خلافت سے عقیدت میں کمی ہرگز نہ آنے دو
اگر جاتی ہو جاں اس راہ میں تو اس کو جانے دو

کوئی چون و چرا حکمِ خلیفہ میں نہیں جائز
یہی نکتہ کرے گا دین و دنیا میں تمہیں فائز

خلیفہ حکم دے تو شوق سے تم آگ میں کودو
مسرت سے سمندر میں اگر ہو حکم جا ڈوبو

چلو تم دھار پر تلوار کی گر وہ یہ فرمائے
اگر ایمان ہے دل میں تو ابرو پہ نہ بل آئے

اگر دے حکم تو چپ چاپ مار اور گالیاں کھاؤ!
اشارہ ہو تو بڑھ کر تختۂ سولی پہ چڑھ جاؤ!

کرو قربان ہر اک پیار کو تم اس پیارے پر
نچھاور کر دو ہر اک چیز کو ادنیٰ اشارے پر

غرض سمجھو نجاتِ اخروی اس کی اطاعت میں
نہاں سمجھو خدا کا حکم اس کی ہر ہدایت میں

ہمارے چار سو گو آج ظلمت اور اندھیرا ہے
اگرچہ دشمنوں نے ہر طرف سے ہم کو گھیرا ہے

خلافت سے رہے لیکن اگر ہم یونہی وابستہ
مثالِ دانۂ تسبیح اک رشتہ میں پیوستہ

نفاق و اختلاف و بغض و کینہ سب سے برگشتہ
خلیفہ کی اطاعت کے لئے ہر آں کمر بستہ

یقیں جانو ہمارے واسطے پھر کامیابی ہے
عدو کے واسطے دونوں جہانوں میں خرابی ہے

جذباتِ مہجور

مکرم مہجور پسروری صاحب

دربارِ خلافت میں پہنچے سرسبز ہوئے آباد ہوئے
سب رنج مٹے، تسکین ملی، غم دور ہوئے دل شاد ہوئے

ہر وقت دلوں میں ہے اپنے ایمان خدا کی نصرت پر
رنجوں کی کبھی پرواہ نہ کی گو ہم وقفِ بیداد ہوئے

آپس میں محبت رکھتے ہیں، دل موم کی صورت ہیں سب کے
دشمن کے مقابل پر آکر پتھر کے بنے فولاد ہوئے

ہم سر کو جھکا کر مقتل میں خوش شوقِ شہادت میں پہنچے
جب قتل پر اپنے آمادہ شمشیر بکف جلاد ہوئے

تم ظلم وستم کے بانی ہو، اور جور و جفا کے موجد ہو
ہم رنج والم سہہ سہہ کے پلے، غم کھانے میں استاد ہوئے

ارشادِ الٰہی پر حوروں نے بابِ اثر کو کھول دیا
جب وقتِ سحر نالے اپنے مائل بہ لبِ فریاد ہوئے

تاوقتِ مقدر مجبوراً افسردہ گلوں کا ساتھ دیا
گو ہم پہ ستم مالی نے کئے صد ہا جورِ صیاد ہوئے

مہجور پھنسے تھے مدت سے تم دھوکے کی زنجیروں میں
سب بند خدا نے توڑ دئے صد شکر کہ پھر آزاد ہوئے

برکاتِ خلافت

حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہرؔ

ہر مصیبت سے بچاتی ہے وہ طاقت ہے یہ
یہ خلافت ہے کہ اللہ کی رحمت ہے یہ
ہاتھ اُٹھے گا جو خلاف اس کے وہ کٹ جائے گا
قاطعِ کفر ہے شمشیرِ صداقت ہے یہ
اسی بنیاد پہ ہے دینِ خدا کی تمکیں
دستِ محمودؓ نہیں ہے یدِ قدرت ہے یہ
ہے یہی حبلِ خدا جس کا پکڑنا واجب
بیعتِ حق جسے کہتے ہیں وہ بیعت ہے یہ
وحیٔ قرآن کا انکار ہے اسکا انکار
منکرو سوچو تو کس درجہ کی نعمت ہے یہ
تم سمجھتے ہو نبوت سے ہو وابستہ مگر
دجلِ شیطاں ہے یہ انکارِ نبوت ہے یہ
بیعتِ ابنِ مسیحا میں مسیحائی ہے
اس سے دوری!! مرضِ قلب کی شدت ہے یہ
جلوہ گر چہرۂ محمودؓ میں ہے نورِ خدا
عرش سے اترا ہے جو رازِ حقیقت ہے یہ

مان کر مہدی کو پھر اس کی وحی کا انکار
منکرو نفس کی ظلمت ہے جہالت ہے یہ

کیا نہیں حضرتِ احمدؑ کی وحی سے ظاہر
جس کو تائیدِ خدا ہے وہ خلافت ہے یہ

تم بگڑ کر نہ بنے اور یہ بنتی ہی رہی
جس کا معمار خدا ہے وہ عمارت ہے یہ

'آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے'
حضرتِ احمدِؑ مرسل کی وصیت ہے یہ

ہے اولوالعزم سے دوری تو فنا کا رستہ
جس سے بچنا نہیں ممکن وہ ہلاکت ہے یہ

سایۂ فضلِ عمر ، سایۂ رحمت جانو
دین و دنیا جو سنوارے وہ معیت ہے یہ

افترا چھوڑ دو محمود پہ اے نادانو!
جس پہ نازاں ہے نبوت وہی عِترت ہے یہ

اس کا حامی ہے خدا اُس کے فرشتے ناصر
تم جسے چھین نہیں سکتے وہ نصرت ہے یہ

اس خلافت سے جو ٹکرائے وہ مٹ جائے گا
مالکِ کون و مکاں ہی کی مشیّت ہے یہ

یہ تو یوسف ہے کہ بے داغ ہے دامن اس کا
جس پہ مٹ جائے گی دنیا وہی صورت ہے یہ

اے گرفتارِ نفاق اپنی خبر لے جلدی
درکِ اسفل میں نہ گر راہِ ضلالت ہے یہ

کیا ہی خوش بخت ہیں جو سایۂ محمود میں ہیں
مطمئن رکھتی ہے جو ان کو وہ رحمت ہے یہ

رات دن فکر ہے دنیا کی ہدایت کی اسے
خدمتِ خلق اسے کہتے ہیں خدمت ہے یہ

کچھ کتابیں جو ادھر اور اُدھر سے لے کر
کر لیں تالیف تو کیا وجہِ امارت ہے یہ؟

بات تو جب ہے کہ ہو نورِ ہدایت ان میں
ظلمتِ کفر مٹے ان سے ہدایت ہے یہ

پھیلتے جاتے ہیں محمود کے دنیا میں ایاز
احمدیت پہ ہیں قربان اشاعت ہے یہ

فقر و فاقہ میں غریبی میں بسر کرتے ہیں
پھر بھی ہیں تابعِ فرمان اطاعت ہے یہ

سر ہتھیلی پہ لئے پھرتے ہیں اس کے خادم
جان و دل اس پہ فدا کرتے ہیں الفت ہے یہ

وہ کہ دن رات دعاؤں میں گھلا جاتا ہے
سخت دل ان کو سمجھتا ہے حکومت ہے یہ

اپنے بچوں سے زیادہ اسے پیارے وہ ہیں
جو خدا کیلئے مرتے ہیں حقیقت ہے یہ

تیرے پیاروں کا ہوں مدّاح خدایا ہو قبول
کوئی خدمت ہے مرے پاس تو خدمت ہے یہ

جس نے اس نظم کی تحریک مجھے کی گوہرؔ
کر دعا اس کے لئے اصلِ اخوّت ہے یہ

مکرم روشن دین تنویر صاحب

نظام خدا ہے نظام خلافت
کہ حبل المتیں ہے قیامِ خلافت
بناتی ہے بنیانِ مرصوص ہم کو
ہوا اس لئے اہتمامِ خلافت

خلافت

حضرت قاضی ظہورالدین اکمل صاحبؓ

خلافت ہے نبوت کا ضمیمہ
ہے بعد اس کے نظامت کا وسیلہ

سُناتی ہے رسالت حکمِ باری
دکھاتی ہے نشاں اللہ کے بھاری

وُہ راہیں پاکبازی کی بتائے
کتاب و حکمتِ ربیّ سکھائے

دلائل سے ہمیں آگاہ کر دے
ہماری جھولیاں تقویٰ سے بھر دے

نبی کے بعد پھر اِک جانشیں ہو
مقامِ صدق میں ایسا مکیں ہو

جماعت کو بہم پیوست رکھے
وہ ان سب کو کشاد و بست رکھے

بجا لائیں اکٹھے خدمتِ دیں
وہ مل جُل کر بڑھائیں عظمتِ دیں

ہو تمکیں دین کو پھر ان سے حاصل
نہ خوف و حُزن ہو، سب رب سے واصل

محمد مصطفیٰؐ کی پیشگوئی
کرے گا آکے پوری جو بھی کوئی

وہی ہو گا نبی بھی اُمّتی بھی
مسیح و مہدیٔ ہر مقتدی بھی

کہ منہاجِ نبوّت پر خلافت
کرے گا آ کے قائم تا قیامت

چنانچہ الوصیت میں بتایا
کہ مَیں ہوں قدرت اوّل بن کے آیا

اب اس کے بعد قدرتِ ثانی آئے
جو تم کو مفلح و مُصلح بنائے

مکرم ظہور احمد صاحب

خلافت ایک نعمت ہے خدائے پاک کا احساں
گروہِ مومنیں و صالحیں کی ہے یہی پہچاں

منتظر تھے جس کے مدّت سے وُہ دن آ ہی گیا!

مکرم جناب ثاقبؔ زیروی صاحب

ہمنشین آیا ہوں دل کو گدگدانے کے لئے
اک حقیقت آفریں مژدہ سنانے کے لئے

آج تیرے واسطے ہے اک پیامِ جانفزا
میری تیری روز کی بحثوں کا بیّن فیصلا

وحیِ حق نے آخرش توڑا یہ آہوں کا طلسم
منتشر نغموں کا، مُجسّس نگاہوں کا طلسم

تیرے امکاں اور گنجائش کی زحمت اڑ گئی
میری جانب سے دلائل کی ضرورت اڑ گئی

منتظر تھے جس کے مدت سے وُہ دن آ ہی گیا
اور خُدا نے خواب میں حضرت کو جتلا ہی دیا

ہے مبارک 'مصلح موعود' وُہ فضل عمر
مہدیٔ موعودؑ کی اُس پیشگوئی کا ثمر

وہ 'وجیہہ اور پاک لڑکا' صاحبِ عزم بلند
ہاں وہی 'فرزند دلبند و گرامی ارجمند'

'وہ علوم ظاہریٔ و باطنی سے پُر فہیم'
وہ 'مسیحی نفس' 'اولوالعزم و ذکی' دل کا حلیم

روح کی برکت سے جو دیگا مریضوں کو شفا
'کلمۃ اللہ' کلمۂ تمجید سے بھیجا ہوا

جو شکوہ و تمکنت سے اس جہاں میں آئیگا
اور کناروں تک زمیں کے خوب شہرت پائیگا

جس کے سر پر سایہ ہو گا اُس خدائے پاک کا
جس نے پائی قدس کی برکات سے نشو ونما

'قیدیوں کا رُستگار' اور پاسدارِ بیکساں
مظہرِ شانِ خدا وہ ماہ وِش والا نشاں

جو مجسم نور ہے مولا کی رحمت کا نشاں
حسن و احساں میں نظیرِ مہدیٔ آخر زماں

جس کے دم سے قومیں برکت پائیں گی وُہ آپ ہیں
جس سے بگڑی قسمتیں بن جائیں گی وُہ آپ ہیں

نویدِ جوبلی

محترمہ شاکرہ خاتون صاحبہ

خوشی کا غلغلہ گونجا کہ سلور جوبلی آئی
صبا جا کر یہ مژدہ سارے عالم میں پکار آئی

لگایا احمدیت کا چمن دُنیا میں احمدؑ نے
کہ جسمیں اِک جہاں نے باغِ جنّت کی ہوا پائی

اسے فضلِ عمر نے چشمۂ عرفان سے سینچا
برس پچیس جب گزرے تو اک رنگیں بہار آئی

نویدِ جوبلی سُنکر ہوئے مدہوش سب عاشق
مگر جذبہ مسرت کا اُٹھا اک لے کے انگڑائی

چراغاں ماہ و انجم سے ہے بڑھ کر ضوفگن، دیکھو!
بھلا پھر کیوں نہ ہو چکّر میں عقلِ چرخِ مینائی

زمیں سے آسماں تک دھوم ہے اس جشنِ اطہر کی
امامِ وقت کے ہیں خاکی و نوری بھی شیدائی

کیا ہُشیار مہدی نے ہمیں جب ساری دنیا میں
شرابِ کفر میں مدہوش تھی پیری و برنائی

سہارا دامنِ فضلِ عمر کا مجھ کو ہے کافی!
کہ جس کے چہرۂ انور پہ ہے شانِ مسیحائی

کوئی اے شاکرہ پیغام ’پیغامی‘ کو پہنچا دے
امیر المؤمنین کی جیت اور دشمن کی پسپائی

خلافت

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحبؓ

خلافت سے وابستگی رُوحِ مِلّت
اسی سے ہے بڑھتا وقارِ جماعت

یَدُاللہ جس پر ہے ارشاد نبویؐ
کرو جان و دِل سے سب اسکی اطاعت

خلیفہ ہمارا جو فضلِ عمر ہے
الٰہی کتابوں میں اس کی خبر ہے

مسیح محمدؐ نے فرما دِیا تھا
ہمیں اس کا رُتبہ بھی بتلا دیا تھا

بڑا صاحبِ شان و شوکت وہ ہو گا
اُولُوالْعَزم ذی جاہ و دَولت وُہ ہو گا

زمیں کے کِناروں تلک اُس کی شہرت
پہنچ جائے گی یعنی تبلیغ و دعوت

عباءِ خلافت سے ملبوس ہو گا
جو منکر ہے وہ سخت منحوس ہو گا

وہ موعود بیٹا نشاں ہے خُدا کا
وہ ہادی ہے اُمَّت کی راہ ہدیٰ کا

مبارک زمانہ ہے اُس با خدا کا
یہ ہے فضل مَولائے ارض و سما کا

مبارک جو بیعت میں اُس کی ہیں داخل
کہ ہوں گے وُہی حضرتِ حق سے واصل

مبارک کہ پچیس سالوں سے قائم
خلافت ہے فضل الہٰی سے دائم

منائیں گے ہم جوبلی سب خوشی سے
شریک اُس میں ہوں گے جو صدقِ دلی سے

جو موجود ہے مال قرباں کریں گے
کہ قدموں میں اس کے یہ سب کچھ دھریں گے

فدا جان بھی اپنی کر دیں تو کیا ہے
یہی اپنا مقصد یہی مدّعا ہے

کہ اسلام کا بول بالا ہو دائم
وہی سب سے مقبول و اعلیٰ ہو دَائم

شانِ خلافتِ محمود

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحبؓ

تعالیٰ اللہ کیا شانِ خلافت ہے
مِرا محمود ہی جانِ خلافت ہے

معارف کے گُہر جھڑتے ہیں لب سے
وُہی تو ابرِ نیسانِ خلافت ہے

خدا خود میرِ سامانِ خلافت ہے
جو دنیا ساری میدانِ خلافت ہے

ضیا افگن ہے تا اکنافِ عالم
کہ جو بدرِ درخشانِ خلافت ہے

پھلا پھولا گُلستانِ خلافت ہے
تو پُر رَونق دبستانِ خلافت ہے

گُلِ سر سبز باغِ احمدیّت
بہارِ بے خزاں آنِ خلافت ہے

سلامت ناصرِ دینُ الہدیٰ باد
یہ اکملؔ دِل سے قُربانِ خلافت ہے

جوبلی کی مبارک تقریب

حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحبؓ گوہؔر

مبارک ہو سب کو خلافت کی جوبلی
خلافت کی اور احمدیت کی جوبلی

بہار آئی پھر باغِ اسلام میں اب
خدا نے دکھائی شریعت کی جوبلی

خدا نے مسیحا کو دنیا میں بھیجا
منائیں نہ کیوں ہم نبوت کی جوبلی

مسلمان پھر اب مسلمان ہوئے ہیں
بجا ہے کہیں گر طریقت کی جوبلی

کیئے مال و جاں ہم نے احمدؑ پہ قرباں
ملی ہم کو دورِ شہادت کی جوبلی

منایا ہے جشن آسماں اور زمیں نے
نرالی ہے یہ شان و شوکت کی جوبلی

مبارک ہو فضلِ عمر آپ کو یہ
خدا کی طرف سے فضیلت کی جوبلی

ہوُا پرچم اسلام کا خوب اُونچا
یہ ہے دینِ احمدؐ کی رفعت کی جوبلی

یہ ہے خسروی دَور امن و اماں کا
ہے دنیا میں پہلی اخوّت کی جوبلی

جلا ڈالے گی گوہر اعدائے دیں کو
یہ محمود کی شانِ عظمت کی جوبلی

حضرت قاضی ظہورالدین اکمل صاحبؓ

دعائیں کرتا ہے اکمل صداقتِ احمدؐ
جہاں میں پھولے پھلے از خلافتِ احمدؐ
علی الخصوص یہ محمود مُصلح موعود
ہے اس کے حق میں دُعائے جماعتِ احمدؐ
ترا جمال ترقّی کرے قیامت کی
ترے کمال میں ہو شان ہر کرامت کی

خلافت کی برکات

مکرم مبشر احمد صاحب پسر حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی

حفاظت اہل ایماں کی مقدر ہے خلافت سے
خلافت ہی بچاتی ہے اُنہیں قعرِ مذلّت سے

خلافت مظہرِ شانِ نبوت نورِ وحدت ہے
خلافت روحِ مذہب ہے خلافت جانِ ملّت ہے

خلافت ہی ستونِ اُمت و سامانِ رحمت ہے
خلافت ہی جہاں میں دین کی وجہِ حفاظت ہے

خلافت ہی ہدایت کے لئے تکمیل کا باعث
خلافت ہی شریعت کے لئے تعمیل کا باعث

خلافت حق تعالیٰ کی رفاقت کا نشاں سمجھو
خلافت نعمتِ ارض و سما ، کون و مکاں سمجھو

خلافت کی اطاعت میں نہاں راہِ جناں سمجھو
خلافت ہی سے وابستہ نجاتِ دو جہاں سمجھو

غرض جب بھی کبھی اس دور کا آغاز ہوتا ہے
تو ظاہر دستِ قدرت سے نیا اِک راز ہوتا ہے

جہاں میں نور سے معمور ہیں اہل خلافت ہی
مئے عرفان سے مخمور ہیں اہل خلافت ہی

نگاہِ یار میں منظور ہیں اہلِ خلافت ہی
مظفّر ، غالب و منصور ہیں اہلِ خلافت ہی

وہی معتوب ہوتے ہیں وہی مقہور ہوتے ہیں
خلافت کے جو دامن سے مبشّر دور ہوتے ہیں

مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب

'خلیفہ' تو علی وجہ البصیرت پاک ہوتا ہے
مگر ''منکر'' ہمیشہ بے ادب بے باک ہوتا ہے
ترقی دن بدن ہوتی ہے اُس کی بدگمانی میں
حقیقت میں وہ منکر 'فاسق' و ناپاک ہوتا ہے

'خلیفہ' درگہِ خلّاق میں مقبول ہوتا ہے
عدو اُس کا مگر بے راہ نامعقول ہوتا ہے
خُدا جب خود خلیفہ کو عطا کرتا ہے یہ منصب
تو پھر وہ کیوں خلافت سے بھلا معزول ہوتا ہے

دیکھ لو آ کر مسیحا کی دعاؤں کا نشان

مکرم جناب چودھری فیض عالم خان صاحب

قادیاں میں چشمۂ تنویر آکر دیکھئے
اپنے دل کے خواب کی تعبیر آ کر دیکھئے
جس ''میاں محمودؔ'' کو سمجھے تھے بچہ ہے ابھی
اُس میاں محمُود کی تقدیر آ کر دیکھئے
مصلحِ موعود بھی اس کے نصیبوں ہی میں تھا
قادیاں کی خاک کی توقیر آ کر دیکھئے
دیکھ لو آکر مسیحا کی دعاؤں کا نشاں
میرزا کا نالۂ شبگیر آکر دیکھئے
نطقِ پیغمبر سے جو نِکلی تھی اجمالاً کبھی
آج اُس اجمال کی تفسیر آ کر دیکھئے
وقت کی آنکھوں نے دیکھی تھی جو تصویرِ جمال
حسن و احساں کی وُہی تصویر آ کر دیکھئے
جو مقدس سلسلہ اُمّی نبی سے تھا چلا
وُہ یہاں زنجیر در زنجیر آ کر دیکھئے

یعنی منہاجِ نبوت پر خلیفوں کا قیام
دینِ احمد کے امانت گیر آ کر دیکھیے
راز کیا ہے الوصیّت اور تحریک جدید
اِک نظامِ نَو کی یہ تعمیر آ کر دیکھیے
جو مقدس خواب چشمِ انبیاء میں تھا نہاں
اُس مقدس خواب کی تعبیر آ کر دیکھیے
جس کی بنیادوں کو مستحکم مسیحا نے کیا
ہو گیا وُہ قصرِ دیں تعمیر آ کر دیکھیے
قادیاں جنت نشاں یہ جنتِ اہلِ یقیں
اس میں کوثر ، اِس میں جُوئے شیر آ کر دیکھیے
جو کِرَن پھوٹی تھی احمدؑ کی نگاہِ ناز سے
وُہ تجلی آج کِشور گیُر آ کر دیکھیے
دُشمنوں کی چھاتیوں پر لوٹتے مارِ سیاہ
سرسراتا سا رگوں میں تِیر آ کر دیکھیے
مُصلحِ موعُود کی مدحت خود اک اعجاز ہَے
فیضؔ کے اشعار کی تاثیر آ کر دیکھیے

خلافت کی اہمیت

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحبؓ

خلافت موجبِ اجماعِ اُمّت ایک رحمت ہے
خلافت باعثِ اعزازِ ملّت ایک نعمت ہے

خلافت ارتقاءِ نسلِ انسانی کی صورت ہے
یہ مومن صالح الاعمال کی جاوید دولت ہے

خلافت میں خداوندِ دو عالم کی نیابت ہے
خلافت میں تمام اقوامِ عالم کی امامت ہے

خلافت لازم و ملزوم شانِ ہر نبوّت ہے
خلافت بعد میں روشن نشانِ ہر رسالت ہے

خلافت ہی سے استحکامِ اَحکامِ شریعت ہے
خلافت ہی سے قلع و قمع کُفر وشرک و بدعت ہے

خلافت سے نظامِ ملّتِ بیضا کی قوّت ہے
خلافت سے نفاذِ امر و نہیٔ ہر حکومت ہے

خلافت سرِّ وحدت وَجہِ تنظیم جماعت ہے
یہی رُوح وروَاں وصِدق و اخلاص ومحبّت ہے

خلافت ہی میں پوشیدہ مُسلمانوں کی رفعت ہے
جورُوگرداں ہوئے اس سے، مجھے اُن سے شکایت ہے

خلافت سے جو پھرتے ہیں ضلالت میں وہ گرتے ہیں
خلافت کی اطاعت ربِّ اکبر کی اطاعت ہے

خلافت سے بدل جاتی ہے تقدیرِ اُمَم جلدی
یہ حسبِ وحیِ ربّانی وُہی موعود ساعت ہے

خلافت میں بڑے چھوٹے ہوئے چھوٹے بڑے ہونگے
اِسی دُنیا میں قائم ہونے والی اک قیامت ہے

خلافت قدرتِ ثانی نبوّت قدرتِ اوّل
اگر یہ ابتداء کہئے تو وہ انجامِ اُمت ہے

خلافت سے مسلماں پھر مُسلماں ہوتے ہیں اکثر
یہ دَورِ خُسروی آغاز ہونے کی علامت ہے

خلافت سے ہوا فرقان امرِ حق و باطل میں
یہ ہر اسلامی گھر کے واسطے حِصن و نظارت ہے

خلافت ہی نے کُچلیں، کُچلیاں اس اژدھے کی ہیں
بنی آدم کو ڈس لینا پُرانی جس کی عادت ہے

خلافت پر تصدّق مال و جانِ مؤمناں ہو گا
کہ دینی دُنیوی آثار کی اس سے حفاظت ہے

خلافت احمدیہ کا بھی یہ اجماع ہے پہلا
بقولِ اہل حَل و عَقد مضمونِ وَصیّت ہے

خلافت سے ہے روز افزوں ترقی اس جماعت کی
اِسی سے ہو رہی تنظیمِ مُلک وقوم و ملّت ہے

یہ چرچا ہو رہا ہے اور ہونا چاہیے اکمل
خلافت سیّدی محمود احمد کی خلافت ہے

مکرم عبد السلام اختر صاحب

اے صاحب اعجاز قلم تجھکو یہ عالم
جب تک ہے لہو دل میں رواں یاد کرے گا
اے کوہِ وقار عظمت انسان کے پیکر
عظمت کو تیری کوہ گراں یاد کرے گا
ہر اہل سخن اہل نظر اہل تفکر
حسن نظر و فکرِ بیاں یاد کرے گا

احمدیت اور خلافت

مکرم چوہدری نعمت اللہ خان صاحب گوہؔر

کام جب کر چکی سب ختم نبوت اپنا
میری الیبلی خلافت کا زمانہ آیا

دورِ صدّیقی و فاروقی نے پلٹا کھایا
آیا حصّہ میں ہمارے وہی جامِ صہبا

جس کی خمخانۂ یثرب میں پڑی تھی تمہید
پانی پانی ہے جسے دیکھ کے جامِ جمشید

میں ہوا خواہِ خلافت ہوں خلافت میری
ہے یہی پشت و پناہ بعدِ رسالت میری

سرِتسلیم کیا خم ، ہوئی عزّت میری
بڑھ گئی چرخِ چہارم سے بھی وقعت میری

سینکڑوں تمغے ہیں سربازِ خلافت کیلئے
جاں بھی دے دیجئے اعزازِ خلافت کیلئے

جاہ و اقبال یہی دولت و ثروت ہے یہی
دین و ایمان یہی ، راہِ طریقت ہے یہی

دہر میں ناشرِ انوارِ نبوت ہے یہی
ساقیٔ ماہ وشِ بادۂ وحدت ہے یہی

جس نے اس راز کو سمجھا نہیں انسان ہے کیا؟
وہ ہے انسان تو بتلاؤ کہ حیوان ہے کیا؟

ہنسوں کونجوں کی قطاروں میں بھی قائم ہے نظام
شہد کی مکھیوں نے پایا اسی سے اکرام

ہو نہ آگاہ جو مسلم تو ہے حیرت کا مقام
دیکھو تسبیح کے دانوں میں بھی ہوتا ہے امام

معتقد چور بھی ہیں چیلے ہیں ڈاکو اس کے
دل سے گُن گاتے ہیں چنگیز و ہلاکو اس کے

ہے خلافت ہی سے معمور جہانِ رحمت
ہے یہی معنۓ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نعمت

ہوا صدیق خلیفہ بنی اپنی قسمت
یعنی وہ محرمِ اسرار حکیم الامت

سخت دشوار گذار اور تھی گھاٹی پُر خار
نورِدیں ہو گیا اس راہ میں مشعل بردار

دشت و گلزار پہ احسان ہے نور الدینؓ کا
ہر گُل و خار پہ احسان ہے نور الدینؓ کا

عاشقِ زار پر احسان ہے نور الدینؓ کا
چشمِ بیمار پر احسان ہے نور الدینؓ کا

موردِ برقِ تجلی تھی نگاہیں اُس کی
عرش سے پار نکل جاتی تھی آہیں اُس کی

صدق سے دھونی درِحق پہ رمائی کس نے
درسِ قرآن کی محفل وہ سجائی کس نے

ایڑ راہوارِ خلافت کو لگائی کس نے
لشکرِ کفر پہ تلوار چلائی کس نے

تمکنت دین کو حاصل ہوئی کافی وافی
کر کے دکھلا دیا سچ وعدۂ استخلافی

روز و شب ہم کو سکھایا کہ شریعت ہے وہی
بعد ازاں سنت و الہام و احادیثِ نبیؐ

نئی تعلیم کی قرآں نے نہ حاجت چھوڑی
آیا ہے خدمتِ ملت کیلئے احمدؑ بھی

پھر ہوا واصلِ حق ہم کو نصیحت کر کے
اتحاد اور محبت کی وصیت کر کے

اُس کی وارث ہوئی یہ پاک جماعت اپنی
سورۂ جمعہ میں مذکور ہے عظمت اپنی

شیخ کو گو نہ ہو معلوم حقیقت اپنی
قدسیوں میں تو ہے مشہور سیادت اپنی

حیدر و بوذر و سلمان ہیں ہم میں موجود
عمر و طلحہ و عثمان ہیں ہم میں موجود

ہے رسا بخت تو اقبال ہے یاور اپنا
ایک ادنیٰ سا ہے چاکر شہِ خاور اپنا

ہم جو داور کے ہوئے ہو گیا داور اپنا
قول اندھوں کو نہیں آئے گا باور اپنا

برگزیدہ ہیں خدا کے تو نبیؐ کے پیارے
توڑنے آئے ہیں‌ہم چرخِ بریں کے تارے

درِ اغیار پہ جھکتے نہیں غیّور ہیں ہم
آج شرمندہ کنِ قیصر و فغفور ہیں ہم

رہروِ راہِ دنایت سے بہت دُور ہیں ہم
حبِّ اسلام سے تسلیم ہے معمور ہیں ہم

آسمانِ شرفِ دین کے نیّر ہم ہیں!
وارثِ ملکِ سلیمان و سکندر ہم ہیں!

پیشوا اپنا غنیمت ہے، کہ محمود ہے آج
وہی یعسوب وہی قوم کا موعود ہے آج

آ گیا ہاتھ ہمیں گوہرِ مقصود ہے آج
راہ ہر فتنہ و شر کی ہوئی مسدود ہے آج

شبِ دیجور کٹی مہرِ سیادت چمکا
ظلمتیں دور ہوئیں نورِ خلافت چمکا

مکرم عبدالسلام اختر صاحب

برسوں یہ نقش دل سے مٹایا نہ جائے گا
محمودؓ تیرا نام بھلایا نہ جائے گا
تیرا مقام پا نہ سکے گی نگاہ شوق
تیرا نظیر پھر کبھی لایا نہ جائے گا

بقائے خلافت

مکرم ثاقب زیروی صاحب

سنی ہم نے جس دم نوائے خلافت
ہوئے جان و دل سے فدائے خلافت

ہمیں خلد ربوہ کی پہنائیوں میں
نظر آرہی ہے ردائے خلافت

زمانے کی رفتار یہ کہہ رہی ہے
بقا عدل کی ہے بقائے خلافت

کسی کے لبوں پر قصائد جہاں کے
ہمارے لبوں پر ثنائے خلافت

رہے حشر تک وہ ثنا خوان اس کا
جسے اپنا جلوہ دکھائے خلافت

بصیرت جسے دے وہ ربِّ دو عالم
وہی باندھتا ہے ہوائے خلافت

اندھیرے گھروں میں اُجالے ہوئے ہیں
گئی ہے کہاں تک ضیائے خلافت

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا
اسے رکھ سلامت خدائے خلافت

جسے روح تسلیم کرتی ہے ثاقبؔ
وہی آج ہے رہنمائے خلافت

مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب

خلیفہ حق تعالیٰ کا سراپا نور ہوتا ہے
اُسی کے دین کی خدمت پہ وہ مامور ہوتا ہے
مخالف کور چشمی میں ضیاء سے دُور ہوتا ہے
لہٰذا وہ عداوت پر بہت مجبور ہوتا ہے
'خلیفہ' دین کا واحد علمبردار ہوتا ہے
'خلیفہ' مذہب و ملت کا اِک سالار ہوتا ہے
ہمارا کام طاعت ہے، اطاعت میں ہی برکت ہے
خُدا سے بُعد کا باعث ہی 'استکبار' ہوتا ہے

قصر خلافت

مکرم اختر گوبندپوری صاحب

ہم دوشِ ثریا ہے تُو اے قصرِ خلافت
تیرے در و دیوار میں ہے نورِ صداقت
لاریب تو ہے مظہرِ انورِ سراسر
چمکے ہیں ترے نور سے مہر و مہ و اختر
تقدیس سے معمور ہر اک گوشہ ہے تیرا
صد جلوہ گہِ طور ہر اک گوشہ ہے تیرا
یہ حُسن و شرف ابنِ مسیحؑا کی عطا ہے
جو مرکزِ عرفان ہے جو اہلِ سخا ہے
اے قصرِ خلافت کوئی تجھ سا ہی نہیں ہے
تو رہبرِ کامل کی اقامت کا امیں ہے
وہ رہبرِ کامل رہِ ہستی کا قلاوز
اس نطقِ مقدس کی ہر اک بات ہے جائز
وہ پرچمِ اسلام کا تابندہ ستارا
وہ احمدیت کے لئے مضبوط سہارا

تابندہ و پائندہ رہے بزمِ جہاں میں
وہ زندہ و فرخندہ رہے بزمِ جہاں میں
اس روکشِ مہتاب سے ہر ذرہ ہو روشن
تنویر جہانتاب سے ہر ذرہ ہو روشن
وہ چرخِ خلافت پہ درخشاں رہے ہر دم
وہ صورتِ قندیل فروزاں رہے ہر دم
ہم اُس کی شعاعوں سے اندھیروں کو مٹا دیں
اختر دلِ انسان کو پھر اِک بار جگا دیں

مکرم عبدالرشید تبسم صاحب

گدایانِ محمدؐ کو کیا تو نے یوں صف آرا
کہ اب ان کے مقابل شانِ سلطانی نہیں ہوگی
تجھے ہر دور کے تاریخ داں ڈھونڈیں گے دنیا میں
تِری وہ شخصیت ابھرے گی جو فانی نہیں ہوگی

اہلِ 'پیغام' کے نام ہمدردانہ پیغام

جناب محمد ابراہیم شاد صاحب

اے 'پیغام' کے سب اہالی موالی
ہے تم نے الگ اک جماعت بنالی

خدائے تعالیٰ کے اس سلسلے میں
کدورت کی بنیاد تم نے ہی ڈالی

جسے تم سمجھتے تھے 'بچہ' ہے اس نے
خدا کے کرم سے خلافت سنبھالی

خلافت کا مٹنا تو تھا زعمِ باطل
تمہارے تھے دعوے صداقت سے خالی

خدا نے ہے خود اس کی بنیاد رکھی
ہیں باتیں تمہاری قیاسی خیالی

خلافت کی طاعت میں لاریب واللہ
ہر اک نیک فطرت نے گردن جھکا لی

مگر جو ازل سے ہی باغی ہوئے ہیں
انہوں نے تو خاک اپنی خود ہی اُڑا لی

خلافت کی نعمت کا انکار کر کے
علیحدہ 'امارت' کی بنسی بجا لی

ہوئی ساری ناکام کوشش تمہاری
گئے تیر سب ہی نشانے سے خالی

خلافت کی ہم نے تو پچیس سالہ
بڑی شان و شوکت سے جُوبلی منالی

ملے خاک میں سب ارادے تمہارے
ہر اِک بات میں تم نے ذلّت اٹھا لی

خلافت سراسر ہے رحمت خدا کی
ہر اِک بات میں ہم نے خود آزمالی

خلافت کا پودا خدا نے لگایا
ثمر وَر ہے آج اس کی ایک ایک ڈالی

نبوت۔ خلافت تو دو قدرتیں ہیں
بتدریج عالم پہ چھا جانے والی

ہے لفظِ 'خلافت' کے معنی سے ظاہر
کہ ہے یہ نبوت کے بعد آنے والی

خلیفہ کے منکر تو ہوتے ہیں 'فاسق'
اسی 'فسق' میں تم نے عظمت گنوالی

نکل کر مسیحاؑ کے 'دار الاماں' سے
جُدا چند اینٹوں کی کٹُیا بنالی

بگڑ کر مسیحاؑ کے لختِ جگر سے
زباں بد زبانی میں تم نے بڑھا لی
'منافق' کہلوایا اُن سے بھی آ کر
کہ جن کے بھروسے پہ دیتے ہو گالی

خدا کے نبیؐ کے عقائدِ کو چھوڑا
ہے اک اور ہی 'اُلٹی گنگا' بہا لی
مسیحاؑ کے درجے میں تفریط کر کے
غلط کہہ رہے ہیں ہمیں آپ 'غالی'

ہیں غدّار ملّت کے پہلے بھی گزرے
مگر تم نے پائی ہے فطرت نرالی
ہے 'محمود' سے تو کچھ ایسی عداوت
کہ جس نے دماغوں سے دانش نکالی

خلافت کی طاعت کرو صدقِ دل سے
اگر ہے تمنّائے درجاتِ عالی
امامِ زمانہ کے 'مسلک' کو دیکھو!
یہ ہے بات جھگڑے مٹا دینے والی

منوّر ہوئے نورِ ایمان سے وہ
جنھوں نے کہ محمُود سے لو لگا لی

خزاں کس طرح آئے دیں کے چمن میں
کہ جب اس کے محمود احمد ہیں مالی
غلامی میں محمود کی شادؔ تُونے
خدا کے کرم سے ایازی ہے پالی

مکرم عبدر ہتاسی صاحب

(۱)

ہمیشہ طالبِ حق کو حقیقت آزماتی ہے
گھڑی اس کے مقدّر کی فضا میں مسکراتی ہے
نہیں خطرہ کوئی ہرگز تلاطم خیز طوفاں کا
'خدا کے پاک بندوں کو خدا سے نصرت آتی ہے'

(2)

یارو اگر نہ ہوتا خدائی یہ سلسلہ
فوراً پکڑتا رنگِ تباہی یہ سلسلہ
یارانِ نکتہ داں کے لئے ہے صلائے عام
مخزن ہے علم و فضلِ الٰہی یہ سلسلہ

جانبِ محمود دیکھ اور مصلح موعود دیکھ!

مکرم روشن دین تنویر صاحب

پڑھ ذرا سبز اشتہار اور جانبِ محمود دیکھ!
جانبِ محمود دیکھ اور مصلحِ موعود دیکھ!
کر رہی تھی مدّتوں سے جس کا قومیں انتظار
اس کے فضل ورحم کے ساتھ آج اسے موجود دیکھ!
مہرِ عالمتاب کی مانند روشن ہیں نِشاں
پیشگوئی کا یہی مصداق ہے مولود دیکھ!
کونسا ہے جو نِشاں ثابت نہیں محمودؓ میں؟
یہ ذہانت یہ اولوالعزمی یہ بذل وجُود دیکھ!
آج دنیا کے کناروں تک وہ شُہرت پا گیا
تین صدیوں کی طرف غافل نہ تُو بے سود دیکھ!
کیا نہیں ہے مظہرِ نورِ خدا اس کی جبیں؟
یہ جبیں سجدوں سے جو رہتی ہے گرد آلود دیکھ!
جس طرف بھی اُٹھ گئی ہے اُس کی حق پرور نظر
نسلِ باطل ہو رہی ہے نیست و نابود دیکھ!
اک نگاہِ مہر اے تنوؔیر تھی اٹھنے کی دیر
ہو رہے ہیں سب اندھیرے خود بخود مفقود دیکھ!

احساسِ فرض

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

تحیّر زا ہے اسپ وقت کی یہ برق رفتاری
یہ ساعت جو میسّر آج آئی پھر نہ آئے گی
یہ ممکن ہے اسیروں کے جہاں میں رُستگار آئیں
مگر محمود کی فرمانروائی پھر نہ آئے گی
بہاریں اور بھی آتی رہیں گی اس گلستاں پر
مگر بلبل کی یہ رنگیں نوائی پھر نہ آئے گی
میانِ میکدہ چلتا رہے گا دورِ مے لیکن
مِرے ساقی کی طرزِ دلربائی پھر نہ آئے گی
عزیزو قدر جانو زندگی کے لمحے لمحے کی
عزیزو وقت کی نغمہ سرائی پھر نہ آئے گی
کہاں پہنچا ہے دن ڈھلتے ہوئے سائے ذرا دیکھو
کرن اک بار جو ہے مسکرائی پھر نہ آئے گی
قسم ہے سورۂ و العصر نازل کرنے والے کی
یہ دولت آج گر ہم نے گنوائی پھر نہ آئے گی
کِسے معلوم کب تھک کر دِلِ بیمار رک جائے
یہ ناممکن ہے پیارو وقت کی رفتار رک جائے

پیشگوئی مصلحِ موعود اور اُس کا ظہور

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب

مسیحِ خُدا کو ملی یہ بشارت
مقدر ہے تیرے لئے ایک نعمت
عطا ہو گا فرزندِ دلبند تجھ کو
وہ بُرہانِ قربت وہ برہانِ رحمت
ذہین و فہیم و حلیم و مقرّب
وجیہہ و ذکی صاحبِ شان و شوکت
نظیرِ پدر حُسن واحساں میں ہو گا
کروں گا عطا اس کو میں عمر و دولت
بڑھے گا وہ طفلِ ذکی جلدی جلدی
غلاموں اسیروں کو بخشے گا عزّت
کمالاتِ ظاہر کمالاتِ باطن
کرے گا عنایت اسے دستِ قدرت
وہ کاموں میں اپنے اولوالعزم ہو گا
وہ اکنافِ عالم میں پائے گا شہرت

ورود اس کا ہو گا ورودِ خدائی

نزول اس کا ہو گا نزولِ صداقت

ہوُا جلوہ گر پسرِ موعود آخر

ملی تھی مسیحا کو جس کی بشارت

امامِ زمانہ کی یہ پیشگوئی

محیطِ جہاں ہے بصد شان و شوکت

وہ فضلِ عمر رہبرِ قوم و ملت

کئے زیب تن ہے قبائے خلافت

وہ گفتار و کردار ہر دو کا سلطاں

جو فرما رہا ہے جہاں کی قیادت

مرے دوستو آؤ مانگیں دعائیں

خدا دے اُسے عمر و صحت کی دولت

یہ فضلِ خدا ہے اے شبّیرؔ تجھ پر

کہ تُو نے بھی پایا یہ عہدِ سعادت

اَلْخِلاَفَۃُ عَلیٰ مِنْہَاجِ النُّبُوَّۃَ

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحبؓ

امام و پیشوا جب مہدئ ذیشان ہو میرا
سعادتہائے گونا گوں سے پُر دامان ہو میرا

خلافت جو ہوئی قائم ہے منہاجِ نبوّت پر
بہارِ بے خزاں والا سَدا بُستان ہو میرا

مسیحؑ و مہدئ موعود کے پہلے خلیفہ تھے
وہ 'نور الدّینؓ' راضی جن سے حق سُبحان ہو میرا

'چہ خوش بُودے اگر ھریک زِ اُمّت نورِ دیں بودے'
ضیاءِ راہِ حق ہر وقت یہ فرمان ہو میرا

شفا بخشِ دل و جاں جن کی ہر تقریر ہوتی تھی
دیا کرتے تھے جس کا درس وہ فرقان ہو میرا

امیرالمؤمنیں ، ابنِ مسیحؑ و قُدرتِ ثانی
کہ جن کے حُکم پر قُرباں سر و سامان ہو میرا

خدا رکھّے یہ چشمہ فیض کا جاری قیامت تک
اطاعت ان کی ہر معروف میں ایمان ہو میرا

یہ تبلیغی و تنظیمی جو ان کے کارنامے ہیں!
ترقی یاب ان کی دِید سے عرفان ہو میرا

گزاری عمر ساری معصیَت کاری میں اے اکملؔ
دعا ہے خاتمہ بالخیر و الایمان ہو میرا

آجاؤ !

مکرم مرزا حنیف احمد صاحب

ضیاءِ نورِ مسیحا و مصلحِ موعود
نزولِ حضرتِ جاں آفریں و اصلِ شہود
طبابتِ دمِ عیسیٰؑ و نغمۂ داؤد
یہ سَیلِ حسنِ لطافت برنگِ لا محدود

پیام زیست کا لایا ہے بحرو بر کے لئے
ہر ایک مدعی ذوق یک نظر کے لئے

ہر اِک طرف سے ضیا پاش نورِ مصطفویؐ
بجھا بجھا کے بجھا لو شرارے بو لہبی
بہار آئی ہے اٹھو برائے مَے طلبی
بُرا ہے موسم رنگیں میں شوقِ تشنہ لبی

بھلا نہ دینا کہیں شیوہ ہائے رندانہ
بھرا پڑا ہے مئے احمریں سے میخانہ

اٹھا کے عرش سے لایا ہے ایک یزدانی
شرابِ اطہرِ کوثر بہ ظرفِ روحانی
درونِ شہر ہے بادہ کشوں کی سلطانی
ہوئی ہے ساغر و جام و سبو کی ارزانی

صدائے قلقل و مینا بایں کلام ہے آج
'وہ بدگہر ہے جسے فکرِ ننگ و نام ہے آج'

خلافت

مکرم مبشر احمد صاحب راجیکی

خلافت سرِ ہستی ہے خلافت رازِ قدرت ہے
خلافت روحِ مذہب ہے خلافت جانِ ملت ہے
خلافت اہلِ ایماں کیلئے بارانِ رحمت ہے
خلافت نوعِ انساں کیلئے سامانِ وحدت ہے
خلافت ہے ہدایت کیلئے تکمیل کا باعث
خلافت ہے شریعت کیلئے تعمیل کا باعث
خلافت حق تعالیٰ کی محبت کا نشاں سمجھو
خلافت کی اطاعت میں حیاتِ جاوداں سمجھو
خلافت ہی میں پوشیدہ متاعِ آسماں سمجھو
خلافت ہی سے وابستہ نجاتِ دو جہاں سمجھو
غرض جب بھی کبھی اس دور کا آغاز ہوتا ہے
نیا ساقی، نئی محفل ، نیا انداز ہوتا ہے
مداوائے ضلالت ہیں تو ہم اہلِ خلافت ہیں
شناسائے مشیت ہیں تو ہم اہلِ خلافت ہیں
نگہدارِنبوت ہیں تو ہم اہلِ خلافت ہیں
علَم دارِ خلافت ہیں تو ہم اہلِ خلافت ہیں
یہ سب شیرازۂ ظلمت پریشاں ہونے والا ہے
کوئی دم میں طلوعِ صبحِ تاباں ہونے والا ہے

مقام خلافت

مکرم ملک نذیر احمد صاحب

خلافت ظلِّ رحمانی خلافت نورِ یزدانی
خلافت سرِّ جمیعت خلافت روحِ ایمانی
خلافت سے ہوئی قائم جہاں میں شانِ انسانی
زمانہ میں ہوا اس سے ظہورِ قدرتِ ثانی
اسی کے دم سے مسلم کو خدا نے زندگی بخشی
اُٹھایا خاک سے ذرّوں کو اور تابندگی بخشی
خلافت درحقیقت باعثِ تکوینِ عالم ہے
یہی وہ نور ہے جو موجبِ تخلیقِ آدم ہے
مزیّن دست انسانی ہے جس سے یہ وہ خاتَم ہے
جو اس حلقے میں داخل ہو اسے دنیا میں کیا غم ہے
خلافت ہی سے دنیا میں ہمارا بول بالا ہے
اسی کے فیض سے ہر سو زمانے میں اُجالا ہے
مسلمانوں کی جس سے شان قائم ہے خلافت ہے
جہاں میں جس سے اپنی آن قائم ہے خلافت ہے
تنِ مسلم میں جس سے جان قائم ہے خلافت ہے
وہ جس سے عظمتِ ایمان قائم ہے خلافت ہے

خلافت سے زمانے میں ہمارا نام زندہ ہے
رسولِ پاک جو لائے تھے وہ پیغام زندہ ہے
جماعت میں ہمیشہ نعمتِ ربیّ رہے یارب
قیامت تک مسلمانوں میں یہ برکت رہے یارب
سرِ انسانیت پر سایۂ رحمت رہے یارب
میسر ہم کو ہر ساعت تیری نصرت رہے یارب
مئے توحید سے خوردو کلاں مخمور ہو جائیں
تیرے انوار سے کون مکاں معمور ہو جائیں

مکرم اکبر حمیدی صاحب، فیروز والہ

اِک نئے انداز سے کی تُو نے تفسیرِ حیات
زندگی کا اِک نیا مفہوم پیدا کر دیا
کھو گئے خود اس طرح اس حُسن کے انوار میں
اپنی ہر جانب اسی کو جلوہ آراء کر دیا

برکات ہیں یہ صدقِ خلافت کے نور کی!

حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی

عبرت کا ہے مقام یہ منزل غرور کی!
سرِّ نہاں ہے حدِّ عواقب امور کی!

کہتے تھے پاک، پر ہیں تقدس کے برخلاف
حالت عناد سے ہوئی ایسی شعور کی!

محمودؓ نام رکھا ہے ربِّ علیم نے
مذموم اس کو کہنا مذمّت ہے نور کی!

عالم ہے جس کے دور میں اک جلوہ گاہِ حق
موسیٰ کہاں کہ دیکھے تجلّی وہ طور کی!

یہ انقلابِ دہر بھی احیاءِ خلق سے
دکھلا رہا ہے ہیئتیں روزِنشور کی!

ہر قوم میں ہے حشر بپا انقلاب سے
وحدت نما چلی ہے ہوا نفخِ صور کی!

محمودؓ کا یہ دور بھی اک دورِ حمد ہے
لکھی خبر صحیفوں میں جس کے ظہور کی!

وہ لوگ خوش نصیب ہیں جن کو ملا یہ وقت
صد شکر پائیں برکتیں ربِّ شکور کی!

صد حیف جو کہ رہ گئے محروم و بے نصیب
عادت بنائی جہل سے کبر و غرور کی!

دوزخ کا لطف کیا تجھے جنّت کو چھوڑ کر
غافل نہ بھول حسرتیں روزِنشور کی!

نفسِ دنیّ کے واسطے مولیٰ کو چھوڑنا
صد حیف قدر ہے یہی ربِّ شکور کی!

ہے بابِ توبہ وا ابھی اس کو نہ بند کر
رحمت بجوشِ عفو ہے ربِّ غفور کی!

محسن کشی ہے آقا سے اپنے بگاڑنا
کر یاد سب وہ شفقتیں جو ہیں حضور کی!

جب تک شجر سے شاخ کا پیوند ہے درست
سر سبز ہے وگرنہ ہے لکڑی تنور کی!

مخفی نہیں ہے حالتِ اہلِ پیام کچھ
ہر روز سوجھتی ہے انہیں دُور دُور کی!

تقویٰ کا جب لباس ہوا ان کا تار تار
خوگر طبائع ہو گئیں فسق و فجور کی!

ہر روز نصرتوں کے نشاں پر نشان ہیں
برکات ہیں یہ صدقِ خلافت کے نور کی!

تمحیص کے لئے ہے یہ امتحاں ضرور
تا ہوں عیاں علامتیں خیر الامُور کی!

قدسیؔ دعا کے واسطے ہمت بلند کر
حاصل ہوں تاکہ نصرتیں ربِّ غفور کی!

مکرمہ امتہ القدیر ارشاد صاحبہ

اسلام کی خدمت میں عمر اپنی گزاری
دشمن کے ہر اک وار کو سینہ پہ لیا ہے
جو حسن میں احسان میں مہدی کا تھا ثانی
ہر نور محمدؐ کی غلامی سے لیا ہے
افعال میں بے مثل تو افضال میں یکتا
وہ زندہ ہے تابندہ ہے گو ہم سے جُدا ہے

سلام بحضور سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ

مکرم محمد ابراہیم شاؔد صاحب

اے امیر المؤمنیں تجھ پر سلام
اے امام المتقیں تجھ پر سلام

تُو نے پھر اسلام کو غالب کِیا
حامیٔ دینِ متیں تجھ پر سلام

حضرتِ فضلِ عمر دل کے حلیم
اے مظفّر اور ذہیں تجھ پر سلام

تُو نے بتلائے نکاتِ معرفت
اے مطاعِ عارفیں تجھ پر سلام

لشکرِ باطل کو پسپا کر دیا
میرزا کے جانشیں تجھ پر سلام

شاہد و مشہود ہے تیرا وجود
مظہرِ حق بالیقیں تجھ پر سلام

حُسن و احساں میں مسیحا کا نظیر
یوسفِ ماہِ جبیں تجھ پر سلام

مُصلحِ موعودؓ اب تیرے سِوا
دوسرا کوئی نہیں تجھ پر سلام

یادگارِ مہدیٔ آخر زماں
مونس و غمخوارِ دیں تجھ پر سلام
ہو رہے ہیں خائب و خاسر تمام
تیرے حاسد نکتہ چیں تجھ پر سلام
زندہ باد اسلام کے بطلِ جلیل
دین کے حصنِ حصیں تجھ پر سلام
سَیّدی اَنْتَ مُرادُ قَومِنَا
اِنَّکَ نِعْمَ القرِیں تجھ پر سلام
ہو گئے ہیں تجھ سے روشن آسماں
اور چمک اُٹھی زمیں تجھ پر سلام
ظلمتِ باطل ہوئی کافور سب
تجھ سے اے نورِمبیں تجھ پر سلام
میرے آقا بھیجتے ہیں صبح و شام
اوّلین و آخریں تجھ پر سلام
حق کی خاطر ہو گئی دل میں مِرے
تیری اُلفت جاگزیں تجھ پر سلام
تیری طاعت میں خدا ہم کو ملا
رہبرِ عرشِ بریں تجھ پر سلام

شُکرِ للہ مل گیا آخر ہمیں
تجھ سا اِک دُرِّثمیں تجھ پر سلام
یاد میں تیری دعا کے واسطے
جھک گئی میری جبیں تجھ پر سلام
میری جانب اِک نظر بہرِ خدا
شاؔد ہو قلبِ حزیں تجھ پر سلام

مکرم ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر صاحب

نور ہی نور ہم نے دیکھا ہے
گویا رب کا ظہور دیکھا ہے
اُس کی شہرت ہے چاند تاروں تک
بھر گئی ہے زمیں کناروں تک
کتنی قوموں نے برکتیں پائیں
سب کے حصّہ میں رحمتیں آئیں

ربوہ کے 'یوم الخلافت' کے لئے

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحبؓ

مئی کی ستائیس یوم الخلافت
ہوُا اِس میں تاسیسِ یوم الخلافت
مبشر رسول اِسْمُہٗ احمدؐ آیا
تو نُورِ خلافت کا مُژدہ سُنایا
مقام اس کے بعد اپنے محمُود کا ہے
مسیحا کے فرزندِ موعود کا ہے
مبشّر بشیرے برو فضل باصر
مبارک شریفے خُدا باد ناصر
صدی ایک گذری خلافت ہے قائم
الٰہی یہ نعمت رہے ہم میں دائم
جو اعمال صالح ہیں ایمان کامل
تو ہم سب رہیں گے خلافت میں شامل
اِسی میں ترقّی ہے دُنیا و دیں کی
کرو قدر سب مل کے دُرِّثمیں کی
دُعا گو ہے اکملؔ کہ یاربّ خلافت
رہے زندہ پائندہ با شان و شوکت

نعمتِ خلافت

مکرم شاہد منصور صاحب

ازل کی گود میں تخلیق کے جذبے تڑپ اُٹھے
عروسِ نو بنے انسانیت کے اوّلیں لمحے
مشیت نے یہ جب چاہا نوازے ارضِ عالَم کو
حضورِ حق سے دو تحفے ملے اولادِ آدم کو
وہ تحفے جن سے ظلمت قلب کی کافور ہو جائے
وہ تحفے جن سے سینہ نور سے معمور ہو جائے
حضورِ کبریائی سے فرشتوں کو ندا آئی
کہ ہم نے آج بخشی خاک کے پُتلوں کو برنائی
زمیں کے ننھے ذرّوں کو فلک پر ہم نے رفعت دی
نبوت دی، نیابت دی، رسالت دی، خلافت دی
فروغِ ظلمتِ باطل کا جب بھی دور آتا ہے
تو شمعِ نور آگیں لے کے حق فی الفور آتا ہے
یہی سُنّت خدا کی ہے کبھی یہ ٹل نہیں سکتی
زمین و آسماں ٹل جائیں پر یہ ٹل نہیں سکتی
کبھی باطل کو خورشیدِ رسالت دور کرتا ہے
کبھی بدرِ خلافت ذرّے کو پر نور کرتا ہے

کبھی تیغِ نبوت کی چمک سے کفر لرزاں ہیں
کبھی ایوانِ ظلمت بھی خلافت سے چراغاں ہیں
ازل سے آج تک یونہی مقابل نور و ظلمت ہیں
خداوندِ جہاں کی بات پر دونوں شہادت ہیں
وصالِ مہدئ برحق سے باطل یہ سمجھ بیٹھا
کہ دورِ ظلمت آ گیں آ گیا اب نقشِ حق اُٹھا
اُولو العزم و مبارک دینِ حق کا جو خلیفہ ہے
کیا ہے 'چار جس نے تین کو' وہ میرا آقا ہے
ہزاروں سال سے قومیں تھیں تشنہ جس خلافت کی
ہمیں اللہ نے رحمت سے وہ نعمت عنایت کی
پلائیں گے مئے رحمت جہاں میں تشنہ کاموں کو
مٹائیں گے جہاں سے کفر کے باطل نظاموں کو
زمانے کو بلائیں گے رہِ حق و صداقت پر
کٹا دیں گے ہم اپنی گردنیں شانِ خلافت پر
ہمیں نعمت ملی یہ نعمتِ اللہ واحد ہے
ہماری خوش نصیبی پر کلام اللہ شاہد ہے

خلافت

مکرم عبدالقادر صاحب، کراچی

خلافت وعدۂ انعامِ ربیّ
خلافت موردِ الہام ربیّ

سراسر آیۂ رحمت خلافت
خلافت موجبِ تمکینِ ملّت

خلافت وجہٗ خوشنودیٔ مولا
خلافت پر یقین ہے فرض اولیٰ

خلافت مظہرِ کردارِ قدرت
خلافت درسِ توحید و رسالت

ہے اک طیب شجر جو ہم نے پایا
جسے خود حق تعالیٰ نے لگایا

خلافت آسمانی بادشاہت
خلافت نظمِ عالم ربطِ ملّت

خلافت روضۂ تکمیل عالَم
خلافت ہے بناءِ امنِ عالَم

خلافت ورثۂ داؤد و عیسیٰ
خلافت ترکۂ ہارون و موسیٰ

ہمارے واسطے حبل المتیں ہے
خلافت رحمۃ للعالمیں ہے

خلافت فخرِ شانِ آدمیت
خلافت عشق کا بارِ امانت

خلافت رازِ اسماءِ الٰہی
خلافت ہے مثیلِ سجدہ گاہی

خلافت جنّتِ موعودِ آدم
خلافت عرش کا ہے اسمِ اعظم

جو حاسد ہے، عدو ہے، بدگماں ہے
یہ اُس کے واسطے اک امتحاں ہے

خلافت حاملِ نورِ امامت
خلافت رازِ مستورِ امامت

خلافت کوکبِ دُرّی و نوری
خلافت سے ملے دل کو حضوری

نبوت جلوۂ شمس الضّحٰی ہے
خلافت چشمۂ نور الہدیٰ ہے

فدا سو جاں سے میرا جسم و جاں ہے
کہ یہ مولیٰ کا سنگِ آستاں ہے

خلیفہ سرگروہِ عارفاں ہے
خلیفہ صدرِ بزمِ عاشقاں ہے

خلیفہ حسنِ اسلامی کا افسر
خلیفہ قدرتِ ثانی سراسر

خلافت کشتیٔ نوحِ زمانہ
خلافت جلوۂ یارِ یگانہ

'مرے مولا مری یہ اک دعا ہے'
'تری درگاہ میں عجز و بکا ہے'

ترا محمودؓ جو معجز نما ہے
جو جاں کا نور دل کا آسرا ہے

وہی فخرِ رُسل شاہِ خلافت
وہی محمود نازِ احمدیت

وہ جس سے نصرتِ دینِ امیں ہے
خلافت کی امانت کا امیں ہے

مسیحائے محمدؐ کا نشاں ہے
وہ جس کے نور سے روشن جہاں ہے

وہ تیرا طیّب و طاہر خلیفہ
مرا قائد مرا سردار و آقا

دعا ہے اُس کے حق میں عاجزانہ
ہے تیرے در پہ عرضِ مضطرانہ

تو اس سے دور کر دے ساری آفات
عطا کر دے عظیم الشّاں فتوحات

تو اس کے سب غموں کو دور کر دے
خوشی سے اُس کا دل معمور کر دے

اسے دے عمر اور صحت عطا کر
اسے تائید اور نصرت عطا کر

ظہورِ عون و نصرت دمبدم ہے
حسد سے دُشمنوں کی پُشت خم ہے

سنو اب وقتِ توحیدِ اتم ہے
ستم اب مائلِ مُلکِ عدم ہے

خدا نے روک ظلمت کی اُٹھا دی
'فسبحان الّذی اخزی الاعادی'

مکرم قریشی عبدالرحمٰن ابد صاحب

ملتِ بیضا کی عظمت کا جو تھا بطلِ جلیل
بے سہاروں کا سہارا بے نواؤں کا کفیل
فتح و نصرت نے سدا چوما کئے جس کے قدم
جس کو پہنچا کرتی تھی یوں، عون و نصرت دمبدم

خلافت

مکرم عزیز الرحمٰن منگلا صاحب، مولوی فاضل

خلافت باعثِ تخلیقِ اِنساں
خلافت مظہرِ اسرارِ پنہاں
خلافت سِرِّ تکوینِ دو عالم
خلافت صہرِ داؤد و سلیماں
خلافت وحدتِ اعضاءِ ملّت
خلافت جامعِ حالِ پریشاں
خلافت زینتِ محراب و منبر
خلافت آلۂ تقدیرِ رحماں
خلافت کاسرِ کسریٰ و قیصر
خلافت قاطعِ گردن فرازاں
خلافت جامعِ اجزاءِ ملّت
خلافت کاشفِ اسرارِ فرقاں
خلافت مرحصارِ عاجزاں را
خلافت دستگیرِ زیردستاں

خلافت ملجاءِ ہر پیرو برنا
خلافت مأمنِ آشفتہ حالاں

خلافت مصہدِ رُشد و ھدایت
خلافت مکتبِ تہذیبِ انساں

خلافت موردِ الہامِ باری
خلافت آتشِ سوزانِ شیطاں

خلافت مرکبِ ہر سالکِ راہ
خلافت بارِ برخنّاس طبعاں

خلافت ناشرِ نورِ نبوّت
خلافت قدرتِ ثانیٔ رحماں

خلافت تابعش مردِ مسلماں
خلافت منکرش مردودِ دوراں

خلافت وَصلۂ مخلوق و خالق
خلافت زینۂ ایمان و عرفاں

صدائے احمدی پائندہ بادا
خلافت تا قیامت زندہ بادا

خلافت

مکرم عبدالسلام صاحب اختر ایم اے

یہ نکتہ کیا نہیں ہے آدمی کے غور کے قابل!
کہ پتہ شاخ سے گرتا ہے جب، مرجھا ہی جاتا ہے
رواں ہے بُلبلے کی ناؤ بھی دریا کی موجوں پر
ذرا اُبھرے تو ہیئت میں تغیر آ ہی جاتا ہے
سبق دیتی ہے تاریخِ خلافت نوعِ انساں کو
کہ اہلِ حق کے قدموں میں زمانہ آ ہی جاتا ہے
ہزاروں ہوں گھنے تاریک بادل مِٹ ہی جاتے ہیں
کہ جب سورج نکلتا ہے تو آخر چھا ہی جاتا ہے
اخوّت ایک نعمت ہے ، وگرنہ سلسلہ غم کا
اگر ہو مستقل تو آدمی گھبرا ہی جاتا ہے
عجب شے ہے جہاں میں جذبۂ شوقِ محبت بھی
جو اُس کو ڈھونڈنے آتا ہے آخر پا ہی جاتا ہے
جو سچ پوچھو تو شمعِ خلافت سے ہے نورانی
یہی ہے رمزِ قرآنی ، یہی رازِ جہانبانی

ازل سے ہوا اہتمام خلافت

مکرم شیخ روشن دین تنویؔر صاحب

ازل سے ہوا اہتمامِ خلافت
ابد تک رہے گا نظامِ خلافت
بتایا ہے قرآن میں یہ خدا نے
پیا پہلے آدم نے جامِ خلافت
ملائک کی جس سے جبینیں ہیں روشن
وہ ہے خاک بیت الحرامِ خلافت
پتنگے محبت کے جلتے ہیں جس میں
وہ ہے شعلۂ شمعِ بامِ خلافت
رہِ راست پاتے ہیں جس سے مسافر
وہ ہے نورِ ماہِ تمامِ خلافت
وہ طائر ہے بھٹکا ہوا بوستاں سے
نہیں جس کی گردن میں دامِ خلافت
پکارا ہے تنویؔر پھر میکدے سے
پیو آکے کاسُ الکرامِ خلافت

مقامِ محمود

مکرم اختر گوبندپوری صاحب، لاہور

کوئی داستاں ملے کیا مرے دل کی داستاں سے
کہ نظر نے فیض پایا ترے حسنِ جاوداں سے
تُو نقیبِ نور و نکہت تُو بہارِ بے خزاں ہے
میں کہیں نہ جا سکوں گا ترے سنگِ آستاں سے
تُو صداقتوں کا مظہر تُو ہدایتوں کا پیکر
ہوُا اک جہاں منوّر تری شمعِ ضوفشاں سے
تُو امینِ فکر و دانش تو ضیائے مہرِ حکمت
ہے فروغِ بزمِ اُلفت تری ذاتِ بے گماں سے
تجھے عظمتوں نے پالا تجھے نصرتوں نے چُوما
تری گفتگو مزیّن ہے جمالِ کہکشاں سے
مرے دل کا ذرّہ ذرّہ تری عظمتوں کا قائل
تری رفعتیں نمایاں ترے روئے ذی نشاں سے
مری سر بلندیوں میں ترا التفات شامل
مری تشنگی بجھی ہے اسی بحرِ بے کراں سے
ہے تری دعا کا طالب ترا خاکسار اختؔر
ترے در پہ آ گیا ہے یہ گزر کے سب جہاں سے

خلافت

مکرم عبدالحمید شوق صاحب

خلافت باعثِ صد جلوہ ہائے نورِ یزدانی
خلافت سرِ شان و شوکتِ آیاتِ قرآنی
خلافت رحمتِ حق ، مظہر صد شانِ ایمانی
خلافت آفتاب و نیرِّ ملّت کی تابانی
خلافت ظلمتِ کُفر و ضلالت کیلئے مَشعل
خلافت نعرۂ حق ، نغمۂ توحیدِ ربّانی
نگاہِ بوبکرؓ سے دشمنانِ دیں پراگندہ
شکستہ ہیبتِ فاروقؓ سے اصنامِ شیطانی
خلافت دولتِ گُم گشتۂ انسان ، اللہ ھُو
خلافت برکتِ صبرو رضا و عشقِ عثمانیؓ
ارے ناداں! خلافت کی بجان و دل حفاظت کر
اسی میں آج پوشیدہ ہے معراجِ مسلمانی
خلافت ہی تو ہے ملجا و ماٗویٰ ابنِ آدم کا
خلافت ہی تو ہے محبوبِ روحانی و جسمانی

خلافت نے بشر کو عشق کے وہ راز سمجھائے
کہ ان کو دیکھ کر ہوتی ہے حیرت کی فراوانی
خلافت نے وہ حُسنِ زندگی بخشا ہے دنیا کو
چمکتی ہے جمالِ پاک سے عالم کی پیشانی
خلافت کیا ہے انوارِ نبوت کا تتمہ ہے
انہی انوار سے روشن ہے چشمِ نوعِ انسانی
خلافت کی ردائے بے بدل چھینے کوئی مشکل
خدا خود کر رہا ہے احمدیت کی نگہبانی
بحمد اللہ عروجِ آدمِ خاکی کا دور آیا
میسر ہے ہمیں پھر شوقؔ یہ انعامِ رحمانی

چوہدری علی محمد صاحب بی اے۔ بی ٹی

وہ زمیں شور تھی جو شورے سے یکسر سفید
بن گئی آج وہ رشکِ گل باغ جناں
کیا کرامت ہے کہ تیرے پاؤں کے نیچے سے آج
کر دیا جاری خدا نے چشمۂ آبِ رواں

امیر المؤمنین

مکرم سعید احمد اعجاز صاحب

عشاقِ پاکباز کو مہماں کئے ہوئے
نورِ خدا سے بزمِ چراغاں کئے ہوئے
بندہ نوازیوں کی بچھائے ہوئے بِساط
محفل کو زیرِ سایۂ مژگاں کئے ہوئے
سینوں کو موجِ نور سے دھونے کے واسطے
اہلِ جنوں کے چاک گریباں کئے ہوئے
تابانیاں لئے ہوئے تاریک رات میں
تاریکیوں میں جشنِ چراغاں کئے ہوئے
لہجے میں سوز ، بات میں رس، گفتگو ملیح
روحِ بشر کے درد کا درماں کئے ہوئے
جس شمعِ آرزو سے میسّر ہے دیدِ دوست
وہ شمعِ آرزو تہِ داماں کئے ہوئے
اِک سرمدی بہار کا چھیڑے ہوئے سرود
ہر گوشۂ فضا کو غزل خواں کئے ہوئے
رکھے ہُوئے یقین پہ بنیادِ دلبری
وہم و گماں کا بتکدہ ویراں کئے ہوئے

کھولے ہوئے رموز و معارف کے بند باب
تفسیرِ دلفریبیٔ قرآں کئے ہوئے
نوعِ بشر کی راہنمائی کے واسطے
صدہا چراغِ راہ فروزاں کئے ہوئے
لے کر سرورِ عشق کی تسکین ریز کے
'چہرہ فروغِ مے سے گلستاں کئے ہوئے'
سرمہ بنا کے وادیٔ بطحا کی خاک کو
'سرمے سے تیز دشنۂ مژگاں کئے ہوئے'
المختصر وہ صدر نشیں انجمن میں ہے
اور انجمن ہے پیش دل و جاں کئے ہوئے
اعجازِ خوش نصیب بھی اُس آستاں پہ ہے
سر زیرِ بارِ سنّتِ درباں کئے ہوئے
زیرِ قبا چھپائے ہوئے صد جہانِ شوق
پوشیدہ دل میں سینکڑوں ارماں کئے ہوئے
دستِ دُعا اُٹھائے ہوئے سوئے آسماں
آہ و فغاں کو زیرِ گریباں کئے ہوئے
'سالارِ مومنین پہ یارب نگاہِ خاص
ارض و سما کو اُس کا نگہباں کئے ہوئے'

صحت سے کیجیؤ میرے آقا کو ہمکنار
بد خواہ دشمنوں کو پشیماں کئے ہوئے
عمرِ دراز دیجیئو اے فاطرِ حیات
خدامِ جاں نثار پہ احساں کئے ہوئے

مکرم جنرل ریٹائرڈ محمود الحسن صاحب

اک وعدہ خدا تھا یَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
یہ وعدۂ خدا تھا جو ہم سے وفا ہوا
اس کی تلاش تھی رہِ جمہور پہ عبث
اس کا تو شاہراہ نبوت تھا راستہ
قصر شہی میں جستجو اس کی ہوئی مگر
اس کا وجود سطوتِ شاہی میں بھی نہ تھا
یہ راستہ خدا کی رضا کا ہے راستہ
کرتا ہے وہ خدا جسے چاہے اسے عطا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود کی یاد میں

محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

عجب محبوب تھا سب کی محبت اس کو حاصل تھی
دلوں میں جڑ ہو جس کی، وہ عقیدت اس کو حاصل تھی

ہیں سب یہ جانتے کہ کام معمولی نہ تھا اس کا
کہ مامورِ زمانہ کی نیابت اس کو حاصل تھی

اُسے قدرت نے خود اپنے ہی ہاتھوں سے سنوارا تھا
تھا جس کا شاہکار اس کی ضمانت اس کو حاصل تھی

'علوم ظاہری اور باطنی سے پُر' تھا گر سینہ
تو میدانِ عمل میں خاص شہرت اس کو حاصل تھی

اُولوالعزم و جواں ہمت، تھا وہ عالی گہر ایسا
زمانے بھر سے ٹکرانے کی ہمت اس کو حاصل تھی

رضا کے عطر سے ممسوح کر کے اُس کو بھیجا تھا
وہ ایسا گُل تھا کہ ہر گُل کی نکہت اس کو حاصل تھی

اُسے ملتا تھا جو بھی وہ اسی کا ہو کے رہ جاتا
کہ دل تسخیر کر لینے کی قوت اس کو حاصل تھی

اُٹھاتا تھا نظر اور دل کے اندر جھانک لیتا تھا
خدا کے فضل سے ایسی بصیرت اس کو حاصل تھی

خدا نے خود اسے 'فضلِ عمر' کہہ کے پکارا تھا
عمر سا دبدبہ ویسی ہی شوکت اس کو حاصل تھی

وہ نورِ آسمانی تھا زمیں پہ جو اتر آیا
کلمۃُ اللہ ہونے کی سعادت اس کو حاصل تھی

وجیہہ و پاک لڑکے کی خدا نے خود خبر دی تھی
عجب رنگِ ذکا، شانِ وجاہت اس کو حاصل تھی

وہ ذہن وفہم کی جس کے خدا نے خود گواہی دی
ذہانت اس کو حاصل تھی ،فراست اس کو حاصل تھی

'یہ ممکن ہے اسیروں کے جہاں میں رُستگار آئیں'
کہاں وہ بات لیکن جو فضیلت اس کو حاصل تھی

جو نظروں کو جکڑ لے ایسی صورت کا وہ مالک تھا
دلوں کو کھینچ لے جو ایسی سیرت اس کو حاصل تھی

تبسم زیرِ لب ، روشن جبیں ، روئے گلاب آسا
جو یوسفؑ کو ملی تھی ایسی طلعت اس کو حاصل تھی

وہ اس کی زندگی کے سعیٔ پیہم سے عبارت تھی
نہ دن کا چین، نہ شب کی فراغت اس کو حاصل تھی

ہجوم افکار کا ، جہد مسلسل اور کٹھن راہیں
مگر پھر بھی طبیعت کی بشاشت اس کو حاصل تھی

نظیر حسن و احسانِ مسیحؑ و مہدیٔ دوراں
تھا جس کی ذریّت اس کی شباہت اس کو حاصل تھی

مصائب سے وہ کھیلا اور طوفانوں سے ٹکرایا
نہ اس کے عزم میں اور حوصلے میں لیک فرق آیا

الٰہی روح پہ اس کی صدا نوروں کی بارش ہو
جماعت پہ بھی اس کی تیرے فضلوں کا رہے سایہ

مکرم عبدالسلام صاحب اختر

فکرو نظر کو طلعتِ خورشید بخش کر
تاروں کو گردِ راہ بناتے ہوئے گیا
قطروں کو دے کے قُلزمِ طُغیانِ زندگی
ذرّوں کو مہر و ماہ بناتے ہوئے گیا
اِک 'وادیٔ حقیر' میں آیا مگر اُسے
اِک 'جنّتِ نگاہ' بناتے ہوئے گیا

'پہلوں نے جس خُم سے پی، اُس خُم کے وارث ہم ہی ہیں'

مکرم روشن دین تنویر صاحب

وعدۂ یستخلفنّھُم کے وارث ہم ہی ہیں
پہلوں نے جس خُم سے پی اُس خُم کے وارث ہم ہی ہیں

ہم کو بخشا ہے خدا نے پھر دمِ عیسیٰ کا فیض
اِذنِ حق سے مُعجزۂ قُم کے وارث ہم ہی ہیں

پھر ثریّا سے اُتارا ہے کلامِ پاک کو
پنجہ بازِخوشئہ انجُم کے وارث ہم ہی ہیں

ازسرِ نو اس نے مُردوں سے ہمیں زندہ کِیا
کُنتم امواتاً فاحیا کُم کے وارث ہم ہی ہیں

ہو گئی تھی گُم زمانے سے خلافت کی شعاع
آج تنوؔیر اس شعاعِ گُم کے وارث ہم ہی ہیں

عہدِ خلافت ثانیہ کی پہلی نظم

مکرم مولوی نعمت اللہ خان صاحب گوہر

دعائیں سُن لیں ہماری خدائے قادر نے
یہ کیسا فضل کیا اک جری کو بھیج دیا
جو نورِؓ دیں ہوا اوجھل ہماری نظروں سے
تو ایک آن میں ' نورِ نبی' کو بھیج دیا
بچا لیا ہمیں گرنے سے چاہِ ظلمت میں
کہ خود بخود ہی امامِ تقی کو بھیج دیا
سمجھ نہ سکتے تھے کیا ہو گا ایسی حالت میں
خدانے وقت پہ کیسے ذکیّ کو بھیج دیا
بشیرِ ثانی و محمود ہے وہ فضلِ عمر
وہ بہتریں تھا خدا نے اسی کو بھیج دیا
رہی نہ باقی دلوں میں شکوک کی ظلمت
جب آسمان سے وحیٔ خفی کو بھیج دیا
کوئی تو ہونا تھا آخر خلیفۂ ثانی
یہ اعتراض ہی کیا ہے کسی کو بھیج دیا
فسردگی ہوئی کافور ، بیعت احمدؑ سے
جلا کے شمعِ ہُدیٰ ، روشنی کو بھیج دیا
دُعا یہ کرتا ہے گوہر ترے لئے محمود
ہمیشہ پھولو ، پھلو ہووے عاقبت مسعود

مکرم عبدالحمید شوقؔ صاحب

مسیحِ پاک کے فرزند کا دورِ خلافت ہے
یہ عرصہ غیر معمولی صداقت کی علامت ہے
خدا کے فضل سے یہ دور دورِ کامرانی ہے
اُسی کی مہربانی ہے اُسی کی یہ عنایت ہے
شہادت دے رہی ہے صاف استخلاف کی آیت
کہ ملت کو خلافت کی ہمیشہ ہی ضرورت ہے
خلافت ہی سے وابستہ ترقی ہے جماعت کی
یہی تو کاروانِ دین کی اصلی قیادت ہے
مساجد بن گئیں دُنیا کے کتنے ہی ممالک میں
جہاں ہر اَسود و اَحمر کا نُورِ دل عبادت ہے
تراجم ہو گئے قرآن کے اکثر زبانوں میں
خدا کے دین کی اقصائے عالم میں اشاعت ہے
ہزاروں ابتلا آئے مگر بگڑا نہ کچھ اپنا
حقیقت میں خلافت کی دعاؤں کی یہ برکت ہے
ابھی تک 'مجلسِ عرفان' یادوں سے نہیں اُتری
یہ نشّہ میری ساری عمر کا سامانِ راحت ہے
زمانہ بھر میں کیوں نہ شوقؔ بجتا دین کا ڈنکا
جنابِ میرزا محمودؓ احمد کی خلافت ہے

خلافت

مکرم آفتاب احمد صاحب بسمل کراچی

اللہ کی اک نعمتِ عظمٰی ہے خلافت
مومن کیلئے عُروۂ وُثقیٰ ہے خلافت
گرتی ہوئی ملت کا سہارا ہے خلافت
حق یہ ہے نبوت کا تتمّہ ہے خلافت
ہے نخلِ نبوت تو ثمر اس کا خلافت
گر شمس نبوت ہے قمر اس کا خلافت
مومن ہیں جو قرآن میں وعدہ ہے یہ اُن سے
ایمان کے ساتھ ان کے گر اعمال ہیں اچھے
اللہ نوازے گا انہیں فضل سے اپنے
اور دے گا خلافت انہیں خاص اپنے کرم سے
خوف ان کا مبدّل بہ اماں ہو کے رہے گا
زیر اُن کے لئے سارا جہاں ہو کے رہے گا
اسلام کی تاریخ سے ملتی ہے شہادت
تکمیل کو جب پہنچ گیا عہدِ رسالت
اللہ نے برپا کیا پھر دورِ خلافت
بوبکرؓ کے شانوں پہ پڑا بارِ خلافت

یکجہتیٔ ملّت ہوئی صدیقؓ کے دم سے
اسلام کو شوکت ملی صدیقؓ کے دم سے
بوبکرؓ کا جب دورِ خلافت ہوا آخر
اللہ نے فاروقؓ کو پھر کر دیا ظاہر
ہر چار طرف غلبۂ اسلام کی خاطر
وہ دین کا خود آپ بنا حافظ و ناصر
تاریخی فتوحات ہوئیں عہد عمرؓ میں
کیا شرق میں کیا غرب میں کیا بحر میں بر میں
بعد اس کے خلافت ہوئی عثمان غنیؓ کی
اس دور میں دیں کو ہوئی بھرپور ترقی
جب فتحِ مبیں دین کو اللہ نے بخشی
پیدا ہوئے ملّت میں منافق بھی عدو بھی
ابلیسِ لعیں اپنی کمیں گاہ سے نکلا
اور مفسدوں کو قتل پہ عثمانؓ کے اُبھارا
یہ شومیٔ قسمت تھی کہ نیرنگیٔ قُدرت
عثمانؓ کو پینا ہی پڑا جامِ شہادت
یہ سانحہ دراصل تھا اس شے کی علامت
چھِننے کو ہے مُسلم سے یہ انعامِ خلافت

شیرازۂ اسلام بکھرنے ہی لگا تھا
دانائی حیدرؓ نے مگر اس کو سنبھالا
ہم کو یہ سبق دیتی ہے عثماںؓ کی شہادت
جاں دے دو مگر چھوڑو نہ دامانِ خلافت
لازم ہے بہر حال رہے دین سلامت
دُنیا میں نہیں اس سے بڑی کوئی بھی دولت
لازم ہے رہے یاد ہمیں اُسوۂ عثمانؓ
پہلوں کی طرح ہم بھی نہ کھو دیں کہیں ایمان
اب چوتھے خلیفہ ہوئے ابنِ ابی طالب
ایسے میں چناؤ تھا یہی سب سے مناسب
خطرہ تھا نہ ہو جائیں منافق کہیں غالب
اسلام تھا نرغے میں ز اطراف و جوانب
لیکن بخدا تھی یہ خلافت ہی کی برکت
دشمن ہوئے ناکام ملی دین کو نصرت
کی پانچ برس حضرتِ حیدرؓ نے خلافت
جاں توڑ کے گو آپ نے کی دین کی خدمت
سازش میں تھے مصروف مگر دشمنِ ملت
در پردہ منافق بھی تھے سرگرمِ شرارت

شیطان کی یہ چال ہوئی کار گر آخر
اور قتلِ خلیفہ پہ عدو ہو گئے قادر
یہ صرف علیؓ ہی کی نہ تھی ایک شہادت
اس سے متأثر ہوا ہر شعبۂ ملّت
توقیر گھٹی ، کم ہوئی اسلام کی عظمت
اور چھن گئی مسلم سے خلافت کی بھی نعمت
رخصت جو خلافت ہوئی اب سلطنت آئی
روحانیت اب ختم ہوئی مادیّت آئی
تاریخ بتاتی ہے کہ بعد اس کے مسلماں
رہنے لگے باہم دِگر اب دست و گریباں
یکجہتی ہوئی ختم، ہوا نظم پریشاں
مرکز پہ اکٹھے نہ ہوئے پھر کبھی عنواں
گو اب بھی کئی ملک بڑے زیرِ نگیں تھے
تائیدِ خدا کے مگر آثار نہیں تھے
تیرہ سو برس تک رہی قائم یہی حالت
گھٹتی گئی اسلام کی خوشحالی و عظمت
بڑھتی گئی مسلم کی زبوں حالی و نکبت
حتیٰ کہ نہ باقی رہا احساسِ ضلالت

اُمید کی ہر اِک کلی مرجھائی ہوئی تھی
اور یاس کی تاریک گھٹا چھائی ہوئی تھی
لیکن یہ خدائے دو جہاں کا تھا نوشتہ
اسلام میں اِک بار ہو پھر زندگی پیدا
اللہ نے آخر کیا اس وعدے کو ایفا
اور بھیج دیا دنیا میں موعود مسیحا
پھر کر دی عطا فضل سے اپنے وہی نعمت
یعنی کہ خلافت علیٰ منہاجِ نبوّت
موعود مسیحاؑ نے براہین قوی سے
ادیانِ مجازی کے اُڑا ڈالے پرخچے
اسلام کو غلبہ ہوا حاصل نئے سر سے
ظلمت ہوئی کافور پھر اس نور کے آگے
آخر وہ مسیحا بھی ہوا دہر سے رخصت
اور اپنی جماعت کو یہ کی اس نے وصیت
رخصت کی گھڑی گرچہ بہت سخت رہے گی
جانے سے مرے مومنوں کی جاں پہ بنے گی
تقدیر بہر حال ہے یہ ہو کے رہے گی
پر غم نہ کرو ’قدرتِ ثانی‘ بھی ملے گی

وہ 'قدرتِ ثانی' کہ جو ہے دائمی نعمت
انعامِ خداوندی ہے، نام اُس کا خلافت
پس حسبِ وصیت جو صحابہ میں تھا افضل
اس قدرتِ ثانی کا بنا مظہرِ اوّل
وہ دین کا تھا نور ، رہِ صدق میں اکمل
اس دور کا صدیق تھا مومن تھا مکمل
گر غور کریں تھا یہی مفہومِ وصیت
یہ 'قدرتِ ثانی' ہے حقیقت میں خلافت
اس قدرتِ ثانی کی ہے کیا اصل حقیقت
آیا ہے مراد 'انجمن' اس سے کہ خلافت
اُس مرسلِ ربّانی نے خود کی ہے وضاحت
فرمایا ازل سے ہے یہ اللہ کی سنت
دو قُدرتیں ظاہر وہ کیا کرتا ہے اپنی
تم کو بھی دکھائے گا وہ اب قدرتِ ثانی
اُس قدرتِ ثانی کے مظاہر جو بنیں گے
وہ نور سراپا ہیں سدا پھولیں پھلیں گے
وہ دین کی تبلیغ ہر اِک سمت کریں گے
اور خدمتِ اسلام میں مصروف رہیں گے

ان نوروں میں ایک مصلح موعود بھی ہو گا

وہ فضل عمر بھی ہے وہ محمود بھی ہوگا

اس لفظ 'عمر' میں تھے یہ پوشیدہ معانی

اس قدرتِ ثانی کا ہے وہ مظہرِ ثانی

جب ہو گئی اس طرح سے تعیینِ زمانی

مومن کیلئے اک یہی کافی ہے نشانی

پس حضرتِ محمودؓ کی حقانی خلافت

تائید میں ہر طرح کی رکھتی ہے شہادت

اللہ! ہمیشہ ہی خلافت رہے قائم

احمدؑ کی جماعت میں یہ نعمت رہے قائم

ہر دور میں یہ نورِ نبوت رہے قائم

یہ فضل ترا تا بہ قیامت رہے قائم

جب تک کہ خلافت کا یہ فیضان رہے گا

ہر دور میں ممتاز مسلمان رہے گا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی یاد میں

مبارک آمدن ، رفتن مبارک

مکرمہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

(میں حضرت سیّدنا بڑے بھائی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی ۔گزری ہوئی یادوں نے تازہ ہوکر تصور میں آکر مجھے زمانہ ماضی میں پہنچا دیا تھا، دل دردِفراق سے بے چین و بے قرار ہورہا تھا کہ خود بخود بغیر کسی شعر کہنے کے ارادے کے حسبِ ذیل مصرع قلب میں گزرا۔اس پر چند اشعار ہوگئے جوارسال ہیں، مبارکہ)

بشارت دی مسیحا کو خدا نے
تمہیں پہنچے گی رحمت کی نشانی

ملے گا ایک فرزندِ گرامی
عطا ہوگی دلوں کو شادمانی

وہ آیا ساتھ لے کر فضل آیا
بصد اکرام شاہِ دوجہانی

مٹا کر اپنی ہستی راہِ حق میں
جہاں کو اس نے بخشی زندگانی

یہی مدِّنظر تھا ایک مقصد
برائے دینِ احمدؐ جانفشانی
رہی نصرت خدا کی شاملِ حال
گزاری زندگی با کامرانی
ہمیں داغِ جدائی آج دے کر
ہوا حاضر حضورِ یارِ جانی
جو اُس نے 'نور' بھیجا تھا جہاں میں
ہوا واصل بہ ربِّ جاودانی
وہ جس کے قلب و روح و تن مبارک
مبارک آمدن ، رفتن مبارک

★ ★ ★ ★ ★

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

اے کہ عزم آفریں تھی ذات تیری
کتنی شیریں تھی بات بات تیری
دن تھے معمور سعیٔ پیہم سے
تھی سکون نا شناس رات تیری

رکھتا ہے عجب شانِ خُدا نامِ خلافت

مکرم روشن دین تنویرؔ صاحب

ملتا ہے اُسی قوم کو انعامِ خلافت
ہو جس کا عمل لائقِ اکرامِ خلافت

خورشیدِ جہانتابِ نبوت کی کرن سے
رخشندہ ہیں دیوار و در و بامِ خلافت

یہ سلسلہ در سلسلہ قائم ہے ہدیٰ کا
پیغامِ نبوّت ہی ہے پیغامِ خلافت

پھر شور اُٹھا خُم کدۂ مصطفویؐ میں
پھر دَور میں لائے ہیں وہی جامِ خلافت

شاہی میں گدائی ہے گدائی میں ہے شاہی
رکھتاہے عجب شانِ خُدا نامِ خلافت

آغاز کیا پھر جو مسیحائے زماں نے
تا روزِقیامت نہیں انجامِ خلافت

تنویرؔ یہ ہے دین کا اک نکتۂ باری
آزاد وہی ہے کہ جو ہے دامِ خلافت

مصلح موعودؓ کی بابرکت خلافت

مکرم عبدالحمید شوقؔ صاحب

خلافت دین و دنیا میں خدا کی مہربانی ہے
نزولِ رحمتِ باری کی لاثانی نشانی ہے
خلافت نغمۂ توحیدِ ربّانی کی نگہت ہے
خلافت بادۂ حق کا سرورِ جاودانی ہے
خلافت قوم کی پژمردگی کو تازگی بخشے
خلافت ہی سے انسانوں کو حاصل زندگانی ہے
اسی سے آبیاری ہو رہی ہے باغِ ملت کی
اسی سے اپنے گلشن پر بہارِ جاودانی ہے
زہے قسمت خدا کا نور اترا آسمانوں سے
اُسی نورِ خلافت کی زمین پر ضوفشانی ہے
ارے ناداں! خلافت کی حفاظت کر قیامت تک
یہی تو نصرتِ رحمٰن کی واحد نشانی ہے
برس پچاس گزرے شان سے دورِ خلافت کے
یہ دورِ فیض و فضل و کامیاب و کامرانی ہے
خلافت کے درخشاں دور پر، ناز ہے سب کو
کہ ہر سُو شان و شوکت ہے وفورِ شادمانی ہے

یہ تفسیریں یہ تحریریں یہ خطبے اور تقریریں
فصاحت ہے بلاغت ہے مآلِ خوش بیانی ہے
خدا تجھ کو بصارت دے تو اس کے نور کو پالے
یہی تو مصلحِ موعود رحمت کی نشانی ہے
مرا شافی امامِ پاک کو کامل شفا بخشے
بسُرعت دُور ہو جو آج ضعف و نا توانی ہے
سنیں پھر شوق جلسہ گاہ میں تقریرِ جاں پرور
ہمیشہ جس میں دیکھی اس نے دریا کی روانی ہے

مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب

عُمر بھر جو کفر کی یلغار سے لڑتا رہا
بے نیازِ بیش و کم ہو کر بھی جو بڑھتا رہا
جس نے قرآں کے خزانوں کو بکھیرا ہر طرف
ظلمتیں چھٹتی گئیں دیکھا سویرا ہر طرف

ربوہ کے آسماں پر ٹوٹا مرا ستارہ

مکرم شیخ نصیر الدین احمد صاحب

ربوہ کے آسماں پر ٹوٹا مرا ستارہ
ہائے کدھر گئے وہ کر کے مجھے اشارہ
تاریکیاں غموں کی بڑھنے لگیں فضا میں
اب چاندنی کہاں کی جب چاند ہی سدھارا
پسرِ غلامِ احمد ، ختمِ رسل کی خاطر
جو خاک میں ملا تھا ، آقا تھا وہ ہمارا
اب وہ پہنچ گیا ہے روحانی آسماں پر
نقطہ وہی ہے جس سے عیسیٰ نبی اتارا
اللہ کی خلافت جاری ہے جو ازل سے
اب بھی رہے گی جاری اس کا نہیں کنارا
وعدہ کیا جو اس نے ہو کر رہے گا پورا
اللہ کی ہو نصرت ناصر ہے وہ ہمارا
ٹھہرو نصیؔر سُننا کوئی پکارتا ہے !
آئی صدا کہاں سے کس نے تجھے پکارا
اک تیرگی مٹا کر آنکھوں میں آگئے وہ
آنکھوں نے جذب کر کے دل میں انہیں اتارا

'پیارو آموختۂ درسِ وفا خام نہ ہو'

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

آج اک درد مرے دل میں اٹھا ہے پیارو
سینۂ عشق میں اک حشر بپا ہے پیارو
لاکھ شیرینیٔ گفتار بھی ہو تو بے کار
اَنَـا خَیْرٌ تو بڑی تلخ نوا ہے پیارو
کُوئے محبوب کو جاتی ہے فقط ایک ہی راہ
اور وہ رہ ، رہِ تسلیم و رضا ہے پیارو
عشق کو راس نہیں خود سری و خود غرضی
عشق تو کشمکشِ بیم و رجا ہے پیارو
اس کے ہر تار سے وابستہ دل و جاں اپنے
یہ خلافت تو محبت کی ردا ہے پیارو
کتنی تاکید سے ، اصرار سے ، تکرار کے ساتھ
ہمیں آئین جماعت کا ملا ہے پیارو
یادِ محمودؔ پسِ گردشِ ایّام نہ ہو
'پیارو آموختۂ درسِ وفا خام نہ ہو'

سیدّ نا حضرت مصلحِ موعود کے دربار عالی میں

محترم میاں غلام محمد صاحب اختر

تجھے بخشی گئی دیں کی خلافت
جہاں میں مظہرِ حق العلاء ہے
نہ ہو تو کس طرح فضلوں کا وارث
کہ فرزندِ مسیح دوسرا ہے

تری صحبت تری سیرت کا مظہر
عیاں ہر رنگ میں نورِ خدا ہے
خطر کیا تجھ کو دنیائے دَنی سے
تِرا حامی ترا ناصر خدا ہے

دعائیں کارگر ہوتی ہیں تیری
کہ تو اک محرمِ رازِ خدا ہے
تِرے دم سے حیاتِ نو ملی ہے
ترا دستِ دعا معجز نما ہے

ترے کوچے کی پیارے خاک ہوں مَیں
تڑپ ہے ، آرزو ہے ، مدعا ہے
لگا کے تجھ سے یہ عشق و محبت
محبت کا قرینہ آگیا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود کی یاد میں

محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

صُبحیں افسردہ ہیں شامیں ویران ہیں
گلیاں خاموش ہیں کوچے سنسان ہیں
دیکھتے دیکھتے رونقیں کیا ہوئیں
آج ربوہ کے سب لوگ حیران ہیں

ہر شجر ، ہر حجر ، آج ہے سرنگوں
کتنی افسردگی کوہساروں پہ ہے
آج ہر دل ہے شق ، آنکھ ہے خونچکاں
کس قدر بے کسی سوگواروں پہ ہے

چاندنی ماند ہے ، چاند بھی ماند ہے
وہ چمک بھی ستاروں میں باقی نہیں
پھول توڑا ہے گلچیں نے وہ باغ سے
دلکشی اب بہاروں میں باقی نہیں

چل دیا آج وہ فخرِ عصرِ رواں
جس کی ہستی پہ اِس دَور کو ناز تھا
وہ کہ اپنے پرائے کا غمخوار تھا
وہ کہ اپنے پرائے کا دمساز تھا

وہ کہ مُردہ دلوں میں جو دم پھونک کر
زندگی کے ترانے سناتا رہا!
جو سدا صبر کا درس دیتا رہا
جو مصائب میں بھی مسکراتا رہا

شفقتیں دُشمنوں پہ بھی کرتا رہا
وہ محبت کا اک بحرِ زخّار تھا
ڈانٹتا بھی رہا تربیت کے لئے
اُس کے غصّے میں بھی لیک اک پیار تھا

وہ مرقع تھا عِلم اور عرفان کا!
اِک فراست ، ذہانت کا پیکر تھا وہ
معرفت کے خزانے تھے حاصل اُسے
بحرِ روحانیت کا شناور تھا وہ

اُس نے اپنی ذرا بھی تو پرواہ نہ کی
اُس کے دل میں تو بس اک یہی تھی لگن
ہو خزاں کا تسلّط نہ گلزار پر
لہلہاتا رہے دینِ حق کا چمن

وہ کہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کے رویا کِیا
کہ جماعت یہ دنیا میں پھُولے پھلے
رحمتِ حق رہے اِس پہ سایہ فگن
چشمہء فیضِ حق اِس میں جاری رہے

اہلِ دنیا کی حالت پہ کر کے نظر
وہ کہ اشکوں کے موتی پروتا رہا
وہ کہ سجدے میں گر کے بِلکتا رہا
اور جہاں چین کی نیند سوتا رہا

شق ہو پتھر کا سینہ بھی سُن کر جنہیں
صبر سے ایسی باتیں وہ سُنتا رہا
خار دامن سے اس کے اُلجھتے رہے
وہ ہمارے لئے پھُول چُنتا رہا

اس کو اپنے پرائے ستاتے رہے
پر ہمیشہ وہ حق بات کہتا رہا
آنچ آنے نہ دی اس نے اسلام پر
اپنے سینے پہ ہر وار سہتا رہا

اپنے لُطف و کرم اور اخلاق سے
وہ زمانے کو تسخیر کرتا رہا
اپنے خونِ جگر سے وہ اسلام کا
اک نیا دَور تحریر کرتا رہا

دینِ احمدؐ کی اُس نے بقا کے لئے
مال اپنا دیا ، اپنی جاں پیش کی
اپنی اولاد کو وقف اُس نے کیا
اپنے افعال ، اپنی زباں پیش کی

تشنگی کی یہ حالت رہی ، عمر بھر
وہ شرابِ محبت ہی پیتا رہا
اُس کی ہر سانس تھی بس خدا کے لئے
وہ محمدؐ کی خاطر ہی جیتا رہا

خدمتیں دین کی بھی وہ کرتا رہا
ہجر کی تلخیاں بھی وہ سہتا رہا
لے کے آخر میں نذرانۂ جان و دل
سوئے کوئے نگاراں روانہ ہوا

اُس کے دم سے اُجالا تھا چاروں طرف
وہ گیا تو یہاں تیرگی چھا گئی
چاند روشن ہے اب بھی اُفق پہ مگر
'میرے سورج کو کِس کی نظر کھا گئی'

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحبؓ

ربّانیوں کا ربوہ یارب رہے سلامت
اعجاز احمدیت ، محمود کی کرامت
اسلام کی اشاعت ،ہو اس کی مرکزیت
قائم رہے نظارت ،دائم رہے امامت

مکرم شاہد اعظمی صاحب، گوجرہ

عرفان کی شراب پلاتا رہا ہمیں
جنت کی راہ پر جو چلاتا رہا ہمیں

ہر فرق نیک و بد کا بتاتا رہا ہمیں
کیا کیا کہوں کہ کیا کیا سکھاتا رہا ہمیں

وہ جس نے علم وفضل کے دریا بہا دیئے
سائل گواہ ہیں کہ خزانے لُٹا دیئے

وہ جس نے کفر وشرک کے ایواں گرا دیئے
چہرے پہ حق کے جتنے تھے پردے ہٹا دیئے

محمود خود تھے ہم کو بھی محمود کر گئے
گردش میں ہر ستارے کو مسعود کر گئے

ملّت سے کفر و شرک مفقود کر گئے
باطل کو حق کے سامنے مسجود کر گئے

عالم ولی مقرر و زاہد حضور تھے
عشقِ رسُول رکھتے تھے عابد حضور تھے

جس چاند کی ضیاء سے منّور تھا اک جہاں
کہتا ہوں سچ کہاں دنوں روشن تھا آسماں

اس روشنی میں چلتا تھا اپنا یہ کارواں
محمود کاروان کے ہوتے تھے پاسباں

ڈوبا وہ چاند اپنے ستاروں کو چھوڑ کر
ہم بے کسوں کو درد کے ماروں کو چھوڑ کر

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب

رحمت کا تو نشان تھا قربت کا تو سبب
جو تجھ سے دُور تھا وہ خدا سے بھی دُور تھا
ہر لحظہ تو مظفر و منصور ہی رہا
میدان کار زار میں تیرا ظہور تھا

خدا حافظ پیمانِ وفا

مکرم ارشاد احمد شکیب صاحب

ضائع ہم آپ کا پیغام نہ ہونے دیں گے
سرنگوں پرچمِ ایمان نہ ہونے دیں گے

دام مرنگ زمیں لاکھ بچھائے باطل
طائرِ دل کو تہہِ دام نہ ہونے دیں گے

اپنے اعمال کی تقویٰ پہ بِنا رکھیں گے
دعوتِ فسق کبھی عام نہ ہونے دیں گے

بڑھتے جائیں گے سوئے منزلِ مقصود مگر
راہ میں سست کبھی گام نہ ہونے دیں گے

خدمتِ دیں کے عوض نفس کو اپنے ہرگز
ہم کبھی طالبِ انعام نہ ہونے دیں گے

آپ کے فیض سے چمکا ہے جو مہرِ انور
ہم اسے زیبِ رخِ شام نہ ہونے دیں گے

لاکھ طوفان اٹھیں ظلم کے لیکن دل کو
ناشکیب آپ کے خدام نہ ہونے دیں گے

آپ سے عہد جو باندھا ہے وہ انشاء اللہ
ہم کبھی رسوا سرِ عام نہ ہونے دیں گے

خلافت ثالثہ

صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے متعلق

الوداعی نظم

برموقع سفر انگلستان بغرض تعلیم، حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ

جاتے ہو مری جان ! خدا حافظ و ناصر
اللہ نگہبان ! خدا حافظ و ناصر

ہر گام پہ ہمراہ رہے نصرتِ باری
ہر لمحہ و ہر آن خدا حافظ و ناصر

والی بنو امصارِ علومِ دو جہاں کے
اے 'یوسفِ کنعان' ! خدا حافظ و ناصر

ہر علم سے حاصل کرو عرفانِ الٰہی
بڑھتا رہے ایمان خدا حافظ و ناصر

پہرہ ہو فرشتوں کا قریب آنے نہ پائے
ڈرتا رہے شیطان خدا حافظ و ناصر

ہر بحر کے غوّاص بنو لیک بایں شرط
بھیگے نہیں دامان خدا حافظ و ناصر

سر پاک ہو اغیار سے، دل پاک، نظر پاک
اے بندۂ سبحان خدا حافظ و ناصر

محبوبِ حقیقی کی 'امانت' سے خبردار
اے حافظِ قرآن خدا حافظ و ناصر

’تشنہ روحوں کو پلا دو شربتِ وصل و بقا‘

’’حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے مصرع کی تضمین،
یہ مصرع حضورؒ کو خواب میں بتلایا گیا تھا‘‘ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

جب سے تجویزِ سفر تھی سب تھے مصروفِ دعا
خود امیرالمؤمنیں اور ہر غلامِ باوفا
یا الٰہی خیر ہو آئیں بصد فتح و ظفر
دردِ دل سے تھی حضورِ ذاتِ باری التجا

طالِب نَصرُٗ مِّنَ اللّٰہ سائلِ فَتحُٗ قَرِیبُٗ
روز و شب رہتا تھا سالارِ سپاہِ مصطفیٰؐ
رحمتِ حق جوش میں آئی یہ حالت دیکھ کر
بہرِ تسکین و سکوں مولا نے یہ مژدہ دیا

میری نصرت ہم قدم ہے فضل میرا ہم نفس
اے ’مبارک‘ جا سفر تیرا مبارک کر دیا
یہ زباں تیری ، قلم تیرا ، ترے قلب و دماغ
ہیں سبھی میرے تصرف میں ، تجھے پھر خوف کیا

کہہ چکا ہے رحمتِ عالم کا فرزندِ جلیل
’ہم ہوئے دلبر کے اور دلبر ہمارا ہوگیا‘
کام کو جس کے چلا ہے خود وہ تیرے ساتھ ہے
اے مرے ’ناصر‘ ہے تیرا حافظ و ناصر خدا

تجھ کو روحانی خزائن ہیں مسیحا سے ملے
دونوں ہاتھوں سے لُٹا اے صاحبِ جود و سخا
علم وعرفاں تم کو بخشا اور کنزِ بے بہا
یہ کلامِ ربِ اکبر یہ کتابِ حق نما
دل میں ایمان ویقیں ہے ہاتھ میں قرآن ہے
'تشنہ روحوں کو پلا دو شربتِ وصل و بقا'

سپاہِ مصطفیٰؐ سے مراد جماعت احمدیہ ہے جس کا مقصد اوّلین اور فرضِ اوّلین خدمت اسلام
اور سینہ سپر ہوکر تمام عالم کو چپہ چپہ پر اِسلام کا علم ،توحید کا پرچم بلند کرنا ہے، مبارکہ

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

درمیانِ جہانِ بے توقیر
تو سراپا وقار کی تصویر
کھو گئی جب بھی تیرگی میں نظر
تھا تبسم تیرا نمودِ سحر

تاریخ وفات اور انتخابِ خلافت

محترم حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحبؓ

چودھویں کا چاند ہے پر چاندنی
خالقِ الانوار نے جب ماند کی
قدرتِ ثانی کا یارب ہو نزول
سب جماعت کی دعائیں کر قبول
ہو چکا ہے ثُلَّۃٌ مِن اوَّلِین
اور اب ہے ثُلَّۃٌ مِن آخرین
بے امامت کے تو رہ سکتے نہیں
صدمۂ فرقت تو سہہ سکتے نہیں
حافظ و ناصر خدائے پاک ہو
جلوۂ نورِ شہِ لولاک ہو
پڑھتے ہیں انّا الیہ راجعون
تائبُون و آمِنُون و حامدُون
ناصرِ دینِ محمدؐ کی طلب
قدرتِ ثانی کا ثالث منتخب

انوارِ خلافت

مکرم نسیم سیفی صاحب

بحمداللہ کہ انوارِ خلافت کی ہے ارزانی
نگاہِ شوق کی خاطر ہوئی ہے جلوہ سامانی
خدائے ذوالجلال و ذوالمنن کے اک کرشمے نے
سکینت سے بدل ڈالی ہر اک دل کی پریشانی
مقدّر ہو اگر فتح و ظفر ایمان والوں کو
خدائے عرش کرتا ہے خلافت کی نگہبانی
نظر اس کی جسے چاہے اُسے وہ منتخب کرلے
کسی کے کام آسکتا نہیں زعمِ ہمہ دانی
مبارک حضرتِ ناصر، مبارک! صد مبارک ہو!
خلافت کی قبا ہے حامِل منشائے یزدانی
تجھے معلوم ہیں اپنے کرم کی وسعتیں مولا!
مرا کیا ہے مجھے تو ہے خیالِ تنگ دامانی
نسیم اب ہاتفِ غیبی کی یہ آواز آتی ہے
'زبہرِ ناصر دنیا دینِ حق نصرت شود پیدا
بہ جنید از پئے کوشش کہ از درگاہِ ربانی'

گلستاں میں وہ رشکِ بہار آ گیا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دورہ مغرب سے واپسی کے موقع پر
صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

قطعات

زندگی میں چمن پہ نکھار آ گیا
آج گلشن میں وہ گلعذار آ گیا
پھول مہکے ، چمن مسکرانے لگا
گلستاں میں وہ رشکِ بہار آ گیا

دید اُس کی ہی آنکھوں کا مقصود ہے
وہ کہ موعود ہے ابنِ موعود ہے
جا کے یورپ میں پیغام حق کا دیا
آج واں کفر کی راہ مسدود ہے

وہ نگارِ حسیں ہے یہاں جلوہ گر
دیکھ کے جس کو ہر شخص خورسند ہے
نافلہ ہے مسیح کا وہ عالی گہر
اَور فضلِ عمر کا وہ فرزند ہے

شکرِ باری تعالیٰ کہ اُس نے ہمیں
قدرتِ ثانیہ کی عطا بخش دی
دے کے دَورِ خلافت کی نعمت ہمیں
اپنی رحمت کی رنگیں رِدا بخش دی

ہے دعائے دلِ دردمنداں کہ یہ
دیر تک اپنے جلوے دکھاتا رہے
اس کی خوشبو سے گلشن مہکتا رہے
باغِ احمد یونہی لہلہاتا رہے

مکرم محمد صدیق صاحب امرتسری

وعدہ ہے مومنوں سے حق تعالیٰ کا مدام
جاری رکھے گا وہ امت میں خلافت کا نظام

اہلِ مغرب سے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کے دَورۂ یورپ کے تأثرات

مکرم راجہ نذیر احمد ظفر صاحب

سُنا ہے اہلِ غرب کیا ؟ وہ آنے والا آ گیا
طریقِ دینِ مصطفیٰؐ سکھانے والا آ گیا
تمہیں پیامِ میرزاؑ سُنانے والا آ گیا
رہِ سلوک میں قدم بڑھانے والا آ گیا

جو پوچھنا ہے پوچھ لو بتانے والا آ گیا
اُٹھو دیارِ شرق سے جگانے والا آ گیا

یہ کفر دلفریب کیوں یہ شرک دلنشین کیوں!
یہ تین اور ایک کیوں یہ ایک اور تین کیوں!
یہ ظلم و جور دیکھ کر نہ ہو وہ تعالیٰ خشمگین کیوں!
نہ شق ہو آسمان کیوں نہ پَھٹ پڑے زمین کیوں!

یہ بات پھر نہ کیجیو ڈرانے والا آ گیا
اُٹھو دیارِ شرق سے جگانے والا آ گیا

یہ ناؤ ونوش راگ و رنگ ونغمہ ہائے جلترنگ
یہ شبکدے یہ عشرتیں یہ ساقیانِ ماہ رنگ
یہ سارے خرخشے فقط ہیں اِک نوائے طبلِ جنگ
کہ چھا چکی ہے شیطنت بساطِ آدمی ہے تنگ

مئے وصالِ ایزدی پلانے والا آگیا
اُٹھو دیارِ شرق سے جگانے والا آگیا

فضا ہے سب دھواں دھواں اُفق اُفق ہے تیرگی
مہیب سائے موت کے محیط کارِ زندگی
برس رہی ہیں وحشتیں گھٹا ہے ظُلم کی اُٹھی
چڑھا ہے شرق سے مگر پھر آفتابِ زندگی

پکڑ لو دامنِ یقیں بچانے والا آگیا
اُٹھو دیارِ شرق سے جگانے والا آگیا

الخلافۃ الاسلامیہ احمدیہ

مکرم محمد صدیق صاحب امرتسری ایم اے

خلافت نورِ ربّ العالمیں ہے
خلافت ظلِّ ختم المرسلیں ہے

خلافت دیں کا اِک حسنِ حسیں ہے
خلافت کامرانی کی امیں ہے

خلافت کاشفِ اسرارِ دیں ہے
خلافت حرزِ جانِ مومنیں ہے

خلافت مرکزِ آئینِ قرآں
خلافت حافظِ شرعِ متیں ہے

خلافت مخزنِ عرفان و حکمت
خلافت رونقِ گلزارِ دیں ہے

خلافت وحدتِ ملّت کی ضامن
خلافت موجبِ فتحِ مبیں ہے

خلافت سے سدا وابستہ رہنا
ہمارا عین فرضِ اوّلیں ہے

خلافت ملتِ بیضا کے حق میں
حصارِ امن و ایمان و یقیں ہے

خلافت کے بغیر اے قومِ احمدؑ
نہ دنیا ہے نہ عقبیٰ ہے نہ دیں ہے
ہر اِک پیر و جوانِ احمدیت
خلافت کے چمن کا خوشہ چیں ہے
بھٹک سکتا نہیں وہ راہِ حق سے
خلافت پر جسے کامل یقیں ہے
وہ جس سے غلبۂ حق ہے مقدر
خلافت کا نظامِ بہتریں ہے
کیا ہے متحد قوموں کو جس نے
مرے ہمدم یہ وہ حبلِ متیں ہے
یہ عالمگیر فیضانِ خلافت
بفیضِ رحمۃ'' للّعالمیں ہے
یہ ہے زندہ نشاں زندہ خدا کا
یہ بے شک آیۃ للّعالمیں ہے
مقابل پہ ہمارے لا کے دکھلا
نظام ایسا اگر دیکھا کہیں ہے
رسالہ الوصیت پڑھ کے دیکھو
وہاں ذکرِ خلافت بالیقیں ہے

ہوئی کافور جس کے دم سے ظلمت
وہ شمعِ نور ربوہ میں مکیں ہے
خلیفہ ناصرِ دینِ محمدؐ
امامِ وقت کا اب جانشیں ہے
خلافت کے مناقب پر یہ صدیق
کلامِ خاکسار و کمتریں ہے

★ ★ ★ ★ ★

مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ

وہ محبت کا اک زندہ شہکار تھا
بندۂ حق تھا دیں اس کو درکار تھا
پا لیا جس نے کچھ اس کے ادراک سے
کچھ رہی نہ طلب اس کو املاک سے

قیادت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ

مکرمہ مومنہ فرحت صاحبہ، لائلپور

یہ کیا ہوا کہ ناگہاں سب اہل دل سنبھل گئے
یہ کس کے فیض سے تمام غم خوشی میں ڈھل گئے

یہ کون آ گیا کہ اپنے روز و شب بدل گئے
قدم قدم روش روش ہزاروں دیپ جل گئے

ہیں سنگ و خشت راہ میں مگر ہے مائلِ سفر
نگر نگر شہر شہر ہے عزم اس کا مُشتہر

جو تھک کے پھر پلٹ پڑے نہیں ہے اس کی وہ نظر
ہے اس کی جرأتوں کا ذکر عرش اور فرش پر

عہدِ اطاعت

بحضور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ

مکرم راجہ نذیر احمد ظفر صاحب

ہے عہدِ خدا اہتمامِ خلافت
ہے بعد از نبوت مقامِ خلافت
علاجِ پریشانیٔ بزمِ ہستی
اگر ہے تو وہ ہے نظامِ خلافت

غموں کے اندھیرے میں ہم کو ڈبو کر
چھپا جب وہ ماہِ تمامِ خلافت
تو دُنیا یہ سمجھی کہ شاید ہو مشکل
قیامِ خلافت ، دوامِ خلافت

مگر میرے آقا ! خدا کا کرم ہے
ترے ہاتھ آئی زمامِ خلافت
سکینت ملی پھر سے ٹوٹے دلوں کو
ازل سے ہے جو فیضِ عامِ خلافت

یہ لُطفِ محبت سرورِ اطاعت
ہے وابستۂ احترامِ خلافت
ظفؔر باپ دادا کے نقش قدم پر
رہا ہے ، رہے گا غلامِ خلافت

مکرم سید امین احمد صاحب

کس طرح ! کیسے کروں اس کے محاسن کا بیاں
دامنِ الفاظ کم اور حسن اس کا بے شمار
وہ محبت ہی محبت تھا محبت کی قسم
اِک مجسّم رحم کا پیکر تھا وہ عالی وقار

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے خطاب

مکرم ادریس احمد عاجز عظیم آبادی صاحب

اے امیر المؤمنیں اے جانِ جانانِ جہاں
حاملِ بارِ خلافت باہزاراں عزّ و شاں
شہسوارِ راہِ عرفان و غلامِ مصطفیٰؐ
گلشنِ اسلام کا لاریب تُو ہے باغباں
مطلعِ نُورِ الٰہی سینۂ صافی ترا
تُو علوم معرفت کا ایک بحرِ بے کراں
ہم نشیں ، دوشیزگیٔ حسنِ جاناں کچھ نہ پوچھ
محشرِ خاموش کی اُف اے تلاطم خیزیاں
قدرتِ ثانی کے مظہر ، افتخارِ قدسیاں
معدنِ حلم و حیا و نیّرِ روحانیاں
خادمِ شرعِ مبین و سربسر علم و عمل
حافظِ قرآن و فرزندِ مسیحائے زماں
غمگسارِ ملّتِ بیضاء انیسِ بے کساں
نُورِ چشمِ مصلحِ موعودؓ سُلطان البیاں
قرۃالعینینِ حضرت سیّدہ نصرت جہاںؓ
جامعِ آیاتِ قرآنِ مُبیں کا ہم عناں

بُلبلِ بستانِ احمد ، غنچہ لب ، شیریں دہن
مرحبا صد مرحبا تیری ترنّم ریزیاں
ہاتھ یہ تیرا نہیں بلکہ مسیحا کا ہے ہاتھ
دستِ عثماںؓ جس طرح دستِ نبی آخر زماںؐ
دستِ ختم الانبیاءؐ ، دستِ خدائے ذوالجلال
فَوقَ اَیدِیھِم کا دیکھو کُھل گیا رازِ نہاں
'نـا فلةً لّك' خبر کی تُو ہے اِک زندہ دلیل
تُو ہے تصویرِ 'مبارک' بے شبہ و بے گماں
تُو علومِ مشرقی و مغربی کا امتزاج
دم بخود ہے تیرے آگے حکمتِ یونانیاں
تیرے دم سے گلشنِ اسلام میں تازہ بہار
گلستانِ ابرہن پر چھا گیا دَورِ خزاں
لائے گی اَب رنگ تاثیرِ دعائے نیم شب
مغربیّت کا طلسم اُڑ جائیگا بن کر دھواں
دہر میں طوفانِ دہرّیت کا ہر جا شور ہے
چھا گئی ہیں چار جانب جہل کی تاریکیاں
یہ دُعا ہے اے خدائے قادر و ربِّ قدیر
دینِ احمدؐ ہر جگہ ہو کامیاب و کامراں

پرچمِ اسلام کی ہو سربلندی ہر جگہ
چین ہو ، جاپان ہو ، یا روس و آذر بائیجاں
ربِّ کعبہ کی قَسم ربِّ محمدؐ کی قَسم
احمدیت ہو گی ہر جا سُرخرو و کامراں
دوستو میرے عزیزو اَب رہو ثابت قدم
زیرِ حُکمِ جانشینِ مہدیٔ آخر زماں
صبر و صدق و حلم کا کامل نمونہ تم بنو
آسمانِ علم پر چمکو مثالِ کہکشاں
شیوۂ پیغمبرِؐ اُمّی کرو تم اختیار
تا کرے تم سے محبّت وہ خدائے مہرباں
اے خدا اے ربِّ کعبہ اے خدائے قادیاں
اے خدائے لامکان و اے خدائے بے نشاں
جو تری درگاہِ عالی میں ہوُا ہے سجدہ ریز
رحمتوں نے تیری ڈھانپا اسکو بن کر آسماں
خاکساری عاجزی بندہ کی ہے تجھ کو پسند
تو اے ستّارِ العیوبِ اے خدائے مہرباں
نوحہ گر اپنے گناہوں پر ہے یہ عاجز بشر
تیرے فضل وجُود سے سب دُور ہوں کمزوریاں

یا الٰہی مصطفیٰؐ عالی گہر کا واسطہ
کر قبول اب تُو دعائے عاجزِ نوحہ کناں
فخرِ شعرا حضرتِ وحشت کے جذبِ فیض سے
عاجزِ شوریدہ سر بھی بن گیا شیریں بیاں

مکرم آفتاب احمد بسمل صاحب

سلام اس پر خدا نے نافلۃً جس کو فرمایا
سلام اس پر کہ جس کا ذکر وحیٔ پاک میں آیا
سلام اس پر سدا سے جس پہ ہے اللہ کا سایہ
سلام اس پر امامت کا ہے جس نے مرتبہ پایا

ملائک ہیں خود پاسبانِ خلافت

مکرم روشن دین تنویرؔ صاحب

سمجھتے ہیں وابستگانِ خلافت
ملائک ہیں خود پاسبانِ خلافت

جو مومن بجا لائیں اعمالِ صالح
ہے ان کے لئے ارمغانِ خلافت

یہ تعبیر ہے قدرتِ ثانیہ کی
درخشاں نشاں ہے نشانِ خلافت

خلافت حقیقت میں حبل المتیں ہے
حصارِ یقیں کوہستانِ خلافت

دلِ کفر و الحاد میں ہم ہیں ناوَک
چلاتی ہے جن کو کمانِ خلافت

ہوا ہے یہی فیصلہ آسماں پر
کہ ناصر ہے شایانِ شانِ خلافت

کوئی خوف تنویرؔ کو ہے نہ غم ہے
ہے حاصل اسے آستانِ خلافت

برکاتِ خلافت

مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب

رات ڈھلتی رہی وقت کٹتا رہا ہولے ہولے پیامِ سحر آ گیا
دور پر دور آتے رہے نو بہ نَو آخرش دورِ فتح و ظفر آ گیا

اہلِ باطل کا کھلنے لگا ہر بھرم اہلِ حق کے قدم تیز تر ہو گئے
منزلیں خود قریب آ گئیں، راہرو کو کچھ ایسا طریقِ سفر آ گیا

لے کے آنکھوں میں دینِ محمدؐ کی ضَو چل پڑا سوئے صحرا اِک تیز رَو
جذبۂ خدمتِ دینِ احمد لئے آج ہر اہلِ قلب و جگر آ گیا

زندگی کے قرینے سکھائے گئے ہیبتِ مرگ معدوم کر دی گئی
مردِ مومن اُٹھا اور ہر معرکے کیلئے ہو کے سینہ سپر آ گیا

اہلِ الہام کو تو یہیں آ گئی آسمانوں سے بشریٰ لکم کی ندا
اہلِ عقل و خرد جب خلا میں گیا تو وہاں سے بھی وہ بے خبر آ گیا

اللہ اللہ نظامِ خلافت سے نورِ نبوت کی چمکار قائم رہی
کارواں کے سفر کا تسلسل ہے یہ راہبر چل بسا راہبر آ گیا

چشم و دل کے تقاضے بہل جائیں گے آرزوؤں کی دنیا نکھر جائیگی
ہم تو اک ماہِ نو سے بھی تھے مطمئن شکر صد شکر رشکِ قمر آ گیا

یہ تلاشِ مسلسل مبارک تجھے تیرے شوقِ سفر پر ہزار آفریں
اب اگر خود بخود جُھک گئی ہے جبیں دیکھ شاید کوئی سنگِ در آ گیا

جب سُنا حسن والا اتبار اِک نئے جلوۂ خوبرو سے ادھر آئیں گے
اپنے گمنام گوشے سے اُٹھا نسیمؔ اور چل کر سرِ راہگذر آ گیا

مکرم شیداؔ گجراتی صاحب

کاشانۂ احمد میں چراغاں ہی رہے گا
اسلام کا ہر نقش نمایاں ہی رہے گا
جس قافلۂ شوق کا سالار ہے ناصر
وہ قافلۂ شوق خراماں ہی رہے گا

قربانی اور ایثار کرنے والی جماعت، جماعت احمدیہ

مکرم عبدالسلام اختر صاحب

ادھر دیکھ آ کے ہمدم، ایک دُنیا جاں نثاروں کی
محمد مصطفیٰؐ کی راہ کے خدمت گزاروں کی

چراغِ مصطفیٰؐ کے نور کے آئینہ داروں کی
خدا کے آخری موعود کے طاعت گزاروں کی

نہیں ہے امتیازِ نسل و قوم اِن جانثاروں میں
نہیں تخصیص ان میں کچھ امیروں، مالداروں کی

امام وقت کی آواز پر 'لبیک' کام اِن کا
وفا کی کامرانی خو ہے ان طاعت شعاروں کی

کوئی تحریک ہو، دل چاہتا ہے ان کا خود جا کر
فلک سے جھولیاں بھر کر اُٹھا لائیں ستاروں کی

کہیں دیکھا ہے تو نے ہمنشیں ایسا چمن جس میں
کوئی موسم ہو لیکن مسکراہٹ ہو بہاروں کی

یہ برکت اس عطا کی ہے، خلافت ہے ثمر جس کا
وگرنہ اس جہاں میں کیا کمی ہے نیکو کاروں کی

نعمتِ خلافت

مکرم عبدالحمید شوقؔ صاحب

خلوص و شوق کی صدق و صفا کی بات کرو
ہماری بزم میں رُشد و ہدیٰ کی بات کرو
نہ بُغض و حسد کی بخل و ریا کی بات کرو
سَدا خلوص کی مہر و وفا کی بات کرو
غرور و کِبر خدا کو کبھی پسند نہیں
ہمیشہ عجز و رضائے خدا کی بات کرو
سلام بھیجو رسول کریمؐ پر ہر دم
درود و نعتِ شہِؐ دوسَرا کی بات کرو
تمہاری مشکلیں مشکل کُشا کرے آساں
نماز و توبہ و صبر و دعا کی بات کرو
پڑھو قرآن کو صبح و مَسا تدبّر سے
اِسی کتابِ ہدایت لِوا کی بات کرو
خدا نے دے کے خلافت کی نعمتِ عظمٰی
جو کی ہے ہم پہ عطا اُس عطا کی بات کرو

اسی نے قوم کو بخشا ہے اتحاد و سکوں
اِسی عنایتِ ربِّ علیٰ کی بات کرو

فلک رَسا ہیں خلافت کی سب دعائیں شوقؔ
اُٹھو ! حضور میں پہنچو ! دعا کی بات کرو

محترم مولانا عزیز الرحمان منگلا صاحب

ہے خلافت ایک پاکیزہ امانت اے عزیز
قدسیوں کو ہم نے دیکھا گرتے اس درگاہ میں
عندلیبِ گلشن احمد سے کیا نغمہ سنا
جان و مال و آبرو حاضر ہیں تیری راہ میں

خلافت خدا کا ہے فضلِ عظیم

مکرم عبدالماجد انور صاحب لائلپوری

مرا پیارا آقا رؤف“ رحیم
ودود“ ، غفور“ ، عفو“ کریم
خلافت سے دُنیا میں ظاہر ہوا
وہ جانِ جہاں اور یارِ قدیم
خلافت کا سایہ ہی فردوس ہے
خلافت سے دوری ہے دردِ الیم
خلافت سے قائم ہے روحانیت
خلافت کی راہ ہے رہِ مستقیم
خلافت کی نعمت جسے مل گئی
اُسی کی زباں ہے زبانِ کلیم
خلافت کی خادم ہے فرزانگی
خلافت کا حامل ذہین و فہیم
خلافت کی خاطر ہے سب کائنات
خلافت خُدا کا ہے فضلِ عظیم
خلافت کی طاقت گناہ سوز ہے
اسی سے ہی قائم ہے دینِ قویم

خلافت طہارت کو پیدا کرے
خلافت سے ملتی ہے عقلِ سلیم
خلافت سے اُمّت ہے مضبوط تر
خلافت کا ہے عزمِ عزمِ صَمیم
خلافت نبوت کا ہے آئینہ
خلافت ہے جلوۂ ربِّ رحیم
خلافت کے دم سے ہے فتحِ مبین
خلافت سے ملتی ہے فوزِ عظیم
خلافت سے تازہ ہے دیں کا چمن
ہے گلزارِ ہستی کی بادِ نسیم
خلافت ہے معراجِ انسانیت
خلافت ہے فیضانِ دُرِّ یتیمؐ

خلافت سے قائم ہے سارا جہاں
خلافت کے خادم ہیں کرّوبیاں

مکرم پرویز پروازی صاحب

جس کے سر پر تھا ہمیشہ سے خُدا کا سایہ
قدرتِ ثانیہ سے نَـافِلَةً لَّكَ آیا

جانے والے کی جُدائی سے جِگر چھلنی تھے
ذہن ماؤف تھے اور قلب و نظر چھلنی تھے

تیرے آنے سے سَکینت کی ہوا آئی ہے
اپنے دامن میں بہاروں کی سحر لائی ہے

مل گئی کھولتے جذبات کو یکدم راحت
'ساقیا ! آمدنِ عید مبارک بادت'

ہم نے بھی دیکھ لیا اہلِ وفا کا آنا!
آنے والے! ترا آنا ہے خُدا کا آنا

دلِ عشّاق پہ چھائی ہوئی رحمت دیکھی
ہم نے اس رات برستی ہوئی برکت دیکھی

اِبنِ محمود ترا آنا عجب آنا تھا
شمع روشن ہوئی جب ہر کوئی پروانہ تھا

تازہ ہم وعدۂ تسلیم و رضا کرتے ہیں
آپ کے ہاتھ پہ تجدیدِ وفا کرتے ہیں
لیکے ہم جائیں گے ہر سمت پیامِ احمدؐ
ہم غلامانِ غلامانِ غلامِ احمدؐ

مکرم ثاقب زیروی صاحب

بغض اور نفرتوں کی دنیا میں
بن کے آیا محبتوں کا سفیر
وہ شدائد میں عزم کا پیکر
وہ مصائب میں صبر کی تصویر

یہاں ہر ایک نعمت مل گئی ہے

مکرم روشن دین تنویر صاحب

جسے تیری محبت مل گئی ہے
اسے دُنیا میں جنت مل گئی ہے
حکومت کیا ہے اس نعمت کے آگے
مسیحا کی خلافت مل گئی ہے
یہ ربوہ خوانِ نعماء سے نہیں کم
یہاں ہر ایک نعمت مل گئی ہے
مسرّت ہے بڑی قربانیوں میں
خلیل اللہ کی سنت مل گئی ہے
مرے اعمال نامہ کو نہ دیکھو
محمدؐ کی شفاعت مل گئی ہے
اسی کا نام ہے اللہ کی طاعت
رسول اللہؐ کی طاعت مل گئی ہے
یہی تنویرؔ طاعت کا ہے ثمرہ
کہ صلحاء کی رفاقت مل گئی ہے

تیری جلوہ گاہ میں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ سے ملاقات کے بعد

مکرم مبارک احمد عابد صاحب

میں نے ایسا نور دیکھا تیری جلوہ گاہ میں
جو جلالِ مہر میں ہے ، نَے جمالِ ماہ میں

جس سے لرزاں ہو غرورِ سطوتِ باطل مدام
ایسی شانِ تمکنت ہے تیری عزّ وجاہ میں

تیرا حال و قال ہے عشقِ خدا ، عشقِ رسولؐ
جو ہدایت بن کے روشن ہو دلِ گمراہ میں

تیری تحریکات کے صدقے کہ تُو نے جانِ جاں
ہم کو شامل کر دیا خوشنودیٔ اللہ میں

تیرے ارشادات کی تعمیل ہے عینِ حیات
جان و مال و آبرو حاضر ہیں تیری راہ میں

تیرے قدموں میں پناہیں ڈھونڈھنے کی آس میں
آ گیا عاؔبد تری شفقت بھری درگاہ میں

محترم مولانا محمد یعقوب خان صاحب کی بیعتِ خلافت سے متاثر

مکرم نسیم سیفی صاحب

راہ گم کردہ قافلے سے مِلا
کل کا جوئندہ آج یابندہ

کھینچ لیتی ہے راستی اُس کو
جس کا ایمان سے ہو دل زندہ

بات تیری رہے گی اصلِ اصول
نام تیرا رہے گا تابندہ

ہے خلافت کے نُور سے روشن
ماضی و حال اور آئندہ

یہ ہے اسلام ہی کا پہلا سبق
مرکزیّت سے قوم ہے زندہ

راہبر کی ضیائے رُخ سے نسیمؔ
راہ کی گرد بھی ہے رخشندہ

'ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ'

اسی دنیا میں جنت مل گئی ہے

مکرم روشن دین تنویر صاحب

خلوصِ دل کی نعمت مل گئی ہے
اِسی دنیا میں جنت مل گئی ہے

جو آباء کی محبت سے بڑی ہے
وہی رُوحِ محبت مل گئی ہے

کیا دُنیا پہ جب دیں کو مقدم
تو دنیا بے مشقت مل گئی ہے

فرشتے اس سے ہوتے ہیں بغل گیر
جسے اس در کی قُربت مل گئی ہے

گنوا دی تھی جو نادانی سے تنویرؔ
ہمیں پھر وہ خلافت مل گئی ہے

نظام خلافت

مکرم نسیم سیفی صاحب

پیام دیتے ہیں کون و مکاں نظام کے ساتھ
چلو قدم بہ قدم حضرتِ امام کے ساتھ

حیاتِ نَو کا تقاضا ہے سر بلند رہے
عدو بھی آج صف آرا ہے اہتمام کے ساتھ

ہر ایک خارِ سرِ رہگذر نے دیکھا ہے
ہماری آبلہ پائی کو احترام کے ساتھ

کسی کو شکوۂ تشنہ لبی نہ رہ جائے
حضور ! کون بہلتا ہے ایک جام کے ساتھ

سبک روی کے تصوّر سے بھی بعید ہیں وہ
اُلجھ رہے ہیں جو اپنے خیالِ خام کے ساتھ

خدا کی دین ، نبوّت ہے نعمتِ عظمیٰ
خلافت اس کا تسلسل ہے انتظام کے ساتھ

خدا کرے کہ اُسے عمرِ نوح ؑ ارزاں ہو
پیام بھیجا ہے جس نے مجھے سلام کے ساتھ

ہزار شکر ، من و تو کا فرق مٹ کے رہا
کسی نے ہم کو پُکارا تمہارے نام کے ساتھ
ہم ان کی بزم میں دیکھیں گے کون بچ کے رہے
خرید لیتے ہیں وہ اک ذرا سے دام کے ساتھ
نؔسیم کوئی لبِ بام آئے یا کہ نہ آئے
نگاہِ شوق تو لپٹی رہے گی بام کے ساتھ

مکرم عبدالمنّان ناہیؔد صاحب

ساری دنیا ہے نفرتوں کی اسیر
تو محبت کی مملکت کا سفیر
مسکراتے ہوئے لبوں پر نغمۂ جاں
حق زباں پر تھا ہاتھ میں قرآں

خیر مقدمی نغمہ بر زبان لجنہ اماءِ اللہ

سیدّنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ
کے دورۂ افریقہ سے کامیاب مراجعت پر

''یہ نظم میری خواہش پر مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب نے کہی تھی جو لجنہ اماءاللہ کے سالانہ اجتماع میں 17اکتوبر 1970 بروز ہفتہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی آمد پر پڑھی گئی۔'' خاکسار ، مریم صدیقہ

(1)

شکر للہ آگیا ہے باغ میں پھر باغباں
جس کے قدموں سے ہے وابستہ بہارِ جاوداں
ہو گیا ہے پھر سے ربوہ کا چمن رشکِ جناں
طائرانِ خوش گلو ہیں وجد میں یوں نغمہ خواں
مرحبا آقائے ما سبطِ مسیحائے زماں

(2)

آج ہے لجنہ اِماء اللہ کتنی خوش نصیب!
آج ہم میں جلوہ گر ہیں دینِ احمدؐ کے نقیب!
صنفِ نازک کے محافِظ غم کے ماروں کے نصیب!
ابنِ فرزندِ مسیحا ، رحمتِ حق کے نشاں
مرحبا آقائے ما سبطِ مسیحائے زماں

(3)

آج ہم دوشِ ثریا ہو گئی ارضِ بلالؓ
جس کو روشن کر گیا شمعِ خلافت کا جمال
ہر جگہ ظاہر ہؤا ، جذبِ محبّت کا کمال
طالبانِ فیض آئے کارواں در کارواں
مرحبا آقائے ما سبطِ مسیحائے زماں

(4)

ہو مبارک آپ کو یہ فتح و نصرت سیّدا
ارضِ افریقہ میں اظہارِ کرامت سیّدا
مغربی احرار پر اتمامِ حُجّت سیّدا
آپ ہی ہیں اب دلوں کی مملکت کے حکمراں
مرحبا آقائے ما سبطِ مسیحائے زماں

یہ ہے مصطفیٰ ؐ کی شفاعت کا دامن

مکرم روشن دین تنویر صاحب

جو ہاتھ آگیا ہے خلافت کا دامن
ہے یہ مصطفیٰ ؐ کی شفاعت کا دامن

جو اوڑھی ہے اسلام کی ہم نے چادر
ہے صلح و صفا و سلامت کا دامن

نہ کچھ ابتداء ہے نہ کچھ انتہاء ہے
ابد تا ابد ہے محبت کا دامن

زمیں سے فلک تک ، فلک سے زمیں تک
ہے پھیلا ہؤا اس کی رحمت کا دامن

کہیں ختم تنویرؔ ہوتا نہیں ہے
محمد ؐ کی ' ختمِ نبوت ' کا دامن

یومِ خلافت کے موقع پر

مکرم عبدالسلام اختر صاحب ایم اے

دیدہ و دل نہ ہوں کیوں نغمہ سرا آج کے دن
حق سے ملّت کو ملی رُوحِ بقا آج کے دن

جب ہوئے مہدئ موعود نگاہوں سے نہاں
سایۂ لُطف سے محروم ہوئے پیر و جواں
اک ستم زار ہوئی گردشِ اندازِ جہاں
دل تڑپتا تھا کہ پائیں گے کہاں جائے اماں

مرہمِ زیست ہوُا ہم کو عطا آج کے دن
حق سے ملّت کو ملی روحِ بقا آج کے دن

ہم نے جو پائی عطا، حق کی عنایت ہی تو تھی
باعثِ امن و اماں ایک ہی نعمت ہی تو تھی
جاگ اٹھی جس سے نظر، موجِ سعادت ہی تو تھی
جس سے روشن ہوئے دل، شمعِ خلافت ہی تو تھی

نعمتِ حق تھی خلافت کی قبا آج کے دن
حق سے ملّت کو ملی روحِ بقا آج کے دن

آج بے چین ہے دُنیا کسی وحدت کے لئے
جنت صبر و سکوں، امن کی دولت کے لئے
دل تڑپتے ہیں کسی رشتۂ الفت کیلئے
سچ جو پُوچھو تو ہیں بے تاب خلافت کیلئے

وہ خلافت کہ جو ہے جلوہ نما آج کے دن
حق سے ملّت کو ملی روحِ بقا آج کے دن

نبوت اور خلافت کی نعمت

مکرم محمد عثمان صدیقی صاحب

گوہرِ مقصود ہم کو مل گیا
مہدیٔ معہود ہم کو مل گیا

اس زمانے کا امامِ کامگار
شاہد و مشہود ہم کو مل گیا

منتظر تھے جس مسیحِ وقت کے
وقت پر موجود ہم کو مل گیا

اور پھر حضرت خلیفہ نورِ دیںؓ
مومنِ مسعود ہم کو مل گیا

پھر وہ فرزندِ گرامی ارجمند
مصلحِ موعود ہم کو مل گیا

نافلہ حضرت مسیح پاکؑ کا
ناصرِ محمود ہم کو مل گیا

پھر نبوت اور خلافت کے طفیل
فضلِ لامحدود ہم کو مل گیا

پھر ملے ہم کو وہ داؤدی ثمر
جب نیا داؤد ہم کو مل گیا

خدا کے بندے

مکرم محمد ابراہیم شاؔد صاحب

خدا کے بندے خدا کے حبیب ہوتے ہیں
خدا سے اُن کے تعلّق عجیب ہوتے ہیں

نفس نفس میں خدا کی صفات کے مظہر
قدم قدم پہ وہ اس کے نقیب ہوتے ہیں

سکُون پاتے ہیں اُن سے' مریضِ روحانی'
وہ ایسے دردوں دُکھوں کے طبیب ہوتے ہیں

جہاں میں رہتے ہیں بیگانۂ جہاں بن کر
وہ محوِ حضرتِ ربِّ مجیب ہوتے ہیں

ملے ہے غیب سے اُن کو متاعِ روحانی
نگاہِ خلق میں گو وہ غریب ہوتے ہیں

حریمِ قُدس میں اُونچا مقام رکھتے ہیں
خدا کی گود میں وہ خوش نصیب ہوتے ہیں

خدا ہی غیب سے دیتا ہے شاؔد انہیں سب کچھ
کہ اس کی دَین کے رستے عجیب ہوتے ہیں

حقیقت کو حقیقت دیکھتے ہیں

مکرم روشن دین تنویر صاحب

خدا کی تجھ کو قدرت دیکھتے ہیں
سزا وارِ خلافت دیکھتے ہیں
نہیں یہ کچھ قیاس و ظنِّ تنویؔر
علیٰ وجہ البصیرت دیکھتے ہیں

نیا دَورِ خلافت دیکھتے ہیں
بہ منہاجِ نبوت دیکھتے ہیں
محمد رحمۃ'' للعالمیں ہیں
انہیں کا فیضِ رحمت دیکھتے ہیں

وہ بس لفظوں کی صورت دیکھتے ہیں
کہاں وجہِ شباہت دیکھتے ہیں
مجاز آئینہ ہے تنویؔر جس میں
حقیقت کو حقیقت دیکھتے ہیں

روشنی شمعِ خلافت کی ہمارے دل میں ہے

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

اک تپش سوزِ محبت کی ہمارے دل میں ہے
گویا اک تصویرِ جنت کی ہمارے دل میں ہے

ختم کر دے گی جہاں سے جہل کی تیرہ شبی
جو کرن نورِ حقیقت کی ہمارے دل میں ہے

آفتابِ صدق آئے گا کمالِ اَوج پر
ابتدا صبحِ سعادت کی ہمارے دل میں ہے

ایک دن سارا جہاں درد آشنا ہو جائے گا
وہ کسک دردِ محبت کی ہمارے دل میں ہے

لوگ کیا جانیں گے اس کو لوگ کیا سمجھیں اسے
قدر جو ختمِ نبوت کی ہمارے دل میں ہے

تیرگی میں قافلے اپنے بھٹک سکتے نہیں!
روشنی شمعِ خلافت کی ہمارے دل میں ہے

خلافت کی بہار

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب، ربوہ

مژدہ باد اے ہمدمو! پھر چل رہا ہے دورِ جام
مائلِ جود و کرم ہے ساقیٔ عالی مقام
تشنہ روحیں پی رہی ہیں شربتِ وصل و بقا
پھر مئے عرفاں سے سارے ہو رہے ہیں شادکام
کوچۂ جاناں میں ہے پھر جاں نثاروں کا ہجوم
اِک نرالی شان سے وُہ آئے ہیں بالائے بام
اللہ اللہ ابنِ فرزندِ مسیحا کا جمال
ذرّہ ذرّہ ہے منور صورتِ ماہِ تمام
رشک کرتا ہے ہماری خوش نصیبی پر فلک
کتنا بابرکت ہے یارو یہ خلافت کا نظام
اب یہی وہ میکدہ ہے جس پہ ہے ابرِ کرم
موردِ بارانِ رحمت مرجعِ ہر خاص و عام
قائم و دائم رہے یارب خلافت کی بہار
کام والی عُمر پائے ساقیٔ عالی مقام

مصطفیٰؐ کے دیں کو غلبہ بخش سب ادیان پر
جس کی خاطر تیرے دیوانے ہیں کوشاں صبح وشام
تیرے لُطفِ خاص سے شبّیرؔ بھی ہو بہرہ ور
مستحق ہیں اِس کرم کے ناصرِ دیں کے غلام

محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

شکرِ باری تعالیٰ کے اُس نے ہمیں
قدرتِ ثانیہ کی عطا بخش دی
دے کے دَورِ خلافت کی نعمت ہمیں
اپنی رحمت کی رنگیں ردا بخش دی

خلافت ! شاہراہِ غلبۂ اسلام

مکرم سید ادریس احمد صاحب عاجزؔ ، عظیم آبادی

آسمانی ہے خلافت کا نظام
اس سے برکاتِ نبوت کو دوام
صبغۃ اللہ میں ہے رنگیں سر بسر
دیدۂ بینا کو خوش آئے نظر
راہِ ختم المرسلیںؐ پر گامزن
در خلافت نورِ احمد ضوفگن
از برائے مومنانِ خوش شِعار
وعدۂ یزدانِ پاک و کردگار
مہبطِ مہرِ خداوندِ یگاں
مظہرِ نورِ خدائے کُن فکاں
ہے وہ آئینہ کہ جس سے ضوفشاں
قدرت و جبروتِ ربِّ دو جہاں
مومنوں کے واسطے مثلِ سپر
روکتی ہے حملہ ہائے اہلِ شر
ہے خلافت سایۂ ربِّ کریم
حق پرستوں کے لئے لطفِ عمیم

از خلافت اتحاد و اتفاق
بے خلافت انتشار و افتراق
از خلافت جذبِ باہم اتصال
بے خلافت انشقاق و انفصال
وحدتِ افکار اس سے ہے عیاں
وحدتِ اعمال کا سرِ نہاں
ہے یہ تاثیرِ خلافت لا جرم
اوج پر جاتی ہے یہ خَیرِ اُمم
شاہراہِ غلبۂ اسلام ہے
دین حق کو عزّ و استحکام ہے
آں خدائے قادر و ربِّ یگاں
خود خلیفہ ہے بناتا بے گماں
ہے کہاں اس میں کوئی جائے سخن
صاف ہے قرآں میں اِنّی جَاعِل''
رحمتِ باری کا اس پر ہے نزول
جو خلافت کو کرے دل سے قبول
مومنانِ نیک دل تقویٰ شعار
کرتے ہیں راہِ اطاعت اختیار

کامرانی ہے اطاعت میں نہاں
بے اطاعت نیکیاں بھی رائیگاں
مردمانِ کم نگاہ و بے شعور
رکھتے ہیں امرِ خلافت سے نفور
جو خلافت سے ہوا ہے سر گراں
اس کا دشمن ہے خداوندِ یگاں
مومنوں پر اب یہی لازم ہوا
جان و دل سے ہوں خلافت پر فدا

★ ★ ★ ★ ★

مکرم ثاقب زیروی صاحب

جس کی باتوں میں خلقِ محمد کی لو
جس کی آنکھوں میں نورِ محبت کی ضو
حبذا غم نصیبوں کی بن آ گئی
لے کے ساقی نوید بہار آ گیا

خلافت

مکرم عبد السلام اختر صاحب

یہ حُسنِ مُدّعا پر ہے نہ شانِ ارتقاء پر ہے!
وُہی زندہ ہے، ایماں جس کا اِک زندہ خدا پر ہے
رضا حق کی ہے یہ قائم ہو آئینِ جہاں بندی
اخوّت کی جہانگیری نظر کی آرزو مندی
سعادت اور اطاعت کا سبق یُوں حق نے سکھلایا
کہ اِنّیِ جَاعِلٌ فِیْ الاَرْض کہہ کر آپ فرمایا
اگر اِک مرکزِ وحدت نہ ہو بیدار و پائندہ
جہاں میں رہ نہیں سکتی کبھی انسانیت زندہ
اُسی نے فطرتِ انساں کو ہر ظلمت سے دھویا ہے
ہر اِک چھوٹے بڑے کو ایک رشتے میں پرویا ہے
جہاں خورشیدِ وحدت کی درخشانی نہیں ہوتی
وہاں ظلمت ہوُا کرتی ہے تابانی نہیں ہوتی
چمن خود نکہتِ گُل سے گُل و گلزار ہوتا ہے
نِکل جاتی ہے جب خوشبو، تو گُل بے کار ہوتا ہے
اِسی سے اہلِ حق کی امتیازی شان ، زندہ ہے
یہ زندہ ہے تو دیں زندہ ہے، اور ایمان زندہ ہے

نہ اِس قُوّت کی جب تک ہو دل و جاں پرعملداری!

'نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری'

یہی تو نعمتِ عظمیٰ تھی اِک ملّت کا سرمایا

کوئی پُوچھے۔ مسلمانوں نے اِس کو کھو کے کیا پایا

بہم بُغض و حَسد فتنہ گری ، اَدْبار و رُسوائی

عداوت، تفرقہ ، بے رہروی ، ہنگامہ آرائی

بلائیں تیرتی پھرتی ہیں موجوں کے تھپیڑوں پر

قضا کے تیر ہیں ایمان کے کمزور بیڑوں پر

نہنگانِ اجل کی نیتّیں بیدار پر مائل

'شبِ تاریک بیمِ موجِ گرد اب چنیں حائل'

تقاضا ہے کوئی اِس وادیٔ پُر خار میں آئے

لِئے کشتی ، بڑھے اور حلقۂ منجدھار میں آئے

خلافت سے جو وابستہ ہو جان و دِل ، نثار اُس پر

کَرم کے پُھول اُس پر، رحمتِ پروردگار اُس پر

نظامِ خلافت

مکرم یعقوب امجد صاحب، کھاریاں

یہ فیضِ نبوت کی برکت ہے ساری
کہ نورِ خلافت کا چشمہ ہے جاری

نظامِ خلافت خدا نے جو بخشا
تو اُس کا ہے ہم پر یہ احسان بھاری

یہی ہے امامت ، یہی ہے سیادت
اِسی نے نکھاری ہے دُنیا ہماری

وہ نورِ نظر جو تھا اسلام لایا
اُسی نے خلافت کی خلعت سنواری

اطاعت میں اس کی رضائے خدا ہے
مقاصد ہیں توحید کی آبیاری

رِسالت کی خادِم فضائل کی حامل
خلافت ہے اک منصبِ کامگاری

خلافت کا بارِ امانت اُٹھانا
حقیقت میں ہے حقِ خدمت گزاری

خلافت کی معمار خود ہے رسالت
خلافت ہے اک نعمتِ فضلِ باری

خلافت نے امجؔد کو وہ نور بخشا
کہ ذرّے کو جس سے ملی تابداری

مکرمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

تھا بہاروں کا پیامی اس کے چہرے کا گلاب
مشکلوں کے ریگزاروں میں بھی گھبرایا نہ تھا
وہ تروتازہ ، شگفتہ ، خنداں ، روشن ، دلربا
بھول جاؤں میں جسے ایسا تو وہ چہرہ نہ تھا

خلافت درحقیقت اک نظام آسمانی ہے

مکرم سید ادریس احمد صاحب عاجز، عظیم آبادی

خلافت اس خدائے عز وجل کی ایک نعمت ہے
فلک سے تا زمیں جس کی ہر اک شے پر حکومت ہے
خلافت مومنوں سے وعدۂ یزدانِ عالی ہے
یہی ہے تقدیرِ ربّانی ، نہیں نقشِ خیالی ہے
خلافت سے ہیں برکاتِ نبوت تا ابد جاری
اسی سے لشکرِ شیطان پر ہیبت ہوئی طاری
خلافت درحقیقت اک نظامِ آسمانی ہے
نگہباں ہے وہی اس کا جو ذات جاودانی ہے
خلافت سے خدائے عرش کی حاصل رضا مندی
اسی سے بوستانِ حق کی تزئین و چمن بندی
خلافت ہی سے قائم باغِ احمدؑ میں ہے رعنائی
خلافت ہی سے ملتی ہے جماعت کو توانائی
خلافت سے جبینِ دین پر ظاہر وہ تابانی
کہ جس سے منعکس ہیں دہر میں انوارِ ربانی
خلافت باعثِ تمکینِ دیں ازرُوئے قرآں ہے
اسی سے دینِ حق کی سطوت وشوکت نمایاں ہے

خلافت نے رکھا ہے باندھ کر ملّت کا شیرازہ
اسی سے دوڑتا ہے جسمِ ملّت میں لہو تازہ
خلافت کی صداقت پر سرِ تسلیم خم اپنا
مئے عشقِ محمدؐ کا یہی ہے جامِ جم اپنا
خلافت شمعِ حق ہے اور ہم ہیں اس کے پروانے
بھلا اس راز کو سمجھیں گے کیا دنیا کے فرزانے
ہزاروں آندھیوں نے زور باندھا، زلزلے آئے
بڑھے اس کو بجھانے حزبِ باطل کے گھنے سائے
فروزاں یہ رہی پیہم بغایت شانِ زیبائی
ملی ہر اک قدم پر دشمنانِ دیں کو پسپائی
خلافت کی اطاعت ہی میں مضمر کامرانی ہے
یہی وجہِ سرور و انبساط و شادمانی ہے
سلام اس پر کہ جو ہے جلوہ گر تختِ خلافت پر
قدم مضبوط ہے جس کا محمدؐ کی اطاعت پر
ہے عاجزؔ پر نگاہِ لطف کی یہ کار فرمائی
زباں تھی گُنگ اس کی، مِل گئی اب تابِ گویائی

نذرانۂ عقیدت

حضرت قیس مینائی، نجیب آبادی صاحب

السّلام اے وارثِ تختِ خلافت السّلام
السّلام اے صاحبِ تاجِ امامت السّلام

السّلام اے گوہرِ دُرجِ شرافت السّلام
السّلام اے دُرِشہوارِ ولایت السّلام

السّلام اے آفتابِ چرخِ مِلّت السّلام
السّلام اے نیّرِ بُرجِ سعادت السّلام

السّلام اے شہریارِ شہرِ الفت السّلام
السّلام اے شہسوارِ راہِ نصرت السّلام

السّلام اے مردِ اسرافیل صورت السّلام
السّلام اے صورِ پیغامِ محبّت السّلام

السّلام اے چشمۂ لُطف و عنایت السّلام
السّلام اے منبعِ جُود وسخاوت السّلام

السّلام اے باغبانِ باغِ ملّت السّلام
السّلام اے مظہرِ رضوانِ جنت السّلام

السّلام اے واقفِ مغزِ شریعت السّلام
السّلام اے رہبر و خضرِ طریقت السّلام

السَّلام اے ماحیٔ کفر و ضلالت السَّلام
السَّلام اے دافعِ جادُوئے ظلمت السَّلام
السَّلام اے قاطعِ رگ ہائے بدعت السَّلام
السَّلام اے ہادیٔ راہِ ہدایت السَّلام
السَّلام اے جانِ ما رُوحِ جماعت السَّلام
السَّلام اے ناظمِ نظم و نظامت السَّلام
السَّلام اے حافظِ قرآں امامِ کامگار
السَّلام اے ناشرِ نشر و اشاعت السَّلام
السَّلام اے نورِچشمِ حضرت فضلِ عمرؓ
السَّلام اے زینتِ آغوشِ نصرت السَّلام
السَّلام اے ناصر ِدینِ محمدؐ مصطفیٰ
السَّلام اے یوسفِ کنعانِ اُمّت السَّلام
السَّلام اے قدرتِ ثانی بطورِ نافلہ
السَّلام اے مظہرِشہکارِ قدرت السَّلام
السَّلام اے شاہدِ معنیٰ و رازِ لم یزل
السَّلام اے کاشفِ سرِّ حقیقت السَّلام

السّلام اے خضرِ راہِ کہکشانِ معرفت
السّلام اے ماہِ پروینِ محبّت السّلام
السّلام اے شہگُلِ فردوسِ عرفان و یقیں
السّلام اے عندلیبِ باغِ وحدت السّلام
السّلام اے حضرتِ اقدس امیر المؤمنیں
السّلام اَے قیسؔ کے مرشد امام الکاملیں

مکرم ثاقب زیروی صاحب

ناصر تیری روحِ مقدس کو سلام
دین حق کی تب و تاب بڑھا دی تو نے
دے کے اسپین کو اللہ کے گھر کا تحفہ
ظلمتِ کفر میں ایک شمع جلا دی تو نے

مکرمہ منیرہ ظہور صاحبہ

رُوح افروز ہے ترا پیغام
زندگی بخش ہے تمہارا نام

تیرے عزمِ جواں کی ہیبت سے
ہر مخالف ہے لرزہ بر اندام

تیری ہستی پہ ہے زمیں نازاں
قدسیوں کے لبوں پہ تیرا نام

تُو کلام خدا کا شیدائی
اس کی تفسیر ہے ترا ہر کام

اس جہاں میں تری مثال کہاں
ناصر الدین ہے تمہارا نام

ہے بلند ان سبھی سے تیری اُڑان
ہر طرف گو بچھے ہوئے ہیں دام

تو نے توحید کی صُراحی سے
آج بھر بھر لٹا دیئے ہیں جَام

ہو خدا تیرا حافظ و ناصر
اُس کی تائید ساتھ ہو ہر گام

تیرے رندوں کی ہے دُعا دن رات
تیرے حاسد رہیں سدا بے نام

ہر طرف نور ہو اُجالا ہو
احمدیت کا بول بالا ہو

مکرم الحاج شیخ نصیرالدّین احمد صاحب

پہلی قدرت کی صداقت کا نشاں وہ نافلہ
دوسری قدرت کا مظہر ہو گیا جو تیسرا
ہو کے باطل کے مقابل تو نے اے شیر خدا
مصلح موعودؓ کے نقشِ قدم کو پا لیا
سن پیام اس کا نصیرؔ سُن کے اوروں کا بتا
پیار ہو سب کے لئے نفرت نہیں شیوہ تیرا

پھلا ! پھولا ! ہے گلزارِ خلافت

مکرم مبشر احمد راجیکی صاحب

تعالیٰ اللہ علَمدارِ خلافت
بہر جانب ہیں انصارِ خلافت

دلِ ناصر میں اسرارِ الٰہی
رُخِ ناصر پہ انوارِ خلافت

سکینت بخش اندازِ تخاطب
یقیں افروز گفتارِ خلافت

سراپا حُسن ہے یکسر ہے احساں
کہوں کیا تجھ سے کردارِ خلافت

خدا کا وصل کِشتِ دیں کا حاصل
خدا کا ذکر شہکارِ خلافت

تذلّل ، دردمندی اشک ریزی
یہی ہے راہِ دلدارِ خلافت

نبوت کے حقائق جو نہ سمجھے
وہ کیا سمجھیں گے اسرارِ خلافت

خلافت ہے نبوت کی نگہدار
نبوت ہے نگہدارِ خلافت

مسیحائے زماںؑ کے دم قدم سے
پھلا ! پھولا ! ہے گلزارِ خلافت

کھلا ہے پھر سے رحمت کا خزینہ
سجا ہے پھر سے دربارِ خلافت

بہر لحظہ ہے دیں کا بول بالا
بہر گوشہ ہیں ابرارِ خلافت

کہاں وہ غیر کی خفتہ نصیبی
کہاں یہ بختِ بیدارِ خلافت

بجا لائیں نہ کیوں شکرِ الٰہی
ملا ہے دُرِّ شہوارِ خلافت

ادب گاہِ محبت میں مبشّر
نظر آتے ہیں انوارِ خلافت

خلیفہ، خدا بناتا ہے !

مکرم عبدالسلام اختر صاحب

وہی جو خاک کے سینے سے پھول اُگاتا ہے
جو پتھروں سے بھی چشمے بہا کے لاتا ہے
نہاں جو رکھتا ہے موتی، صدف کے سینے میں
جو بحر و بر سے گھٹائیں نئی اُٹھاتا ہے
جو کوہ و وادی و صحرا کے ذرّے ذرّے میں
سحر کی پہلی کِرن بن کے جگمگاتا ہے
وہ خُود ہے محورِ عالَم ، اور ایک عالم کو
وہ ایک مرکز و محور پہ لے کے آتا ہے
جلا کے وحدتِ روحانیت کا ایک چراغ
وہ اس چراغ کی لَو ، اور بھی بڑھاتا ہے
نثار ہونے کو آتے ہیں اُس پہ پروانے
وہ جب دلوں پہ وفا کے دیئے جلاتا ہے
ہزار بھڑکے جہاں میں شرارِ بُولہبی
چراغِ مصطفویؐ ، اور جگمگاتا ہے
یہی خدا کی مشیّت کا ہے عمل اے دوست
یہ اِس لئے کہ خلیفہ ، خُدا بناتا ہے

مراجعت امام ایدہ اللہ تعالیٰ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی سفر امریکہ و یورپ سے واپسی پر

مکرم ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب ظفر

(1)

ہمیں جس کا تھا انتظار آگیا
مرے شہر کا شہریار آگیا
گیا تھا جلو میں دعاؤں کے جو
بتائیدِ پروردگار آگیا
ظفرؔ آج لازم ہے شکرِ خُدا
امام الزماں کامگار آگیا

(2)

طرب خیز ہے کس قدر یہ سماں
مسرت ہے چہروں پہ سب کے عیاں
خوشی کے ترانوں میں ہیں یک زباں
زن و مرد و اطفال و پیرو جواں
زمیں پہ کیوں کرتا ہے رشک آسماں
چراغاں میں خود آ ملی کہکشاں

(3)

جو ہے حقِ اندازِ تبلیغِ دیں
ادا یوں کیا تُو نے وہ بالیقیں
کہ گونج اُٹھی مغرب کی ہر سرزمیں
فرشتے بھی کہتے ہیں صد آفریں
ظفر کیوں نہ تیرے غلاموں میں ہو
کہ تیرا مقدّر ہے فتحِ مبیں

(4)

یہ میری نہیں سب کی آواز ہے
مِری روح، مِلّت کا اِک ساز ہے
یہ نغمہ مرے دل کی دھڑکن سہی
پہ تیری محبّت کا اِعجاز ہے
اسیرانِ زنجیرِ اُلفت ہیں ہم
اطاعت پہ تیری ہمیں ناز ہے

(5)

اُٹھیں پھر کہ وقتِ قیام آگیا
وہ جانِ جہاں وہ اِمام آگیا
شبِ ہجر کی ظلمتیں چھٹ گئیں
ستاروں میں ماہِ تمام آگیا
کمر باندھ کر اب سبھی چل پڑیں
کہ وہ قائدِ تیز گام آگیا

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دورۂ امریکہ و یورپ سے واپسی پر

مکرم عبدالحمید شوق صاحب

وہ آ گئے پیامِ مسرّت لئے ہوئے
دورِ سعید و راحت و فرحت لئے ہوئے

خورشیدِ نورِ حضرتِ ناصرؒ ہوُا طلوع
اپنے جلو میں روزِ سعادت لئے ہوئے

خوش ہو گیا ہوں رونقِ بازار دیکھ کر
آئے حضور شوکت و عظمت لئے ہوئے

پیرو جوان پھرتے ہیں شاداں چہار سو
چہروں پہ صد مسرت و زینت لئے ہوئے

مومن ہوئے ہیں جوشِ مسرت سے ہم کنار
دل میں خلوصِ مہر و محبت لئے ہوئے

اک دوسرے سے ملتے ہیں پورے خلوص سے
اپنے دلوں میں جذبۂ الفت لئے ہوئے

کچھ حدِّ انبساط نہیں ان کو دیکھ کر
آنکھیں ہیں نورِ شادی و فرحت لئے ہوئے

دنیائے غرب کو دیا درسِ حیاتِ نو
گلہائے باغِ دین کی نکہت لئے ہوئے
ہر خطّۂ زمین پہ پہنچے مرے حضور
روحانیت کی شمعِ ہدایت لئے ہوئے
دن رات مست عشقِ خدا اور رسولؐ میں
چہرے پہ اپنے نورِ ریاضت لئے ہوئے
تعریف ہے خدا وپیَمبَر کی شوق بس
بیٹھا ہوں حمدونعت کی دولت لئے ہوئے

محترم ادریس احمد عاجز عظیم آبادی صاحب

قدرتِ ثانی کے مظہر افتخارِ قدسیاں
معدنِ علم و حیا و نیّر روحانیاں
خادم شرع مبین و سَر بسر علم و عمل
حافظِ قرآن و فرزندِ مسیحائے زماں

حضور ایدہٗ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں

مکرمہ شاکرہ بیگم صاحبہ

از اُفق تا بہ اُفق امن کا پیغام دیا
کام مشکل تھا بہت ، تُو نے سر انجام دیا
تشنہ رُوحوں کو دیا وصل و بقا کا شربت
یعنی قرآن دیا ، نیّرِ الہام دیا

غلبۂ دین کی تمہید مُبارک بادت
'ساقیا ! آمدنِ عید مُبارک بادت'

خوابِ غفلت میں تھا اسپین جگایا کس نے
عظمتِ رفتہ کا پھر رنگ جمایا کِس نے
قصرِ تثلیث بھی ہے آج تزلزل میں پڑا
یک بیک نعرۂ تکبیر لگایا کِس نے

غلبۂ دین کی تمہید مُبارک بادت
'ساقیا ! آمدنِ عید مُبارک بادت'

قرطبہ دیکھ ترا حُسن نکھر آیا ہے
نائبِ مہدیٔ مسعود اِدھر آیا ہے
ہاتھ رکھا تو تری نبض لگی پھر چلنے
رنگ یہ کس کی دُعاؤں کا اثر لایا ہے

غلبۂ دین کی تمہید مُبارک بادت
'ساقیا ! آمدنِ عید مُبارک بادت'

تیرے ممنون ہُوئے ناروے اور گوٹن برگ
سُویٹزرلینڈ بھی امریکہ و شہرِ ہمبرگ
اُن کو معبُودِ حقیقی کی جو آئی خوشبو
مائلِ حمد و ثنا ہو گئے سب غنچہ و برگ

غلبۂ دین کی تمہید مُبارک بادت
'ساقیا ! آمدنِ عید مُبارک بادت'

تیری افریقہ میں جس سمت سواری آئی
ساتھ چلنے کو وہیں نُصرتِ باری آئی
صف بصف لوگ تھے مشتاق کھڑے یُوں جیسے
تیرے دیدار کو ہو ساری خدائی آئی

غلبۂ دین کی تمہید مُبارک بادت
'ساقیا ! آمدنِ عید مُبارک بادت'

کارگر عِشق کا ہر وار ہوا جاتا ہے
ہر طرف جلوہ نما پَیار ہوا جاتا ہے
اب تو نفرت کی سیاہی کا تصوّر نہ رہے
یہ جہاں مطلعِ انوار ہوا جاتا ہے
'ساقیا ! آمدنِ عید مُبارک بادت'
غلبہ دین کی تمہید مُبارک بادت'

صبحِ خلافت

مکرم عبدالرحیم راٹھور صاحب

مژدۂ فصلِ بہارِ جاوداں
صد مبارک آپ کو اہلِ وطن

آج کچھ رونق سِوا ہے باغ میں
دیدنی شمشاد کا ہے بانکپن

تختہائے گل سجے ہیں ہر طرف
صف بصف استادہ ہیں سرو و سمن

عقدِ مروارید لے کر آ گئے
نرگس و شہلا ، گلاب و یاسمن

خوش گلو طائر فضا میں نغمہ خواں
رقص ہے رنگیں گلوں کا در چمن

شوق سے نغمہ سرا ہوں عندلیب
دُور ہیں بستان سے زاغ و زغن

محفلِ انجم کے ارکاں محوِ رقص
لو ! فضا میں ناچتے ہیں نو رتن

کن کی آمد ہے یہ محفل میں کہ یوں
سج گئی ہے پھر گلوں سے انجمن

حور و غلماں گل بداماں با ادب
کِن کی خاطر منتظر ہیں سِیم تن

چند کنواری نیک خُو شہزادیاں
آسمانی نُور کر کے زیب تن

معرفت کی مشعلیں روشن کئے
منتظر صدیوں سے ہیں یہ گل بدن

بدرِ کامل شان سے طالع ہوئے
یا ہوُا نُورِ خدا جَلوہ فگن

نازشِ بطحیٰؐ کے فرزندِ جلیل
وہ جری اللہ حقیقی بُت شکن

کر کے قائم پھر خلافت کا نظام
جا رہے ہیں سوئے جنّاتِ عدن

حبذّا ! صبحِ خلافت زندہ باد !
مرحبا! نُورِ خدا کی یہ کرن !

نورِحق سے پھر ہوُا رشک چمن
بحرو بر، گُل خشک و تر، کوہ و دمن

قدرتِ ثانی کا بابرکت ظہور
دائمی ہے سلسلہ اے نیک ظن

شکر للہ ! پھر کئی صدیوں کے بعد
ہو گئیں روشن عیونِ مرد و زن

نصرت و تائید حق شامل رہے
رحمتِ باری ہو نازل دائماً

نیک چہرے نور سے معمور ہیں
عید سے خوشتر ہے یہ روزِ حَسن

دے رہی ہے غلبۂ حق کی نوید
زندۂ جاوید ہو رُوحِ چمن

مکرم عبدالعلی ملک صاحب

سنایا امن اور توحید کا پیغام دنیا کو
صدائے لاالٰہ سے گونج اٹھے شہر و ویرانے

مزاجِ یورپ بدل رہا ہے

وُہ ایک چہرہ !

مکرم عبدالکریم قدسی صاحب

وہ ایک چہرہ!
حسین چہرہ!
جو تیغ و تیر و سناں
سے ہٹ کر
جو کفر کی آندھیوں میں
ڈٹ کر
دلوں کو یوں فتح کر رہا ہے
مثالِ خوشبو بکھر رہا ہے
وہ ایک چہرہ!
حسین چہرہ!
جو زخم کھا کر بھی مسکرانے کا
ڈھنگ سب کو سکھا رہا ہے
عجیب باتیں سُنا رہا ہے
جو اپنے دل کی
جبیں پہ
شکنِ ملال تک بھی نہیں ہے لاتا

شکایتوں کا زباں پہ
حرفِ سوال تک بھی نہیں ہے لاتا
وہ ایک چہرہ!
حسین چہرہ!
گلوں کی رنگت
کلی کی نکہت
رضا کا پیکر
وفا کا پیکر
گلاب صُورت
وفا کی مورت
محبتوں کا
شرافتوں کا
صداقتوں کا
رفاقتوں کا
حسیں تصوّر
جو مسکرانے کے خوبصورت
حسین سانچے میں ڈھل رہا ہے
مزاجِ یورپ بدل رہا ہے
وہ ایک چہرہ!
حسین چہرہ!

انوارِ خلافت

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب

صد شُکر کہ ہم لوگ ہیں انصارِ خلافت
ہیں قلب و جگر مہبطِ انوارِ خلافت

مِلّت سے جو تھا وعدۂ حق غلبۂ دیں کا
مژدہ ہَے اُسی کے لئے گُلزارِ خلافت

چھا جائیں گے دُنیا پہ غُلامانِ محمدؐ
ہر آن رہیں گے جو وفادارِ خلافت

ہے صاحبِ لولاکؐ کی تا حشر حکُومت
تا حشر یہ ملّت ہے سَزاوَارِ خلافت

ہم کیوں ہوں زمانے کے اندھیروں سے پریشاں
حاصِل ہَے ہمیں شمعِ ضَیابارِ خلافت

شبّیؔر تمُہیں گوہرِ مقصُود ہو حاصِل
ہر ذرّہ تمُہارا ہو فداکارِ خلافت

بحضور حضرت امام جماعت احمدیہ الثالثؒ

مکرم احسن اسماعیل صاحب آف گوجرہ

امیر ابنِ امیرِ کارواں ہو
چراغِ منزلِ صاحب دلاں ہو
پیامِ راحت و آرامِ جاں ہو
خدا کی رحمتوں کا اک نشاں ہو
مسرّت بن کے چھائے ہو جہاں میں
محبت بن کے ہر دل میں نہاں ہو
براہیمی نظر لے کے اُٹھے ہو
پیامِ مرگِ اَدوارِ بُتاں ہو
رسولِ ہاشمیؐ کا عشق دل میں
خدا کی حمد میں رطب اللِّساں ہو
دیارِ غیر میں اسلام چمکا
نہایت کامیاب و کامراں ہو
خوشا کہ حافظِ قرآن بھی ہو
خوشا کہ ایک مردِ خوش بیاں ہو

ترے نقشِ قدم کو ڈھونڈتے ہیں
کوئی عالم ہو یا اہلِ زباں ہو
تمہی ہو دینِ حق کے وہ سپاہی
دُعا ہی جس کی شمشیر و سناں ہو
جو ٹکرایا وہی سر پھوڑ بیٹھا
نبیؐ پاک کے دیں کی چٹاں ہو
مسیحِ وقت آپہنچے زمیں پر
اِدھر آجاؤ لوگو تم کہاں ہو
تمہی ہو قافلہ سالارِ ملّت
رہِ منزل میں منزل کا نشاں ہو
شکوہِ دینِ احمدؐ کے علم دار
صبحِ توحید کی گویا اذاں ہو
تجھے اللہ نے نصرت عطا کی
کوئی مشکل ہو کوئی امتحاں ہو
علومِ ظاہری میں دسترس ہے
علومِ باطنی میں بے کراں ہو
خدا رکھے تجھے ہر دم سلامت
خدا ہر لحظہ تیرا پاسباں ہو

خطا کاروں پہ تیری چشم پوشی
خطا کاروں پہ کتنے مہرباں ہو
جب ان کی بزم میں جاتے ہو احسنؔ
تو یوں لگتا ہے جیسے بے زباں ہو

مکرم ثاقب زیروی صاحب

تو شناور تھا بپھرے ہوئے طوفانوں کا
تو مسیحا تھا بھٹکتے ہوئے انسانوں کا
ہار مانی نہ کبھی تونے کسی مشکل سے
تادمِ مرگ نہ مغلوب ہوا باطل سے
تری جرأت تھی مثالی تری ہمت تھی جواں

بے حقیقت ہے نماز بے امام

مکرم عبدالرحیم راٹھور صاحب

دائمی ہے قُدرتِ ثانی کا دور
مرحبا ! صلِّ علیٰ یہ اِحتشام
نَعرہَ زَن ہَیں ہر طرف مَنّاد آج
حَبّذا ! تبلیغِ حق کا اِنتظام
اہل دانش آرہے ہیں اس طرف
غلبہَ دیں کا ہے یہ سب اہتمام
فخر سے دانشورانِ شرق و غرب
ہو رہے ہیں شاہِ بطحیٰؐ کے غلام
ہو گئے توحید کے شیدا وہ لوگ
جو سدا تثلیث کا پیتے تھے جام
شادماں ہیں مرد و زن پیر و جواں
صدرِ انجم خوب ہیں ماہِ تمام
صد مُبارک قدرتِ حق کا ظہور
مَرحبا ! دائم خلافت کا نظام
رحمۃ للّعالمیںؐ پر رحمتیں
سیّدِ کونینؐ پر ہر دم سلام

نظامِ قدرت ثانیہ

مکرم راجہ نذیر احمد ظفر صاحب، ربوہ

بھڑک رہی ہے اگرچہ دوزخ، پہ تیرے مَستوں کو فکر کیوں ہو
برس رہا ہے ہمارے سر پر ترے کرم کا سحاب ساقی

ہماری جنّت، ہماری دوزخ، رضا و ناراضگیٔ جاناں
نہ ہم کو حرصِ ثواب ساقی نہ ہم کو خوفِ عذاب ساقی

طریق روحانی میکدے کا یہ کتنا دِلکش ہے کتنا پیارا
اُسی کو چُنتے ہیں سارے میکش کرے جِسے انتخاب ساقی

وہی ہے آج اپنا میرِ محفل کہ جس کے سینے میں ضَوفشاں ہَیں
علُوم و حِکمت کی مشعلیں اور تیری اُمّ الکِتاب ساقی

یہ ہاتھ جو ہاتھ میں ہَے سب کے یہ تیری حبلِ متیں ہے مَولا
نظام وابستہ جس سے ہم ہیں، جہاں میں ہے لاجواب ساقی

سِپر امامت کی دے کے ہم کو بچا لیا یُورشِ عدُو سے
ترے تشکّر میں جُھک رہی ہے جبینِ ہر شیخ و شاب ساقی

خبر وہ فضلِ عُمر کی پُوری ہوئی کہ آیا ہَے آنے والا
جِلَو میں فتح و ظفر لئے اور نُصرتیں ہم رکاب ساقی

حصارِ امن و اماں میں اُن کو بھی لا! جو ہم سے بچھڑ گئے ہیں
جو چھوڑ کر شہرِ عافیت کو ہوئے ہیں خانہ خَراب ساقی

درُود اُسؐ پر سلام اُسؐ پر کہ جِس نے تیرا پتہ دیا ہَے
پلائی ہے جس نے تِشنہ رُوحوں کے واسطے بے حساب ساقی

ہم اُس کی اُلفت میں جی رہے ہیں ہم اُس کی عزت پہ مر رہے ہیں
ہماری موت و حَیات عشقِ نبیؐ سے ہَے فیضیاب ساقی

اگرچہ کمزور و ناتواں ہُوں پہ شاہِ کونینؐ کا جَواں ہُوں
عطا مُجھے زورِ حَیدریؓ کر ، بلند ہَے اِنتساب ساقی

ظؔفر کو بھی سَرفراز کر دے ہو تیرے قدموں کی اَوج ظاہر
مَیں تیرے پاؤں میں آ گرا ہُوں اے میرے عالی جناب ساقی

قُدرت ثانیہ

مکرم عبدالمنان ناہیدؔ صاحب

نگاہیں درد کا دَرماں زباں دُر بار و دُر افشاں
مروّت بے کنار اُس کی محبت اُس کی بے پایاں
کوئی لَوٹا نہ اُس دَر سے تہی دست و تہی داماں
دَرِ دولت بَہر صُورت زرِ حکمت بَہر عُنواں
محیطِ قُدرتِ ثانی حصارِ عافیت ساماں
کلیدِ فتح و نُصرت ہے کشُودِ عقدۂ پیچاں
وہ استخلافؔ کی سُورۃ وہ شرحِ سنّت و قرآں
سکینت ، تمکنت ، شوکت برائے مومن و ایماں
خلافت آئینہ دارِ عُروج و عظمتِ انساں
نچھاور اُس کے قدموں پر شکوہ و شَوکتِ شاہاں
فقیری اُس کی دارائی گدائی سطوتِ سُلطاں
جہانِ چیرہ دَستاں میں پناہِ جانِ معصُوماں
وہ ہر فرعون کا مُوسیٰ وہ خضرِ راہِ عالَمیاں

ہجومِ تاجداراں میں شہنشاہِ شہنشاہاں
گروہِ خاکساراں میں عزیزِ جانِ بے حالاں
یہ دَولت جاودانی ہَے یہ شمع تا اَبد تاباں
نہیں قیمت کوئی اس کی نہ مُول اس کے کوئی شایاں
اگر ملتی ہے جاں دے کر تو ہَے اَرزاں! بہت اَرزاں!

مکرم شیخ سلیم الدین سیف صاحب

تو ناخدا ہے ملّتِ احمد کا پاسباں
سینچیں گے اپنے خون سے ہم تیرا گلستاں
تیرے ہی دم سے ملّتِ احمد کا ہے وقار
تو آفتابِ حسن ہے اور ماہِ پروقار

پیار سب سے، نفرت کسی سے نہیں!

محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

میرِ محفل کبھی تھا وہ جانِ جہاں
دیکھ کے جس کو ہر شخص خورسند تھا
نافلہ تھا مسیح کا وہ عالی گہر
اَور فضلِ عمر کا وہ فرزند تھا

ذات اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوئی
کام اس کا زمانے میں موجود ہے
جا کے مغرب میں پیغام حق کا دیا
آج واں کُفر کی راہ مسدُود ہے

زندگی کی چمک سے دَمکتا ہوا
اس کے چہرے پہ کیسا عجب نور تھا
اُس کی ہر بات امید کی روشنی
یاسیت کے اندھیروں سے وہ دور تھا

سلسلہ تھا حوادث کا جاری مگر
یاس کا لفظ بھی لَب پہ آیا نہ تھا
موجزن درد کا دل میں دریا مگر
کرب کا اُس کے چہرے پہ سایہ نہ تھا

مسکراتا رہا آپ بھی وہ سدا
مسکرانے کی تلقین کرتا رہا
اس جماعت کو تسکین دیتا رہا
اس کی راہوں کی تعیین کرتا رہا

اس کی صورت حسیں ، اُس کی سیرت حسیں
وہ شگفتہ دہن ، وہ کشادہ جبیں
درس اہلِ وفا کو یہی دے گیا
پیار سب سے کسی سے بھی نفرت نہیں

سات سو سال کے بعد مسجد کی پھر
اُس کے ہاتھوں سے رکھی گئی ہے بنا
بہرِ تشنہ لباں اُس نے اسپین میں
چشمہءِ فیضِ حق پھر سے جاری کیا

یاد تازہ تھی فصلِ عمر کی ابھی
اک نیا وار تقدیر نے کر دیا
چوٹ تازہ ہوئی زخم رسنے لگے
اک نیا درد دل میں مرے بھر دیا

چیز جس کی تھی واپس وہی لے گیا
کوئی شِکووں کا حق بھی ہمارا نہیں
اپنے رب کی رضا پہ ہی راضی ہیں ہم
اس کی ناراضگی تو گوارا نہیں

مکرم روشن دین تنویر صاحب

اللہ نے باندھا ہے یہ پیمانِ خلافت
اعمال مناسب ہوں اور ایمانِ خلافت
دی ہم کو بشارت یہ مسیحائے زماں نے
ہے قدرتِ ثانی سے غرض شانِ خلافت
جس طرح ملا پہلوں کو تم کو بھی ملے گا
پہلوں کی طرح پاؤ گے فیضانِ خلافت

پریشان روحوں کی راحت خلافت

مکرم محمد ابراہیم شاؔد صاحب

خدا کی عطا کردہ نعمت خلافت
ہے ایمان والوں کی دولت خلافت
نبوّت کی زندہ صداقت خلافت
خدا کی طرف سے امانت خلافت
نبوّت خدا کی مکمّل ہدایت
ہدایت کی کامِل اشاعت خلافت
نہیں ہوتے معزول ہرگز خلیفے
کہ رکھتی ہے اک خاص نصرت خلافت
نہیں چھین سکتا خلیفے سے کوئی
خدا کی عطیّہ ہے خلعت خلافت
ہراساں دلوں کی تسلّی کا موجب
سراپا تشفّی سکینت خلافت
غمِ رحلتِ انبیاء کا مداوا
پریشان رُوحوں کی راحت خلافت
ہے بندوں پہ گو انتخابِ خلافت
حقیقت میں ہے دستِ قدرت خلافت

تصرّف خدا کا جھکاتا ہے سب کو
ہے گویا خدا کی مشیّت خلافت
سراجِ نبوّت جو ہوتا ہے اوجھل
تو آتی ہے پھر حسبِ سنّت خلافت
تقرّب الی اللّٰہ کا واحد ذریعہ
ہے صدق و وفا کی علامت خلافت
خلافت ہے دینِ متیں کی محافظ
ہے امن و سکوں کی ضمانت خلافت
خلافت سے ہوتی ہے تنظیم قائم
یہی ہے نبی کی نیابت خلافت
خلافت ہے اثباتِ مرکز کا باعث
خدا کی جماعت کی قوّت خلافت
کیا سورۂ نُور میں حق نے وَعدہ
کہ پائے گی یہ خیرِ اُمّت خلافت
خلافت کا انکار کرتا ہے فاسق
سمجھتا ہے وہ بے حقیقت خلافت
کرو صدقِ دل سے اطاعت ہمیشہ
خدا کی ہے لاریب رحمت خلافت

ہمیں ناز اس کی غلامی پہ ہر دم
مِلی 'دائمی' ایک نعمت خلافت
مشرّف بہ بیعت ہوئے شاد ہم بھی
کہ ہے موجبِ صد سعادت خلافت

مکرمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

عمر بھر وہ پیار کے ساغر لنڈھاتا چل دیا!
شاہ دل ساقی ، سخی پیرِ مغاں رخصت ہوا!
پیار بھی تھا ، دلرُبائی بھی تھی ، رعنائی بھی تھی!
رونق و تزئینِ بزمِ دوستاں رخصت ہوا!

مقدس امانت

مکرم شیخ نصیر الدین احمد صاحب

خلافت خدا کی مقدس امانت
یہی رُوح کی زندگی کی ضمانت

خدا کی ہدایت کا یہ ہے تسلسل
ہوئی وقتِ آدم سے جاری خلافت

خلافت ہے مرکز اُسی دائرے کا
ہے وابستہ جس سے جہاں کی نظامت

اسی سے تو فکر و عمل میں ہے وحدت
اسی سے ہے بالیدہ رُوحِ اطاعت

سروں پر تَسَلُّطْ نہیں اس کا مقصد
دِلوں پر حکومت ہے اس کی کرامت

امامِ زمانہ کو پہچان لینا
یہ مومن کی ہے ایک پختہ روایت

خدا کی جو رسّی کو تھامے رہے گا
محمدؐ کریں گے اسی کی شفاعت

نصیؔر ایسی نعمت کو جو چھوڑتا ہے
نہیں اس کو ملتی خدا کی حمایت

رخصت ہوا!

صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

آنکھ جس کی یاد میں ہے خونچکاں رخصت ہوا!
جس کے غم میں دل سے اٹھتا ہے دھواں رخصت ہوا!

نافلۃً لک کی تابندہ بشارت کا ثبوت
وہ مسیحِ پاک کا زندہ نشاں رخصت ہوا!

مسجدِ اسپین اُن کی منتظر ہی رہ گئی
ناصرِ دینِ خُدا سُوئے جناں رخصت ہوا!

کچھ نئی راہوں کا بھی ہم کو پتہ بتلا گیا
ثبت کر کے اپنے قدموں کے نشاں رخصت ہوا!

حوصلہ ایسا کہ انساں دیکھ کر حیران ہو
صبر و ہمت کا وہ اک کوہِ گراں رخصت ہوا!

جس کے آگے چُپ ہوئے سب عالمانِ ذی وقار
اہلِ علم و اہلِ دانش ، نکتہ داں رخصت ہوا!

لَآ اِلٰہ کا ورد بر لب ، دعوتِ حق بَر زباں
جس کے ہر فقرے میں تھا رنگِ اذاں رخصت ہوا!

حسن، احساں، پیار شفقت یاد کیا کیا آئیں گے
وہ شہِ خوباں ،نگارِ دلبراں رخصت ہوا!

جس کا چہرہ دیکھ کے تسکین پا جاتے تھے دل
زندہ دل، روشن جبیں، شیریں دہاں رخصت ہوا!

جس کو ملتے ہی مہک اٹھتے امیدوں کے چمن!
وہ توکّل اور غِنا کا ترجماں رخصت ہوا!

سب کی تکلیفوں کو سُن کے حوصلہ دیتا رہا
مونس و غمخوار سب کا رازداں رخصت ہوا!

کرب کے دریا میں غوطہ زن رہا اُس کا وجود
غم مگر جس کا نہ ہو پایا عیاں رخصت ہوا!

زخم جو دل پر لگے وہ ہنستے ہنستے سہہ گیا
صاحبِ خندہ جبیں، خندہ لباں رخصت ہوا!

سنگ و ابریشم کی یکجائی سے تھا اُس کا خمیر
نرم فطرت، نرم خُو، پہ سخت جاں رخصت ہوا!

کر گیا تحریر ہر دل پہ وہ کچھ انمٹ نقوش
دے کے اہلِ عشق کو سوزِ تپاں رخصت ہوا!

اپنے رب کی ہر رضا پر جو سدا راضی رہا
خوش دلی سے ہمرکابِ قُدسیاں رخصت ہوا!

آخرِ دم تک بھی چہرے پہ رہا اُس کے سکوں
وہ بہ ایں اندازِ تسکین و اماں رخصت ہوا!

مسکرانے کی سَدا ، تلقین جو کرتا رہا
چھوڑ کے آنکھوں میں اب سیلِ رواں رخصت ہوا!

گِرد جس کے کھینچ رکھا تھا حفاظت کا حصار
چھوڑ کے کیسے اُسے تنہا یہاں رخصت ہوا!

یہ ہماری ہے تو پھر جو اُس کی حالت ہو سو ہو
اُس کی نظروں میں تو گویا کُل جہاں رخصت ہوا!

شُکر للہ کہ کڑے لمحوں کی سختی مِٹ گئی
فضلِ ربیّ سے وہ ہنگامِ گراں رخصت ہوا!

پھر خُدا کے فضل سے اک سائباں حاصل ہوا
لوگ تو سمجھے تھے سر سے سائباں رخصت ہوا!

یاد پھر رہ رہ کے اُس کی دل کو تڑپانے لگی
وہ مرا محبوب آقا اب کہاں؟ رخصت ہوا!

اُس کے جانے سے پرانے زخم بھی رِسنے لگے
کر کے تازہ پھر سے یادِ رفتگاں رخصت ہوا!

ہے خوشی اس کارواں کو رہنما پھر مل گیا
غم مگر ہے وہ امیرِ کارواں رخصت ہوا!

'یا الٰہی کیا کروں دل حوصلہ پاتا نہیں
جس کو نظریں ڈھونڈتی ہیں وہ نظر آتا نہیں'

صاحبزادی امتہ الشکور صاحبہ

آؤ مل جل کہ کریں اس یار کی باتیں لوگو
تاکہ زندہ رہیں ذہنوں میں وہ یادیں لوگو

ہم نے ہر حال میں اس شخص سے جینا سیکھا
اشک آنکھوں کے بھی ہنستے ہوئے پینا سیکھا

وہ مرا دوست بھی تھا مونس و غم خوار بھی تھا
میرا ہمراز تھا ، ہمدم تھا ، وفادار بھی تھا

وہ مرے پاس تھا جب غم بھی بھلے لگتے تھے
خار رستے میں تھے ، پر پھول کھِلے لگتے تھے

جس کے آنے سے گلستاں میں بہار آئی تھی
ہر نظر جس کی زمانوں کو سنوار آئی تھی

جس کی باتوں میں ہوا کرتی تھی چاہت کتنی
جس کے دیکھے ہی سے مل جاتی تھی راحت کتنی

اس کے ہونٹوں کی ہنسی اور وہ چہرے کا نکھار
اس کی آنکھوں کی چمک دل کے لئے وجہِ قرار

سب کے ہی واسطے یکساں تھی محبت کیسی
تھا نہ معلوم کہ ہوتی ہے عداوت کیسی

اب وہ ساحر ہے نہ جادو بھری باتیں اس کی
خوں رُلا دیتی ہیں پہروں مجھے یادیں اس کی
کر کے بے سایہ مجھے زیرِ زمیں سویا ہے
آج کھو کر اسے جانا کہ جہاں کھویا ہے

مکرم عبدالحمید صاحب

اس نے قوموں کو پلائی تھی شرابِ زندگی
اُس کے سر پر تاج تھا قرآن کے انوار کا
اہلِ دانش کہہ رہے ہیں بات سچی اور کھری
ناصرِ دینِ محمدؐ تو سراپا نُور تھا

مکرم عبید اللہ علیم صاحب

وہ رات بے پناہ تھی اور میں غریب تھا
وہ جس نے یہ چراغ جلایا عجیب تھا

وہ روشنی کہ آنکھ اٹھائی نہیں گئی
کل مجھ سے میرا چاند بہت ہی قریب تھا

دیکھا مجھے تو طبع رواں ہو گئی مری
وہ مسکرا دیا تو میں شاعر ادیب تھا

رکھتا نہ کیوں میں روح وبدن اس کے سامنے
وہ یوں بھی تھا طبیب اور وہ یوں بھی طبیب تھا

ہر سلسلہ تھا اس کا خدا سے ملا ہوا
چپ ہو ، کہ لب کشا ، بلا کا خطیب تھا

موجِ نشاط و سیلِ غمِ جاں تھے ایک ساتھ
گلشن میں نغمہ سنج عجب عندلیب تھا

میں بھی رہا ہوں خلوتِ جاناں میں ایک شام
یہ خواب ہے یا واقعی میں خوش نصیب تھا

حرفِ دعا اور دستِ سخاوت کے باب میں
خود میرا تجربہ ہے وہ بے حد نجیب تھا

دیکھا ہے اس کو خلوت و جلوت میں بارہا
وہ آدمی بہت ہی عجیب و غریب تھا
لکھو تمام عمر مگر پھر بھی تم علیمؔ
اس کو دکھا نہ پاؤ وہ ایسا حبیب تھا

مکرم ثاقب زیروی صاحب

سفیرِ امن و محبت ، پیمبرِ رافت
سراپا عفو تھا! شفقت تھا! پیار تھا وہ شخص!
لبوں پہ اُس کے تبسم تھا ، دن کو ہر لمحہ
حضورِ دوست، بہ شب، اشکبار تھا وہ شخص!

خاکِ ربوہ اسے سینے سے لگا کر رکھنا

مکرم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب

اب اسی دھن میں بھرے شہر کو جینا ہو گا
تجھ سے ملنے کا بھی کوئی تو قرینہ ہو گا
اشک در اشک تجھے ڈھونڈنے نکلیں گے لوگ
وصل کے شہر میں فرقت کا مہینہ ہو گا
ہجر کی رات ہے رو رو کے گذاریں گے اسے
ہر گلی کوچے میں اجلاسِ شبینہ ہو گا
صبحِ تقدیر جدھر چاہے گی لے جائے گی
ہم نہیں ہوں گے مقدر کا سفینہ ہو گا
جم کے رہ جائیں گی عشّاق کی نظریں اس پر
تیرے کوچے میں جو اُمید کا زینہ ہو گا
تیری ہر ایک ادا رستہ دکھائے گی ہمیں
تو نہیں ہوگا ترا دیدۂ بینا ہو گا
تجھ سے ملنے کی فقط اس کو اجازت ہو گی
جس کے اندر نہ انا ہوگی نہ کینہ ہو گا

جس کی پلکوں پہ سجے ہوں گے وفا کے موتی
جس کے سینے میں محبت کا خزینہ ہوگا

آنے والے کے گلے لگ کے بلکنے والے
جانے والے نے ترا چین تو چھینا ہوگا

خاکِ ربوہ اسے سینے سے لگا کر رکھنا
آبگینوں سے بھی نازک یہ دفینہ ہو گا

پھر وہی ذکر سرِ وادیٔ سینا ہو گا
وہی ساقی ، وہی بادہ ، وہی مینا ہو گا

شربتِ وصل میں شامل ہے جو زہرِ فرقت
ہے اگر عشق تو یہ زہر بھی پینا ہو گا

تیری کرنوں کو اب اے عہد کے سچے سورج
ہجر کی رات کا یہ چاک بھی سینا ہو گا

حسن پھر اترا ہے روحوں پہ سکینت بن کر
قافلہ پھر سے رواں سوئے مدینہ ہو گا

یوں چڑھا ہے جو نئے عہد کا سورج بن کر
خاتمِ یار کا یہ چوتھا نگینہ ہو گا
اس کے دربار میں جاؤں گا خطائیں لے کر
میرے ہمراہ ندامت کا پسینہ ہو گا
کشتیٔ نوح میں بیٹھے تو ہو لیکن مضطؔر
شرط یہ ہے یہیں مرنا یہیں جینا ہو گا

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب

رکھے گا زمانہ یاد اسے جو ناصر دیں نے کام کیا
شمشیر محبت سے اس نے دشمن کے بھی دل کو رام کیا
ابلاغ صداقت کی خاطر دن رات رہا وہ محوِ سفر
تثلیث کے گہواروں میں بھی توحید کا اونچا نام کیا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری

آج پھر یاد آگیا اِک صاحبِ رُوئے جمیل
احمدِؑ موعود کے پیارے 'مبارک' کا مثیل

جس نے پایا 'نافلہ' ربِّ محمدؐ سے خطاب
مُصلحِ موعودؓ کا تھا جو بروزِ لاجواب

ناصرِ دینِ شہنشاہِ زمین و آسماں
اَور فرزندِ عظیمِ سیّدہ نصرت جہاں

جس کو اپنی جاں سے بھی بڑھ کر رہا قرآں سے پیار
مشرق و مغرب میں کی اس کی اشاعت بے شمار

پرچمِ اسلام جو اُندلس میں پھر لہرا گیا
سات صدیوں بعد پھر مسجد وہاں بنوا گیا

یورپ و امریکہ کو ہر نیک و بد سمجھا گیا
ہسپتال اور مَدرسے افریقہ میں کھلوا گیا

چاند تھا محمود کا ایسا وہ جس کے نُور سے
ہو گئے رخشاں کئی اقوام کے ظُلمت کدے

دل تڑپ اُٹھتے تھے اس کی ہر ادائے ناز پر
غیر تھے حیران و ششدر اُس کے ہر انداز پر

'سایۂ رحمت تھا وہ انصارِ دیں کے واسطے'
اور اِک حِصنِ حَصِیں شرعِ متیں کے واسطے

مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر تھی رقصاں ہر گھڑی
اور زباں پر تھی ثنائے ربِّ رحماں ہر گھڑی

اُس کے ہر انداز میں اِک تمکنت تھی شان تھی
ہر ادا اُس کی مجسّم حُسن اور احسان تھی

گاہے لگتا تھا وہ اک کوہِ وقار و اقتدار
اور گاہے پیکرِ مہر و محبت ، لُطف و پیار

آہ! سُوئے خُلد آخر وہ بھی رخصت ہو گیا
جو نہ تھا وہم و گماں بھی وہ بعُجلت ہو گیا

یک بیک اِک گلستاں کا گلستاں مُرجھا گیا
ہر کلی ہر پھُول ہر سَرو و سمن کُملا گیا

دیکھتے ہی دیکھتے وہ مومنوں کا گلعذار
کر گیا اپنی جدائی سے ہر اک کو سوگوار

اجنبی لگنے لگا ہر اک کو یہ سارا جہاں
جِسمِ بے جاں سا نظر آتا تھا ہر خورد و کلاں

رات دن گزرے جماعت کے دعائے خاص میں
دَر پہ ربِّ دو جہاں کے التجائے خاص میں

آخرش سُن لی خدا نے اپنے بندوں کی پکار
قدرتِ ثانی ہوئی جلوہ کناں پھر ایک بار

آسماں سے پھر نزولِ رحمتِ باری ہوا
اہلِ دل پر خاص روحانی سماں طاری ہوا

مومنوں نے قافلہ سالار اپنا چُن لیا
ہاتھ میں اس کے ہر اک نے ہاتھ اپنا دے دیا

سَرورِؐ ہر دوسرا کے اِک غلامِ نامدار
طاہر احمد میرزا نے بانیاز و انکسار

زیبِ تن کر لی بحکمِ اللہ خلافت کی قبا
قدرتِ ثانی کا یُوں جلوہ نیا ظاہر ہوا

مکرم ثاقب زیروی صاحب

تو نے کی مشعلِ احساس فروزاں پیارے
دل بھلا کیسے بھُلا دے ترا احساں پیارے

رُوحِ پژمردہ کو ایماں کی جِلائیں بخشیں
اور انوار سے دھو ڈالے دل و جاں پیارے

ولولوں نے ترے ڈالی مہ و انجم پہ کمند
تو نے کی سطوتِ اسلام درخشاں پیارے

اب وہی دینِ محمدؐ کی قسم کھاتے ہیں
تھے جو مشہور کبھی دُشمنِ ایماں پیارے

پہلے بخشا مرے بہکے ہوئے نغموں کو گداز
پھر مری رُوح پہ کی درد کی افشاں پیارے

مجھ کو بھولے گی کہاں وہ تری بھرپور نگاہ
جگمگا اُٹھتا تھا جب فکر کا ایواں پیارے

اب نگاہیں تجھے ڈھونڈیں بھی تو کس جا پائیں
جانے کب پائیں سکوں پھر دلِ ویراں پیارے

کون افلاک پہ لے جائے یہ رودادِ الم
تیرا متوالا ابھی تک ہے پریشاں پیارے

رُوح پھرتی ہے بھٹکتی ہوئی ویرانوں میں
دِل ہے نیرنگئ افلاک پہ حیراں پیارے

شُکرِ ایزد تری آغوش کا پالا آیا
اپنے دامن میں لئے دولتِ عرفاں پیارے

فکر میں جس کے سرایت تری تخییل کی ضَو
گفتگو میں بھی وہی حُسنِ نمایاں پیارے

جس کی ہر ایک ادا نَـافِلَةً لَّكَ کی دلیل
جس کی ہر ایک نوا درد کا عنواں پیارے

دیکھ کر اُس کو لگی دِل کی بُجھا لیتا ہوں
آنے والے پہ نہ کیوں جان ہو قرباں پیارے

تیری اِس شمع کا پروانہ صفت ہو گا طواف
تیرے ثاقبؔ کا ہے اب تجھ سے یہ پیماں پیارے

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ

امام جماعت احمدیہ نوّر اللہ مرقدہٗ
محترم سلیم شاہجہانپوری صاحب

جو نظم و ضبط کا خوگر بنا گیا وہ شخص
جو زندگی کا قرینہ سکھا گیا وہ شخص

وہ جس کے ضبط و تحمل کی داستاں ہے عجیب
سبق جو صبر و رضا کا پڑھا گیا وہ شخص

وہ جس کے عزمِ مصمّم پہ حوصلے قرباں
جو راہِ جہدِ لقا پر چلا گیا وہ شخص

وہ جس کا چہرہ تھا خنداں کشادہ پیشانی
جو راز ہم کو خوشی کا بتا گیا وہ شخص

وہ جس کی جان تھا عشقِ محمدؐ عربی
شراب حُبِّ نبی کی پلا گیا وہ شخص

وہ جس نے راتیں گزاریں عبادتِ حق میں
جو گُر قبولِ دُعا کا سکھا گیا وہ شخص

وہ جس نے نظمِ جماعت کو استوار کیا
بناءِ قوم کو سیسہ پلا گیا وہ شخص

وہ جس نے عام کیا ذکرِ غلبۂ اسلام
جو مژدہ فتح و ظفر کا سُنا گیا وہ شخص

وہ جس نے حق و صداقت کو سربلند کیا
دروغ و کذب کو یکسر مٹا گیا وہ شخص

چراغ جس نے بجھائے غرور و نفرت کے
دیئے خلوص و وفا کے جلا گیا وہ شخص

دعائیں دیتا تھا دشمن کو گالیاں کھا کر
دلوں پہ پیار کا سکّہ بٹھا گیا وہ شخص

جو بانٹتا تھا خزانے وفا و الفت کے
جو خالی ہاتھ جہاں سے چلا گیا ، وہ شخص

ہر آنکھ غم میں اسی کے تو اشکبار ہے آج
اُسی کے غم میں ہر اک قلب سوگوار ہے آج

زیست کا ہر لمحہ اُسکا دین پہ قربان تھا

مکرم سیّد ادریس احمد عاجز صاحب کرمانی

بندۂ رحمان ،ذی القرنین عالی شان تھا
تھا غلامِ شاہِ بطحیٰ حافظِ قرآن تھا
سبطِ مہدی ، نورِ چشمِ مُصلحِ موعود تھا
سیّدہ ذیشان کے بہجت کا اک سامان تھا
وہ مبارک کی شبیہ تھا ذی چشم، عالی وقار
نافلۂ مہدیٔ برحق ،وہ عالی شان تھا
اس کے رُوئے پاک پر نورِ بشاشت جلوہ گر
جس کے نظّارے سے حاصل دل کو اطمینان تھا
ہم نفس اس کا رہا سر آمدِ قدوسیّاں
ساتھ اس کے لمحہ لمحہ دمبدم ہر آن تھا
اس کے تقویٰ پر ہیں کرتے ناز جملہ نُوریاں
تھا مجسّم خیرو خوبی اور عظیم انسان تھا
صدقِ دل سے وہ بجا لاتا تھا احکامِ خدا
سیّدِ لولاک کا وہ تابعِ فرمان تھا
ربِّ کعبہ کی قسم تھا حق نما اُس کا وجود
ہستیٔ نادیدہ کی وہ حُجّت و برہان تھا

خدمتِ اسلام میں ہی صَرف کی اپنی حیات
زیست کا ہر لمحہ اس کا دین پر قربان تھا
تھا ارازل اور یتامیٰ کا وہ اک جائے پناہ
گُرسنہ و تشنہ لب اسکا بنا مہمان تھا
خوبیاں اس کی تھیں بے حدّ و نہایت بے شمار
اپنے تو اپنے ہیں ،غیروں پر کیا احسان تھا
دشمنوں کا بھی بھلا ہی چاہتا ہر دم رہا
سُنّتِ نبوی پہ عامل ہر دم و ہر آن تھا
فضلِ ربیّ سے یہ ستّرہ سالہ دورِ رہبری
رکھتا تھا وہ شان کہ چشمِ فلک حیران تھا
مسجدوں ،مہمانخانوں ،اور شفا خانوں کے جال
اس نے پھیلائے کہ حکمِ ایزدومنّان تھا
ترجمے قرآن کے اس نے زبانِ غیر میں
کردیئے شائع کہ اذنِ خالق و حنّان تھا
اور وہ تعمیرِ مسجد پیڈرو آباد کی
ہے گواہ کہ عزم و ہمّت کا وہ اک انسان تھا

بحرِ طوفاں خیز آخر کرلیا اس نے عبور
زورقِ اسلام کا چوکس وہ کشتی بان تھا
سیلِ کفر و شرک کی وہ بے پناہ جولانیاں
روکنے کو ان کے وہ اسلام کی بنیان تھا
تیر کھائے اپنے سینے میں ہزاروں اُس نے تھے
تھا جماعت کا نگہباں اور پُشتی بان تھا
غیر ملکوں میں گیا باتزک و باصد احتشام
اس کی برکت سے بیاباں بن گیا بُستان تھا
اس کے اک خادم نے حاصل کرلیا نوبل پرائز
علم کی دُنیا کا وہ شاہنشہِ ذیشان تھا
کہکشاں مرّیخ و مہرو ماہ اس کے ہم سفر
داستانِ جرأت و ہمّت کا وہ عنوان تھا
تھی جماعت کی فلاح کا رات دن اس کو خیال
اس لئے محوِ دُعا شام و سحر ہر آن تھا
ذرّہٗ خاکِ وطن کرتا تھا اس پر فخرو ناز
افتخارِ ملک وہ فرزندِ پاکستان تھا

حکم ربّ سے اس نے پایا، چل دیا سوئے ارم
لینے کو اسکے قدم در پر کھڑا رضوان تھا
اس کے جانے سے بپا اک زلزلہ ایسا ہؤا
صدمۂ غم سے ہر اک مومن بنا بے جان تھا
بہر تسکینِ دلِ مضطر خدا آیا اُتر
دفعِ غم کے واسطے پیدا کیا سامان تھا
حافظِ قُرآں گیا اور آ گیا صاحِب قِراں
لُطفِ حق سے درد اور غم کا بنا درمان تھا
وقت پر پورا ہؤا تھا وعدہ استخلاف کا
مؤمنین و صالحیں پر یہ ہؤا احسان تھا
عاجزِ ناکارہ پر وہ تھا شفیق و مہرباں
اس قدر کہ محو دل سے باپ کا احسان تھا

سانحۂ ارتحال

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ نور اللہ مرقدہٗ

مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب، نواب شاہ

یاد آتی ہے وہ شفقت وہ محبت تیری
خون روتی ہے ترے غم میں جماعت تیری

ہوئی تقدیرِ خداوند سے رحلت تیری
ورنہ تھی اب بھی زمانے کو ضرورت تیری

کی فرشتوں نے اعانت پہ اعانت تیری
پھیلی افریقہ و امریکہ میں شہرت تیری

تھی عیاں تیرے تکلّم سے شرافت تیری
کتنی پاکیزہ و شستہ تھی طبیعت تیری

بخش دینا تھی خطا کار کو عادت تیری
تھی خطا پوش و عطا پاش طبیعت تیری

مُسکراتا ہوا چہرہ، تری روشن آنکھیں
اب بھی پھرتی ہے نگاہوں میں وہ صورت تیری

مثلِ آئینۂ شفاف تھا سینہ تیرا
صاف تھی گردِ کدورت سے طبیعت تیری

تیرا اندازِ تلطّف تھا نرالا آقا
وہ متانت میں سموئی ہوئی شفقت تیری
دُشمنوں پر بھی ترا لُطف و کرم تھا پیہم
اور اپنوں پہ نچھاور تھی محبت تیری
بھانپ جاتا تھا نگاہوں سے دلوں کے احوال
بخدا باعثِ حیرت تھی فراست تیری
گالیاں کھا کے بھی دشمن کو دعا دی تو نے
تھی عیاں صبرو تحمل سے شرافت تیری
خادم و داعئ اسلام رہا ساری عمر
پہنچی عالم کے ہر اک گوشے میں دعوت تیری
رُوح فرسا تھی ہمارے لئے رحلت تیری
غم و اندوہ کا پیکر تھی جماعت تیری
لیکن اللہ نے گرتوں کو سنبھالا کیسا
جمع پھر ہو گئی اک بار جماعت تیری
خوف کو امن سے بدلا ہے خدا نے یکسر
منتقل ہو گئی طاہؔر کو خلافت تیری

ناصرِ دین

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں

مکرم راجہ نذیر احمد ظفرؔ صاحب ربوہ

نُور کا جس کے گرد ہالا تھا
جس کو نصرت جہاں نے پالا تھا
جو تھا موعود باپ کا موعود
جس کا الہام میں حوالہ تھا
ساری دنیا تھی جس کی نظروں میں
شرق اور غرب دیکھا بھالا تھا
جس کا کسرِ صلیب کا جلسہ
کفر کے دل میں ایک بھالا تھا
جس نے صدیوں کے بعد اندلس میں
کر دیا دیں کا بول بالا تھا
جس نے تقدیر کو دُعاؤں سے
حق میں ہم عاجزوں کے ڈھالا تھا
کتنے کمزور پا تھے ہم میں سے
جن کو اس شخص نے سنبھالا تھا

اُس کے سائے میں جنتیں لُوٹیں
باپ تھا اور پیار والا تھا
کر کے ہم کو یتیم چھوڑ گیا
پھر پڑا ظلمتوں سے پالا تھا
ناگہاں چاند اک طلوع ہوا
اب کے 'طاہرؒ' کا یہ اُجالا تھا
لو علاجِ جُدائی آ پہنچا
ناصرِ دیں کا بھائی آ پہنچا

مکرم چودھری شبیر احمد صاحب

وہ صبر ورضا کا پیکر تھا دکھ درد کو ہنس کر سہتا تھا
یوں خلق محمدؐ کو اس نے اپنا کے جہاں میں عام کیا

وصالِ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب ربوہ

آج پھر دل پہ ایک چوٹ لگی
پھر ہَرا دل کا زخم زخم ہُوا
کیا بتاؤں کسے بتاؤں مَیں
آج میں نے گنوا دیا کیا کیا
جوشِ گریہ ہے یا کوئی سیلاب
دل ہے یا ایک درد کا دریا
مل گئی خامشی کو گویائی
اُٹھ رہی ہے کِن آنسوؤں کی صدا
ہر کنارا زمیں کا نوحہ کناں
ہے سرِ عرشِ ایک حشر بپا
شدّتِ غم سے دم بخود ناہید
بے کس و بے نوا و بے چارا
کسی پہلو نہ جب قرار آیا
درمیانِ دیارِ یار آیا
ارضِ ربوہ! ترے حسیں ذرّے
ہم نے ہمرنگِ آسماں پائے

تیرے نظّارے آنکھ کی ٹھنڈک
تیرا ہر نغمہ دل کو گرمائے
تیری گلیوں میں تیرے دیوانے
آبلہ پا شکستہ دل آئے
آج پھر حکمِ اِسۡجُدُوۡا سُن کر
اپنے سجدے سمیٹ کر لائے
ہر طرف تپتی دھوپ کی تیزی
ٹھنڈے ٹھنڈے ترے گھنے سائے
چاند روشن رہے سدا تیرا
تیرا سورج کبھی نہ گہنائے

وقت پھر لے گا امتحاں تیرا
آ گیا تجھ میں کارواں تیرا

احتیاط! احتیاط! ہمسفرو!
آ گیا پھر مقامِ بیم و رجا
قافلہ آ گیا دوراہے پر
اور سالارِ قافلہ نہ رہا
اپنے سجدوں کو دو وہ سوزِ دُروں
راکھ ہو جائے جس سے رُوحِ اِبا

جلوہ گر ہو گی قدرتِ ثانی
رُک نہ پائے گا کارواں اپنا
ہو گا پورا یُمَکِّنَنَّ لَھُمْ
پاؤ گے پاؤ گے وفا کا صلہ
امن پھر خوف کی جگہ لے کر
وجہِ تسکین و تمکنت ہو گا
تھام لے گا کوئی تو ہاتھ اپنا
ہے یقیں مجھ کو دے گا کوئی صدا
جانے والے تری محبّت کو
دل کی دھڑکن کے ساتھ رکھیں گے
روحِ ناصؔر! تری امنگوں میں
اپنی ہر آرزو کو ڈھالیں گے
راہِ منزل پہ زندگی کے چراغ
تیری یادوں سے روشنی لیں گے
تیرے قدموں کے برگزیدہ نشاں
رہ نوردوں کو حوصلہ دیں گے
کام آئے گی تیری عظمتِ فکر
زیست کی عظمتیں بھی دیکھیں گے

تیرے احساں سحاب کی صورت
آنے والے دنوں پہ برسیں گے
تیری یادوں کو لے کے گام بہ گام
آئے گا دَورِ غلبۂ اسلام
دورِ نَو کی انوکھی قدروں میں
تو پُرانی محبّتوں کا سفیر
فکرِ دوراں، خرابی و تخریب
سوچ تیری ترقی و تعمیر
شورِ آشوبِ روزگار میں تُو
تمکنت اور وقار کی تصویر
فتنے اُٹھ اُٹھ کے ہو گئے خاموش
تھی تری خامشی میں کیا تاثیر
ہر طرف سنگ و خشت کی بارش
تیری شفقت تھی اک ردائے حریر
سوئے منزل رواں دواں ہر دم
تھی کوئی شے نہ باعثِ تاخیر
جا! خدا کی رضا کے دامن میں
اَبدی راحتوں کے مامن میں

مقبرہ کی بہشت زار زمیں!
لے یہ اَور اِک امانتِ دل و جاں
تیری خاموشیوں میں آسودہ
کتنے محنت کش و جنوں ساماں
سوچتا ہوں قدم قدم پہ یہ میں
کِتنا نازک ہے رشتۂ تن و جاں
کوئی دیکھے تو کتنے پیار سے چاند
تیری تاریکیوں میں ہَیں تاباں
تجھ سے گزروں تو مجھ کو آتی ہے
تیری مٹّی سے بوئے گل بدناں
ذہن میں خود بخود اُبھرتا ہے
کَیفِ جنّت تصوّرِ جاناں
لے یہ اک اَور گُلعذار آیا
اک نمائندۂ بہار آیا
پھر سے تجدیدِ عہد بیعت کی
آج طاہر کے ہاتھ پر ہم نے
پھر ہوئی دور اپنی تیرہ شبی
آج رو رو کے کی سحر ہم نے

وجہِ تسکین و تمکنت ساماں
پائی اک حُسن کی نظر ہم نے
چشمِ خونبار سے کیا رُخصت
ایک محبوب راہبر ہم نے
رہبری کے مقام پر پایا
اپنا ہی ایک ہمسفر ہم نے
سامنے اک نئی اڑان آئی
پھر سنوارے ہیں بال و پر ہم نے
مختصر سا تھا امتحاں اپنا
کارواں ہے رواں دواں اپنا
آنے والے! تجھے ہمارا سلام
آ بصد شانِ دِل رُبائی آ
تیری رہ میں بچھائیں گے آنکھیں
تُو ہے والی ولاَیتِ دل کا
اوڑھ کر تُو قبا خلافت کی
تختِ دل پر ہوا سریر آرا
ہم اطاعت گزار بندے ہیں
حق اطاعت کا ہم کریں گے ادا

دیکھتے ہیں تو ایک تیری طرف
سُن رہے ہیں تو ایک تیری صدا
مرتعش ہوں گے نغمہ ہائے وفا
اک ذرا تُو دلوں کے تار ہِلا
اپنی پیشانیاں سجُود آثار
دور ہم سے اِبا و استکبار
آنے والے! تری نگاہوں میں
کتنے زخمی دلوں کا مرہم ہے
جذبۂ دل کو کیا کہوں اس دم
یہ طرب ہے کہ موجۂ غم ہے
دیکھ کس جذبۂ تشکّر سے
دل بھر آیا ہے آنکھ پُر نم ہے
آج پھر اِسجُدُوا کا حکم ہوا
سرِتسلیم آج پھر خم ہے
زندگی کی زمام ہاتھ میں لے
زندگی کا نظام برہم ہے

تو ہے محور کِن آرزوؤں کا
کیا کہوں! حرفِ آرزو کم ہے
آ زمانے میں کر مسیحائی!
آ کہ تو بھی تو ابنِ مریم ہے

مکرم انور ندیم علوی صاحب

پیار ہے سب کے لئے نفرت کسی سے بھی نہیں
زندگی بھر آپ کا نعرہ یہی تھا بالیقین
بھول جائیں ان کی شفقت کیسے ممکن ہے بھلا
تشنہ روحوں کو پلایا شربتِ وصل و بقا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی یاد میں

ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ

مَے خانۂ ہستی کا حسیں پیرِ مُغاں تھا
وہ شخص کہ اِدراک کا اِک زندہ جہاں تھا

جھُکتی تھی جبیں اس کی بس اللہ کی خاطر!!
وہ دیں کا ستوں عزم کا اک کوہِ گراں تھا

وہ ذات کے گنبد میں جو محصور نہیں تھا
وہ فہم و ذکا حِلم کا تابندہ نشاں تھا

وہ پیکرِ شفقت تھا بہت عالی گُہر تھا
رخشندہ و پُر نُور جبیں گُل بہ دہاں تھا

بھولی نہیں کانوں کو وہ لہجہ کی حلیمی
جس میں کوئی تاثیر کا اِک جادو نہاں تھا

تزئینِ گلستاں میں رہا مدّتوں مصروف
استاد بھی تھا، دوست بھی تھا ، اِک نگراں تھا

اک داعی الی اللہ تھا صداقت کا نشاں تھا
تثلیث کا ہر بُت تیرے دم سے لرزاں تھا

مشعل سا فروزاں رہا ظلمت کے نگر میں
اِک نُور کا ہالہ تھا کہ جو رقص کناں تھا

ربوہ کو نہ بھولے گی ترے پیار کی خوشبو
پھولوں بھرا گلزار تھا تُو اِک بُستاں تھا

صدیوں ترے اوصاف کو سب یاد رکھیں گے
تو وقت کی آواز تھا، ماہِ کنعاں تھا

مکرم محمود احمد مرزا عبدالحکیم صاحب

قرآن کے انوار سے سینہ ہے منور
یہ ناصر دین حافظِ قرآن عزیزو
قرآن سے عشق اس کو وراثت میں ملا ہے
واللہ یہ ہے عاشقِ قرآن عزیزو

نافلۂ موعود

ڈاکٹر مہدی علی چوہدری صاحب

اے ناصرِ دیں ، فاتحِ دیں ، نافلۂ موعود
تو نور کی تجسیم تھا لختِ دلِ محمودؓ

مہدیؑ کو بشارت تھی 'نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ'
اس کی ہی تجلّی تھی تیری ذات میں مشہود

پیشانی پہ وہ زہد و عبادت کا اجالا
اللہ کا تقرّب تھا تیری منزلِ مقصود

تو امن کا شہزادہ تو محبت کا پیامبر
انوار و کمالاتِ خلافت کی رواں رُود

احمدؑ کے گلستاں کو جلانے کو جو اٹّھے
ٹکرا کے ہوئے تجھ سے فنا وقت کے نمرود

بت خانۂ دنیا آذان وہ حق کی
لرزاں ہوئے جس سے سبھی طاغوت کے معبود

لہرایا زمانے میں یوں توحید کا پرچم
تثلیث کی آواز جہاں سے ہوئی نابود

اللہ کا تھا احسان کہ تو رہبر تھا ہمارا
اسلام کی تاریخ کا وہ دَور تھا مسعود

مکرمہ امتہ الباری ناصر صاحبہ

مسکراتا حوصلہ دیتا وجود
زندگی سے پیار سکھلاتا وجود

امن اَور اُلفت کا تھا پیغامبر
آفتابِ تازہ سے اُجلا وجود

مسجدِ اسپین جس کی ہے گواہ
لَا اِلٰــــــــــــہَ اِلَّا کا شیدا وجود

احمدیت کا ستارا دے گیا
مُصلحِ موعود کا پالا وجود

طالبانِ علم کا تھا رہنما
مہربان و مشفق و اعلیٰ وجود

جنت الفردوس حق سے ہو عطا
ناشرِ قرآن تھا تیرا وجود

ارضِ ربوہ میں بظاہر دفن ہے
اعــلــیٰ عــلییّــن میں ہے اُس کا وجود

چادرِ رحمت میں جا کر سو گیا
سلسلے کا سائباں سایا وجود

خلافت رابعہ

شانِ خلافت

مکرم محمد شفیع اشرف صاحب

مقصود ہے کچھ تذکرۂ شانِ خلافت
اظہارِ خیالات ، بعُنوانِ خلافت

اللہ کی مرضی پہ ہے موقوف سراسر
امکانِ نبوت ہو کہ امکانِ خلافت

چُنتا ہے اُسی شخص کو وہ اپنا خلیفہ
کردار و عمل جس کا ہو شایانِ خلافت

انوارِ نبوّت سے وہی پاتے ہیں حصّہ
جن کو بھی میسّر ہؤا عرفانِ خلافت

ممکن نہیں خالی رہے اس شخص کا دامن
تھاما ہو کبھی جس نے بھی دامانِ خلافت

وابستہ ہیں برکات و فیوض اب تو اِسی سے
فیضانِ خداوندی ہیں فیضانِ خلافت

ہے دیں کے لئے سطوت و تمکین کا ذریعہ
سچ ہے کہ خدا خود ہے نگہبانِ خلافت

ہر خوف بدل جاتا ہے تسکین و اماں سے
اب مأمن و ملجا ہے تو ایوانِ خلافت

ہے دعویٔ ایمان کی تصدیق اسی سے
ایمان کی بُرہان ہے بُرہانِ خلافت

اعجاز ہے یہ حُسنِ نبوّت کا یقیناً
ہے تازہ و شاداب گلستانِ خلافت

تا حشر یہی سلسلہ ہے قائم و دائم
خوش بخت ہے جو رکھتا ہے ایمانِ خلافت

کافی ہے شرف واسطے میرے یہی اشرفؔ
اشعار میں ہُوں آج ثنا خوانِ خلافت

مکرم روشن دین تنویر صاحب

ملی ہے اسے زندگی جاودانی
پیا جس نے کأس الکرام خلافت
مسیح الزماں نے خبر صاف دی ہے
مقدر ہوا ہے دوامِ خلافت

تا ابد جاری رہے گا یہ خلافت کا نظام

مکرم سید ادریس احمد عاجز صاحب کرمانی

حضرتِ آدم کے قصّے میں سبق یہ ہے نہاں
جو خلافت سے ہوا سرکش وہ ناری بے گُماں
تابعِ حُکم خلافت ہوتے ہیں کَرُّوبیاں
حاصل ان کو بے گماں لُطفِ خداوندِ یگاں
آیت 'استخلاف' سے ہے یہ حقیقت آشکار
زمرۂ فساق میں ہوتا ہے منکر کا شمار
مرکزیت جس سے قائم ہے یہ وہ حبل المتیں
دردمندوں، بے کسوں کے واسطے حصنِ حصین
مُنتشر نُورِ نبوّت جس سے وہ ماہِ مبیں
ہے عروجِ قوم کی خاطر ضماندار وضُمیں
ہے خلافت نام و ناموسِ محمدؐ کی امیں
قادرِ مطلق خُدا ہر آن ہے اُس کا مُعیں
غیر ملکوں میں مساجد کا جو پھیلا جال ہے
دولتِ قرآن سے ہر شخص مالا مال ہے
نعرۂ تکبیر سے شیطاں ہُوا بدحال ہے
ہر مجاہد کے قدم سے زورِ شر پامال ہے

برکتیں یہ سب خلافت سے ہیں حاصل بے گُماں
ہے خلافت عزّوجاہِ ملّتِ اسلامیاں
حق تعالیٰ نے لگایا ہے خلافت کا نہال
کس کا بل بوتا ہے جو اس کو کرے گا پائمال
حافظ و ناصِر ہے اس کا وہ خُدائے ذُوالجلال
حیّ اور قیوم و باقی لایموت و لازوال
ہے یہی منشاءِ حق و ایزد و ربّ الانام
تا ابد جاری رہے گا یہ خلافت کا نظام
وسعتِ آفاق اس کی بُوئے خوش سے عنبریں
قلبِ ہر مومن میں ہے اس کی محبت جاگزیں
ہر عدو اس کا ہُوا شیطان کا ہے ہم قریں
ہے خلافت ظلِّ مہر و لُطفِ ربّ العالمیں
اے کہ جو انصار میں شامِل ہیں از فضلِ خُدا
لطفِ حق تعالیٰ سے تم خوش رہو ہر دم سدا
مثلِ پروانہ خلافت کی شمع پر ہو فِدا
تا رہے راضی خدائے کُن فکاں ربّ الوریٰ
ہوں گے روشن بحر و بر از نور شاہِ کن فکاںؐ
یہ زمیں ہو گی نئی ہو گا نیا اک آسماں

آ جاؤ کہ اب مجلسِ عرفان یہیں ہے!

مکرم ارشاد احمد شکیبؔ ایم،اے

اک حُسنِ جہاں تاب جو ربوہ میں مکیں ہے
طاہر اسے کہتے ہیں وہ رخشندہ جبیں ہے

بھر بھر کے پیو بادۂ عرفاں کے پیالے
آجاؤ کہ اب 'مجلسِ عرفان' یہیں ہے

لے آؤ انہیں جو بھی ہیں تشکیک گزیدہ
ربوہ کی زمیں مرکزِ انوارِ یقیں ہے

کب 'مجلسِ اقوام' میں ہے وحدتِ افکار
ہے وحدتِ افکار تو بس ایک یہیں ہے

یہ نظم ، یہ اُلفت ، یہ اخوّت ، یہ مساوات
دِکھلا دیں ہمیں آپ اگر اَور کہیں ہے

شاہانِ جہاں پائیں گے اب کپڑوں سے برکت
وہ وقت بھی آپہنچا ہے ، اب دُور نہیں ہے

پہنچو گے کنارے پہ اسی کشتیٔ نوح سے
اب جائے اماں اس کے سوا اور نہیں ہے

ہم پیار سے جیتیں گے زمانے کے دلوں کو
ہے دستِ دُعا ہاتھ میں تلوار نہیں ہے

جس ملک پہ طارق کی کبھی چمکی تھی شمشیر
طاہرؒ کے وہ اب پیار سے پھر زیرِ نگیں ہے

ہے اوج پہ توحید کا اب نیّرِ تاباں
تثلیث کو یوں سمجھو کہ اب زیرِ زمیں ہے

دل میں تو شکیبؔ اپنے فقط پیار کی مَے ہے
نفرت کا تو اس جام میں اک قطرہ نہیں ہے

مکرم سید ادریس احمد صاحب

وہی جو مونس و غم خوار ہے غربت کے ماروں کا
جسے سونپی ہے حق نے درد مندوں کی نگہبانی
یہ فرمایا کہ ابنائے سعادت سامنے آئیں
زمانے میں نمایاں کر دیں اپنا جوشِ ایمانی

سلام بحضور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ

مکرم آفتاب احمد بسمل صاحب

سلام اس پر جسے حق نے خلافت کی رِدا بخشی
مِلا جس کو بفضلِ ایزدی یہ رُتبہٗ عالی
سَلام اُس پر مِلی جس کو قیادت اِس جماعت کی
مسیحِ پاک نے خُود آپ تھی جِس کی بِنا ڈالی
سَلام اُس پر کہ جو ہے مَہبطِ اَنوارِ یزدانی
ہُوئی ہے جس سے چوتھی بار ظاہر قُدرتِ ثانی
سَلام اُس پر بنا جو جانشینِ حضرتِ ناصر
کلامُ اللہ کا جس سے شَرف پھر سے ہو گیا ظاہر
سَلام اُس پر جماعت کو مِلی جس سے شکیبائی
وہ جِس کے دَم قَدم سے دین نے پھر تمکنت پائی
سَلام اُس پر 'بیوُت الحمدٗ' کی جِس نے بِنا رکھی
غریبوں بے کسوں سے یُوں کیا اظہارِ ہمدردی
سَلام اُس پر جو حُسنِ سیرت وصُورت میں ہے یکتا
جنابِ مُصلحِ موعود و 'مریم' کا جِگر گوشہ

سَلام اُس پر وضاحت جس کی ہے تقریر کا خاصہ
بلاغت کا ہے اِک اعلیٰ نمونہ جس کا ہر جملہ
سَلام اُس پر جِسے قرآن سے ہے عشق لا ثانی
احادیثِ نبیؐ سے جِس کو اِک نسبت ہے روحانی
سَلام اُس پر خدا سے جِس کا اِک زندہ تعلّق ہے
وہ جِس کی خاکِ پا پر میرا ہر ذرّہ تصدّق ہے
سلام اُس میرے آقا پر کہ طاہرؒ نام ہے جس کا
محمد مصطفیٰؐ کے دیں کی خدمت کام ہے جِس کا

مکرم عبدالسلام اسلام صاحب

کئی اسرار پوشیدہ ہیں بطنِ علم و عرفان میں
پر ان کو کھلونے والا تو ہی اک رازداں بھی تھا

حشر تک ہم میں خلافت رہے قائم یارب

مکرم میر مبشر احمد طاہر صاحب

آنے والے کا بلندی پہ ہے تارا یارب
جانے والا بھی بہت ہم کو تھا پیارا یارب

دیکھ لی ہم نے تری اُلفت و شفقت یارب
مِل گیا وقت پہ ہی تیرا سہارا یارب

طاہر احمد کو بنایا ہے خلیفہ تُو نے
خوب ہے دوسری قدرت کا نظارہ یارب

بڑھتے جائیں گے ترے فضل وکرم سے لاریب
بہتا جائے گا یونہی وقت کا دھارا یارب

جب کبھی آیا کڑا وقت یا کوئی مشکل
تیرے بندوں نے ہے تجھ کو ہی پکارا یارب

حسن و احساں میں نہ تھا جس کا نظیرِ ثانی
مِل گیا اس کا ہی اِک راج دُلارا یارب

ہم کریں اس کی مدد اپنی دعاؤں سے مُدام
اس کو ملتا رہے ہر آن سہارا یارب

ناصرِ دینِ محمدؐ کی دُعا لیتے تھے
طاہر احمد کا بنا دے ہمیں پیارا یارب
اس کی تربت پہ ترے فضل کا سایہ ہو مُدام
ناصرِ دیں کہ ترے پاس سدھارا یارب
تیرا طاہر تری رحمت کا طلبگار ہے آج
اپنی بخشش کا کوئی ادنیٰ اشارہ یارب
حشر تک ہم میں خلافت رہے قائم یارب
فضل ہم پہ ترا یونہی رہے دائم یارب

محترمہ امۃ القدیر ارشاد صاحبہ

دل سے نکلے ہوئے پُر درد الوہی نغمے
دردِ پنہاں میں تیرا حسن بیاں ہوتا ہے
ایسے انساں کہیں صدیوں میں عطا ہوتے ہیں
جن کے ہونے سے بہاروں کا سما ہوتا ہے

خلافتِ راشدہ کے تا قیامت بقا کی بشارت

مکرم محمد صدیق صاحب امرتسری

یہ سورۂ نور میں وعدہ ہے سب ایمان والوں سے
خُدا والوں، رسولِ پاکؐ اور قرآن والوں سے
عمل جن کے بھی صالح ہوں گے وہ انعام پائیں گے
خُدائے دو جہاں سے دولتِ الہام پائیں گے

عطا ہو گی اُنہیں ہر دَور میں نعمت خلافت کی
بڑھے گی جس سے عزّو شاں محمدؐ کی رسالت کی
خلافت اُن سے پہلی اُمتوّں میں جیسے رائج تھی
اسی نہج پہ ہو گی اُمّتِ احمدؐ میں بھی جاری

وہ اُمّت کے لئے یکسر حصارِ عافیت ہو گی
اسی سے سب کی وابستہ صلاح و مشورت ہو گی
خُدا کو اپنے بندوں کے لئے جو دیں پسند آیا
جِسے اُس نے شہِ ابرار پر نازل ہے فرمایا

خلافت کے ذریعہ اس کو ہو گی تمکنت حاصِل
جہاں میں عزّ و استحکام و قدر و منزلت حاصل
خلیفہ منتخب جب بھی نیا ہو گا مشیّت سے
بدل جائیں گے سب خوف وخطر اَمن وسکینت سے

عبادت ہو سکے تا حق کی اطمینان سے ہَر دم
شریک اس کا کبھی ہر گز نہ ٹھہرائیں کسی کو ہم

گراں کردار ہے مشرک کا اتنا حق تعالیٰ پر
زمین و آسماں بھی کانپ اُٹھتے ہیں اُسے سُن کر

وفا ہوتا رہا ہے اب تلک وعدہ یہ صَدیوں سے
سُنہری دور اُمّت پر کئی آئے خلافت کے

بحمد اللہ ملی ہے پھر یہ نعمت اہلِ ایماں کو
مسیحؑ وقت کے اِس دَور کے اصحابِ ذیشاں کو

اِک ارشادِ وعیدی بھی ہے اس وعدہ کے آخر میں
یہ لازم ہے کہ مومن اس کو بھی پیشِ نظر رکھیں

جو بَیعت سے کسی راشد خلیفہ کی گُریزاں ہے
جماعت کی نظامت سے الگ رہنے پہ نازاں ہے

سمجھتا ہے جماعت کی ضرورت ہی نہیں اُس کو
خلافت کی قیادت کی ضرورت ہی نہیں اُس کو

وہ ہر اِک اجتماعی کام سے محروم رہتا ہے
مہمِ خدمتِ اسلام سے محروم رہتا ہے

جو سچ پُوچھو تو وہ شیرازۂ اُمّت کا دُشمن ہے
نظامِ مرکزی کی حکمت وعظمت کا دُشمن ہے

رضائے خاصِ ربّ العالمیں وہ پا نہیں سکتا
وہ اس کے سایۂ رحمت کے نیچے آ نہیں سکتا

غرض اس کی مثال اُس بھیڑ کی مانند ہوتی ہے
جو ظالم گُرگ کے ہاتھ آ کے اپنا آپ کھوتی ہے

الٰہی رکھ ہمیں وابستۂ اِسلامی خلافت سے
نہ اِک لمحہ بھی گُزرے عُمر کا باہر جماعت سے

مکرم عبدالکریم قدسی صاحب

پاس تھا ہر معترض کے واسطے شافی جواب
وہ مفکّر ، وہ مدّبر ، وہ مقرر دلنشین
زندگی کی پائی پائی دین حق پر وار دی
آخری دم تک رہا وہ خادم دین متین

خلافت کی اطاعت میں ہی پنہاں کامرانی ہے!

مکرم سید ادریس احمد عاجز صاحب کرمانی

خلافت کا ہے مقصد کیا؟ نہ دارائی نہ سلطانی
ہے کرتی خدمتِ اسلام و ملّت کی نگہبانی
نبوّت کی ضیا کو ہے بڑھاتی بزمِ امکاں میں
نبوّت قدرتِ اوّل خلافت قدرتِ ثانی
اِسی سے قائم و دائم ہے شوکت دینِ برحق کی
اسی سے خرم و شاداب ہے کِشتِ مُسلمانی
امیں ہے یہ رسول اللہ کے ناموسِ عظمت کی
بہ فخر و ناز کرتی ہے درِ نبوی کی دربانی
یہ ضامن ہے نفاذِ، شرع و احکامِ الٰہی کی
بہ تائید خدا کرتی ہے یہ اُمّت کی چوپانی
یہ پھیلاتی جہاں میں روشنی قرآن کی ہر سُو
خدا سے سیکھ کر شرح و بیانِ رمزِ فُرقانی
ہے وہ حبل المتیں کہ جس سے قائم وحدتِ ملّت
بفضل حق کرے یہ دُور اُمت کی پریشانی
حصولِ سلطنت کی یہ نہیں رکھتی کبھی خواہش
ہیں اس سے سیکھتے اہل خرد طرزِ جہانبانی

بیانِ آدم و ابلیس میں یہ راز پنہاں ہے
خلافت کے مزاحم ہوتی ہیں افواجِ شیطانی
وہی ہستیٔ نادیدہ خدائے قادر و غالب
جو صحرا کو کرے گلشن ، بہادے سنگ سے پانی
زباں کی مثل وہ رہتی تو ہے بتیس دانوں میں
مگر رہتی ہے وہ قادر خُدا کی زیرِ نگرانی
خلافت کی اطاعت میں ہی پنہاں کامرانی ہے
شہادت دیتی ہیں اس بات کی آیاتِ قرآنی
ہیں بے حد اور بے اندازہ برکات و فیوض اس کے
مطیعانِ خلافت پاتے ہیں انعامِ ربّانی
خلافت سے جو ٹکر لے وہ اپنا سر ہی پھوڑے گا
تعجب ہے سمجھ رکھتے ہوئے ایسی بھی نادانی
جلا دیتی ہے ساری کھیتیاں اربابِ باطل کی
عدوّانِ محمدؐ کے لئے ہے برقِ ربّانی
قلم کرتی شیاطیں کے سروں کو یہ بیک جنبش
حقیقت میں خلافت ہے وہ تیغِ تیزِ یزدانی
رہے گی تا قیامت یہ فروزاں بزمِ عالم میں
خدائے لَم یزل اس کا محافظ جو ہے لاثانی

مسیحائے زماںؑ کے آج جو چوتھے خلیفہ ہیں
غلامِ حضرتِ خیرالرسلؐ محبوبِ سبحانی
مثیلِ فاتحِ خیبر ، رموزِ حرب سے واقف
ہیں غازی اور مجاہد شہسوارِ راہِ عرفانی
الٰہی نور کے پرتو سے تاباں ہے رُخِ روشن
فروغِ جلوہ سے ہے بند چشمِ ماہِ کنعانی
حیاتِ تازہ اس سے ملتی ہے اجسامِ مُردہ کو
وہ فرحت بخش ہونٹوں کی تبسم ہائے پنہانی
ہیں پنہاں اس کے دونوں بازوؤں میں قدرتِ باری
شجاعت اور جرأت میں نہیں ان کا کوئی ثانی
ہے تیغِ ذوالفقارِ حیدری اب ان کے ہاتھوں میں
دلاور اور جری ہے مردِ میداں شیرِ ربّانی
وہ ہیبت اور وہ جبروت، رعب و داب کا عالم
ہوئے مفرور سُن کر نام ہی غزلِ بیابانی
پڑی گرزِ گراں کی ضربِ کاری کاسۂ سر پر
کہ جس کی کوفت سے ہیں چیختے افواجِ شیطانی
اب انکے ہاتھ سے اقوامِ عالم پائیں گی برکت
فرنگی ، ہندی و روسی و اسکیمو و جاپانی

یہی ہیں وارثِ علمِ قرآن و حکمتِ نبوی
خجل ہوتے ہیں ان سے جن کو دعوائے ہمہ دانی
زمانے کا کوئی سقراط و افلاطوں ، ارسطو ہو
زباں کھولے تو ملتی ہے اسے یکسر پشیمانی
بڑھے جب حد سے تو آجاتی ہے دُنیا میں بربادی
نشاطِ عقل کی سرمستیوں کی فتنہ سامانی
زمانہ دے رہا ہے ہم کو یہ آواز اے ہمدم
کہ تیزی سے قدم آگے بڑھے وہ راہِ عرفانی
اُدھر کوتاہئ ذوقِ عمل وجہِ تباہی ہے
ادھر رفعت کا باعث عزم اور ہمت کی جولانی
کرو رفتار اپنی تیز تر دیں کی مساعی میں
عمل پر زور دیتی ہے خلافت کی حدی خوانی
بفضل ایزدی وہ دن قریب آتے ہیں اے ہمدم
کہ ہو گی داخلِ اسلام ساری نسلِ انسانی
نہ چھوٹے ہاتھ سے اے دوستو دامن خلافت کا
خلافت ہی سے ہوتی ہے حصولِ لطفِ یزدانی
یہ فیضِ خاص ہے عاجز برُوزِ شاہِ مرداں کا
مچائی دھوم دنیا میں تری طرزِ غزلخوانی

خلافت

مکرم مبارک احمد ظفؔر صاحب

عطاءِ خاص سے ہم کو ملی نعمت خلافت کی
سعادت ہے ہمیں حاصل خدا کی اس عنایت کی

سنی ہے ہم نے خوشخبری خدا کے برگزیدہ سے
ضمانت دی خدا نے آسماں سے خود حفاظت کی

اب اس کے دور میں باطل شکستِ فاش کھائے گا
نوشتوں میں شہادت بھی لکھی ہے اس قیادت کی

پہنچ سکتا نہیں اب کوئی نقصاں حزبِ شیطاں سے
خدا نے ہی بناء رکھی ہوئی ہے اس عمارت کی

خطا جائے گا ہر اک وار اس کے ہر مخالف کا
ہمیشہ مونہہ کی کھائے گا کسی نے گر شرارت کی

ذلیل و خوار ہو جائے گا وہ دونوں جہانوں میں
الٰہی سلسلہ کے ساتھ جس نے بھی بغاوت کی

خدا کے ہاں وہی سب وارثِ انعام ٹھہریں گے
جنہوں نے بھی دل وجاں سے خلافت کی اطاعت کی

ظفؔر تُو اک غلامِ احمدِ مختار ہی بن کر!
امانت کی حفاظت کر، اطاعت کر امامت کی

تری درگہ میں اے مولیٰ مری اک التجا یہ ہے
دمِ آخر مجھے توفیق دینا استقامت کی

نوٹ: 1983 کی مجلس مشاورت پاکستان کے اختتامی خطاب میں حضورؒ نے جماعت کو خلافت کی حفاظت کی خوشخبری سنائی تھی، یہ نظم اُس موقع پر کہی گئی۔

مکرم محمد افتخار احمد نسیم صاحب

دین حق کی سر بلندی تیرا مقصودِ حیات
تو نے سوچا ہی نہیں اپنا کبھی سود و زیاں
نافلۂ مہدئ موعود اس کا جانشیں
تا دمِ آخر رہا دین خدا کا پاسباں

میرا امام

مکرم نسیم سیفی صاحب

مُجھ سے پوچھو ہے میرا کون امام
کس نے مُجھ کو دیا ہے درسِ دوام
یوں صبا نے بکھیر دی ہے مہک
جیسے خوشبو نے خود کیا ہو خرام
کونے کونے میں بات پہنچا دی
اس میں آتے ہیں کیسے کیسے نام
قدرتِ ثانیہ کا ہر مظہر
ساری دُنیا کی زندگی کا پیام
دین و دنیا کا ہے تعلق کیا
اب نہیں اس میں کوئی بھی ابہام
فوج در فوج لوگ آتے ہیں
کیوں نہ آئیں یہ سب ہیں تشنہ کام
ہاتھ اٹھانا تو ظُلم کی ہے رِیت
رِیت لیکن رہی ہے یہ ناکام

تھی تو ہلکی سی اِک صدا لیکن
مل گیا اس کو ایسا استحکام
ایک سو بیس ملک ہیں ایسے
جن میں سُنتے ہیں اس کو خاص و عام
زندگی بخش ہے نسیم یہ بات
اس سے بڑھ کر ہو اور کیا انعام

مکرمہ امۃ الرشید بدر صاحبہ

تو ٹھنڈی گھنی چھاؤں سے لبریز شخص تھا
سائے میں ترے دھوپ کا نہ لو کا اثر تھا
ہر رنگ تیرا رنگ تھا ، ہر حسن تیرا حسن
تو نازشِ گُل ، تو نازشِ صد شمس و قمر تھا
تو ابر تھا جو برسا سدا خشکی تری پر
خالی تیرے اس فیض سے نہ بحر تھا نہ بر تھا

آسماں کی ہے زباں یارِ طرحدار کے پاس!

مکرم عبید اللہ علیم صاحب

نوروں نہلائے ہوئے، قامتِ گلزار کے پاس!
اِک عجب چھاؤں میں، ہم بیٹھے رہے یار کے پاس!

اس کی ایک ایک نگہ دل پر پڑی ایسی کہ بس!
عرض کرنے کو نہ تھا کچھ لبِ اظہار کے پاس!

یوں ہم آغوش ہوا مجھ سے کہ سب ٹوٹ گئے
جتنے بھی بت تھے، صنم خانۂ پندار کے پاس!

تم بھی اے کاش کبھی دیکھتے سنتے اس کو
آسماں کی ہے زباں، یارِ طرحدار کے پاس!

یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے
چل کے خود آئے مسیحا، کسی بیمار کے پاس!

یونہی دیدار سے بھرتا رہے یہ کاسۂ دل
یونہی لاتا رہے مولا، ہمیں سرکار کے پاس!

پھر اسے سایۂ دیوار نے اُٹھنے نہ دیا
آ کے اِک بار جو بیٹھا، تری دیوار کے پاس!

تجھ میں اک ایسی کشش ہے کہ بقولِ غالب
’خود بخود پہنچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس‘!
تیرا سایہ رہے سر پر تو کسی حشر کی دھوپ
سرد پڑ جائے جو آئے بھی گنہ گار کے پاس!

مکرمہ رضیہ درد عاطف صاحبہ

ابر باراں کی طرح برسا وہ کوہ و کاہ پر
اُس کی شفقت اور عنایت تھی گدا و شاہ پر
پاسباں تھا دینِ حق کا، وہ محبت کا امیں
عہد جو باندھا تھا اُس نے قول سے ہارا نہیں
زندگی عشقِ خدا عشقِ محمدؐ میں کٹی
خدمتِ قرآن بھی اُس کو بہت محبوب تھی

انتخابِ خلافت

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

بیٹھے تھے ہم بھی عرش کی جانب نگہ کیئے
نالوں سے غم نوازیٔ شام و پگاہ کیئے

تمکینِ دیں ہوئی ، ہمیں تسکینِ دل ملی
آنسو جو اپنی آنکھ سے ٹپکے گواہ کیئے

وہ شہریارِ ، شہرِوفا جب بھی آگیا
اہلِ وفا نے دیدہ و دل فرشِ راہ کیئے

دو بول اُس کے تھے جو دلوں میں اُتر گئے
بیکار آپ نے کئی دفتر سیہ کیئے

چلتے ہیں کِس کی شہہ پہ ہر اِک شے سے بے نیاز
ناہیدؔ سے فقیر بھی یوں کج کُلاہ کیئے

برکاتِ خلافت

مکرم سعید احمد صاحب

وابستہ خلافت سے نیا عزم نیا ذوق
وابستہ خلافت سے نیا جوشِ مہمات
وابستہ خلافت سے نیا معرکۂ حق
وابستہ خلافت سے مسلماں کی فتوحات
وابستہ خلافت سے نیا جذبۂ تعمیر
وابستہ خلافت سے نئے ارض و سماوات
وابستہ خلافت سے ہیں مومن کے شب و روز
وابستہ خلافت سے ہیں مومن کے مقامات
وابستہ خلافت سے ہے اسلام کی شوکت
اک زندہ حقیقت ہے یہی زیرِ سماوات
مشرق میں ہوئے صبح کے آثار ہویدا
ملتے ہوئے آنکھوں کو اُٹھے خاک کے ذرّات
مغرب سے اُبھرنے لگا اسلام کا سورج
روشن ہوئے اس نور سے افریقہ کے ظلمات

اب نور نہیں کوئی بجز نورِ محمدؐ
اُٹھنے لگے دنیا کی نگاہوں سے حجابات

سلطانی و درویشی و غمخواری و جبروت
وابستہ خلافت سے مسلماں کے کمالات

تسکین ترے دل کی ترے درد کا درماں
سقراط کے مضموں نہ فلاطو ں کے مقالات

وابستہ خلافت سے تری روح کی راحت
وابستہ خلافت سے ترے دل کی مرادات

جو لفظ نکلتا ہے خلیفہ کی زباں سے
اُس لفظ میں پوشیدہ ہیں اللہ کی آیات

تنظیمِ خلافت سے ہے محکم تیری ہستی
مربوط خلافت سے تری عمر کے لمحات

انوارِ نبوت کا خلافت سے تسلسل
آئینہ بہ آئینہ و مرأت بہ مرأت

اے دوست ترے دل میں غمِ عشق نہیں ہے
کیونکر تجھے سمجھاؤں خلافت کے مقامات

خلافت ہے سراسر مہبطِ الطافِ ربّانی

مکرم میر اللہ بخش تسنیم صاحب

خلافت نے کیا کونین کا مقصود آدم کو
خلافت نے فرشتوں کا کیا مسجود آدم کو
خدا کا ہاتھ ہوتا ہے خلافت کے ارادوں میں
مرادیں حق کی شامل ہیں خلافت کی مرادوں میں
خلافت شہپرِ پروازِ آدم کی توانائی
یدِ بیضا خلافت ہے ، خلافت ہے مسیحائی
خلافت ناتوانوں کی توانائی کا سرمایہ
خلافت سے غریبوں پر خدا کے فضل کا سایہ
خلافت سے میسر دین کو تمکین ہوتی ہے
خلافت میں سراسر قوتِ تکوین ہوتی ہے
خلافت مرکزِ پُرکارِ جوشِ کامرانی ہے
خلافت کیا ہے ، اکسیرِ حیاتِ جاودانی ہے
خلافت ہے دلیل ایمان کی اور نیکو کاری کی
خلافت ہے دلیل اُمّت پہ لطف وفضلِ باری کی
خلافت میں نہاں رازِ دوامِ شاد کامی ہے
فدا ہے حریّت جس پر خلافت کی غلامی ہے

خلافت سے عبادت زندگی کا نور پاتی ہے
نشاطِ جانفروزِ جلوہ ہائے طور پاتی ہے
خلافت عصمتِ صغریٰ عطا کرتی ہے ملّت کو
ہلاکت سے مصیبت سے بچا لیتی ہے اُمّت کو
خلافت کے وسیلے سے جہاں زیرِ نگیں کر لو
جہاں کا ذکر کیا کون و مکاں زیرِ نگیں کر لو
خلافت ہی بَالفاظِ دگر ہے قدرتِ ثانی
جہاں کی بزم میں آئینہ دارِ شانِ رحمانی
ہیں پھل نخلِ خلافت کے، جہانگیری، جہانبانی
خلافت ہے سراسر مہبطِ الطافِ ربّانی
خلافت سے اشاعت حق کی دُنیا کے کناروں تک
صداقت پھیلتی ہے ریگ زاروں کہساروں تک
خلافت مذہبِ اسلام میں موعود ربّانی
بغیر اس کے پنپ سکتی نہیں شاخِ مسلمانی
خلافت شاہبازوں سے ممولوں کو لڑاتی ہے
یہی آئینِ فطرت ہے خلافت غالب آتی ہے
خلافت سے شعورِ قوم کو تابندگی حاصل
اِسی کے فیض سے تنظیم کو ہے زندگی حاصل

خلافت ضامنِ امنِ حقیقی، خوف سے خالی
اسی سے وحدتِ باری کی پاتی ہے نمو ڈالی
خلافت سے خزف ریزے بہا پاتے ہیں گوہر کی
چمک ذرّوں میں ہوتی ہے نمایاں مہرِ انور کی
حصارِ عافیت ہے خیر و خوبی کا خزانہ ہے
خلافت سے جُدا ہونا شعارِ فاسقانہ ہے

محترمہ سیّدہ منیرہ ظہور صاحبہ

طاہر تُو ایک جہدِ مسلسل کا نام ہے
طاہر تُو ایک جذبۂ کامل کا نام ہے
پارس ہے جس کے ہاتھ سے پتھر ہو کیمیا
طاہر تُو ایسے جوہرِ قابل کا نام ہے

خلافت احمدیہ

مکرم آصف محمود باسط صاحب

پیاری احمدیت کی خلافت
زمانے کے لئے رشد و ہدایت

مسیحا نہ رہا جب اس جہاں میں
خدا نے نورِ دیں کو دی نیابت

غمِ ہجرِ مسیحا کی دوا تھا
خدایا اس پہ تیری لاکھ رحمت

لیا جو نورِ دیں ، محمود بخشا
سراپا نورِ حق ، عجز و شرافت

خدا نے جب اسے اُوپر بُلایا
گیا وہ دے کے ہم کو زخمِ فرقت

ہمیں ناصر ملا مرہم کی صورت
نہ یہ بھی کم تھی کچھ اللہ کی رحمت

جو آیا ناصرِؒ دیں کو بلاوا
تو لایا ساتھ اللہ کی عنایت

ہمارا راہبر طاہرؒ بنایا
کہا ہم سے کرو اس کی اطاعت

مسیحا چاند تھا یہ چار تارے
خدایا ان پہ تیری لاکھ رحمت

برکاتِ خلافت

مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب، اوسلو ناروے

اک نعمتِ عظمیٰ ہے یہ انعامِ خلافت
خوش بخت ہیں وہ لوگ ملے جن کو یہ نعمت

ماضی میں جو اسلام کو حاصِل ہوئی شوکت
وہ عظمت و سطوت تھی خلافت کی بدولت

جب بھُول گئے نعمتِ عظمیٰ کو مسلماں
جاتی رہی پھر ہاتھ سے قوموں کی سیادت

گرنے لگے اِدبار کے شعلوں میں مُسلماں
ہر قدم پہ پھر ملنے لگی اُن کو ذلالت

صد شکر کہ پھر مہدیٔ دوراں کی بدولت
مولیٰ نے ہمیں کی ہے عطا پھر سے خلافت

چلنے لگی توحید کی پھر ٹھنڈی ہوائیں
پیدا ہوئی ہر قوم میں توحید کی اُلفت

ہر مُلک ہوا نُورِ خلافت سے مُنوّر
تثلیث کے ایوانوں کی ہلنے لگی چوکھٹ

اب حضرتِ طاہر جو خلیفہ ہیں ہمارے
ہر لمحہ ہمیں اُن کی میسّر ہے قیادت

عاشق ہیں وہ مولیٰ کے محمدؐ پہ فدا ہیں
قرآں کے معارف کی وہ پھیلاتے ہیں برکت

سایہ رہے مومن پہ خلافت کا ہمیشہ
دنیا میں سدا جلتی رہے شمعِ خلافت

مکرم منصور احمد صاحب بی۔ٹی

چمکا وہ آسمانِ خلافت پہ اس طرح
دنیائے بحر و بر پہ وہ احسان کر گیا
رازِ نہاں وہ اپنی بصیرت سے کھول کر
عالم کو دیکھو صاحبِ عرفان کر گیا
عاشق رسول کا تھا وہ خادم مسیح کا
ہر لمحہ اپنی زیست کا قربان کر گیا

خلافت سے عقیدت

مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ

شجر سے جو رہے وابستہ وہ پھلدار ہو جائے
جو کٹ کر گر گیا بے دست و پا بیکار ہو جائے!

خلافت سے عقیدت کی جو رسم و راہ رکھتا ہے
نہیں ممکن وہ خالی ہاتھ یا نادار ہو جائے!

محبت میں خدا کی پھر وہ آگے بڑھتا رہتا ہے
ہو ننگے پاؤں اور پیوست نوکِ خار ہو جائے!

اسے اندیشۂ سود و زیاں باقی نہیں رہتا
کوئی گردن کٹا دے، یا کوئی سنگسار ہو جائے!

خزائن علمِ روحانی کے اس کو بخشے جاتے ہیں
وہ تابندہ، درخشندہ ، بلند افکار ہو جائے!

نہیں تنہا، خلافت کا جو دامن تھامے رہتا ہے
یقیں رکھو خدا خود اس کا یارِ غار ہو جائے!

نہیں کچھ دخل اس میں زورِ بازو یا اِرادت کا
سعادت حق سے پا کر دل فدائے یار ہو جائے!

خلافت کی محبت نے دلوں کو یوں جلا بخشی
کہ صیقل خود بخود جیسے کوئی تلوار ہو جائے!

سنبھل کر، مسکرا کر، راہِ حق میں رکھ قدم اے دل
سنبھل یوں جیسے دیوانہ کوئی ہوشیار ہو جائے!

بہر جانب مجھے تو دعوتِ حق آج دینا ہے
نہیں پرواہ مری ہستی ذلیل و خوار ہو جائے!

سنبھل اے دل دعائیں کر ابھی کچھ دور ہے منزل
یہ ہو سکتا ہے کوئی ناگہانی وار ہو جائے!

الٰہی مجھ کو وابستہ شجر سے حشر تک رکھنا
شجر پھولے پھلے اور خوب سایہ دار ہو جائے!

مرے دامن میں ڈھیروں پھول برکاتِ خلافت کے
یہ وہ دامن نہیں الجھے، الجھ کر تار ہو جائے!

کوئی سجدوں میں گر کر رو رہا ہے گڑگڑاتا ہے
خدایا آدمی کو آدمی سے پیار ہو جائے!

بہت طوفان ہے، یہ کشتیٔ نوح کا کھویّا ہے
خدایا احمدیت کا سفینہ پار ہو جائے!

بچایا جائے گا وہ جو بھی اس کشتی میں آئے گا
جسے ہمراہ چلنا ہو، ابھی تیار ہو جائے!

جو ہم کو آزماتے، طنز کے نشتر چبھوتے ہیں
ہماری خامشی ان کے لئے گفتار ہو جائے!

بہارِ احمدیت کو خزاں سے دور رکھ یارب
الٰہی صحنِ احمد پھر گل و گلزار ہو جائے!

جو پتھر مارنے آئے تھے اب ہمراہ چلتے ہیں
تعجب! اتنی الجھی راہ یوں ہموار ہو جائے!

ترا حسنِ تکلم دیکھ کر دل سے دعا نکلی
ہر اک خادم خدایا تجھ سا خوش گفتار ہو جائے!

نچھاور تجھ پہ اے آقا عقیدت کے یہ چند آنسو
خوشا اے دل خلوص و جذب کا اظہار ہو جائے!

★ ★ ★ ★ ★

مکرم عبید اللہ علیم صاحب

بس ایک لو میں اسی لو کے گرد گھومتے ہیں
جلا رکھا ہے جو اس نے دیا ہمارے لئے
وہ نور نور دمکتا ہوا سا اک چہرہ
وہ آئینوں میں حیا ہی حیا ہمارے لئے

ایک پودا تناور شجر بن گیا

مکرم جمیل الرحمٰن صاحب، ھالینڈ

آندھی اٹھتی رہی، برق گرتی رہی، جہل کی گود میں فتنے پلتے رہے
ایک پودا تناور شجر بن گیا، بے بسی سے عدُو ہاتھ ملتے رہے

تنگ ہم پہ اگر چہ ہوئی یہ زمیں ایک سے اَن گنت ہم ہوئے کہ نہیں
تم خدا لگتی کہنا ہماری نہیں ہم تو دیوانے تھے دھن میں چلتے رہے

اس سے پہلے کہ ہوجائیں آنکھیں لہو سجدہ گہہ سے صدا آئی لَا تَقْنَطُوْا
خیمہ زن تیرگی ہے وہی کو بکو کوکھ سے جس کی سورج نکلتے رہے

وقت کے رنگ پھر کیا سے کیا ہو گئے سارے نمرود و فرعوں ہوا ہو گئے
سطوتِ کج کلاہی ملی خاک میں اور دیئے ہم فقیروں کے جلتے رہے

نصرتِ حق سے منزل پہ ہیں دیدہ ور، سہل ورنہ نہ تھا اک صدی کا سفر
ان گنت قافلے گرد میں کھو گئے ان گنت راستے ہی بدلتے رہے

حسنِ یکجہتی، صبر و وفا، ارتقاء، سب نظامِ خلافت سے ممکن ہوا
منکرینِ خلافت سے پوچھو ذرا کیسے شمس و قمر اُن پہ ڈھلتے رہے

ہم خداوند! کے، وہ ہمارا ہوا، جو دیا جھولیاں بھر کے اس نے دیا
حمد واجب ہے اس کی جمیلؔ اور کیا قلب و جاں جس کی خاطر پگھلتے رہے

خلافت

مکرم میر اللہ بخش صاحب تسنیم، تلونڈی راہوالی

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے
یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے
اسی سے ہر اِک مشکل آسان ہے
گریزاں ہے اس سے جو نادان ہے
ہیں دانا تو سو جاں سے اس پر نثار

رہیں گے خلافت سے وابستہ ہم!
جماعت کا قائم ہے اس سے بھرم!
نہ ہو گا کبھی اپنا اَخلاص کم!
بڑھے گا اسی سے ہمارا قدم!
خلافت ہے اک عافیت کا حصار

خلافت سے زیرِ نگیں ہو جہاں
خلافت سے ملت ہمیشہ جواں
خلافت سے اسلام ہے کامراں
خلافت کا اونچا ہے ہر دم نشاں
خلافت کی ہیں برکتیں بے شمار

خلافت کا جب تک رہے گا قیام
نہ کمزور ہو گا ہمارا نظام
خلافت کا جس کو نہیں احترام
زمانے میں ہو گا نہ وہ شاد کام
خلافت سے ہی ہوں گے ہم کامگار

خلافت سے لطفِ خدا ہمعناں
خلافت تو ہے احمدیت کی جاں
تمنّائیں اس سے ہیں اپنی جواں
ہے آسان اس سے ہر اک امتحاں
اسی سے جماعت ہے دائم بہار

خلافت سے زندہ دلوں میں خدا
خلافت غریبوں کا ہے آسرا
نہ کیوں جان و دل سے ہو اس پر فدا
اسی کے ہے دم سے ہماری بقا
خلافت کا حامی ہے پروردگار

خلافت سے اپنی ہے سب آبرو
ہے دھاک اپنی بیٹھی ہوئی چار سو
بغیر اس کے باقی رہوں میں نہ تو
خلافت سے ہے گرم اپنا لہو
اسی سے ہیں تسنیمؔ ہم ہوشیار

یاد تیری ہمدم شام و سحر ہے آج بھی

مکرم جنرل ڈاکٹر محمود الحسن صاحب

یہ نظم 'صنعتِ توشیح' میں ہے جس کے ہر شعر کے مصرع اولیٰ کا حرفِ
اوّل لینے سے ممدوح کا نام یعنی 'مرزا طاہر احمد' برآمد ہوتا ہے۔

م منبعِ علم و عمل اور پیکرِ صدق و صفا
ذات پر تیری رہا ہر آن فیضانِ خدا

ر روشنی علم و عمل کی تیرگی میں ، تجھ سے تھی
عزم و استقلال کا پیکر تھی تیری زندگی

ز زندگی جُہدِ مسلسل سے عبارت تھی تری
معترف خُلق و مروّت کے ہیں تیرے غیر بھی

ا آدمی کو آدمیت آشنا تو نے کیا
آشتی کا آندھیوں میں کر دیا روشن دیا

ط طاہر و محمود تیری ہر ادا ہر بات تھی
مرجعِ خلقِ خدائے پاک تیری ذات تھی

ا آشنا رمزِ حقیقت سے کیا تو نے ہمیں
گامزن راہِ وفا پر کر دیا تو نے ہمیں

ہ ہو گئی اندھیر دُنیا تُو جدا جس دم ہوا
اشکبار آنکھیں ہوئیں اور دل ہمارا بُجھ گیا

ر رو رہے ہیں تیرے شیدائی جدائی میں تری
سچ تو یہ ہے ہو گئی بے کیف اپنی زندگی

ا آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ح حسنِ عالم تاب تیرا جلوہ گر ہے آج بھی
یاد تیری ہمدمِ شام و سحر ہے آج بھی

م میرے طاؔہر ! کُفر سے تو بر سرِ پیکار تھا
تیرا دم اعدائے ملّت کے لئے تلوار تھا

د دردِ دل سے اب ترے محمودؔ کی ہے یہ دُعا
تیرے مرقد پر کرے نازل خدا رحمت سدا

یہ تم نے کیا کِیا جاناں ! یہ تم نہ کیا کِیا جاناں !

صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

یہ تم نے کیا کِیا جاناں! یہ تم نے کیا کِیا جاناں!

ابھی تو لوٹ کر آنے کا وعدہ بھی نبھانا تھا

ابھی تو شہر کی گلیوں میں بھی پھِرنا پھِرانا تھا

ابھی تو اپنی بستی کے گلی کوچے سجانا تھا

ابھی تو ہجر کے ماروں کو بھی ڈھارس بندھانا تھا

ابھی تو شعر کہنے تھے ابھی تو گنگنانا تھا

ابھی تو آنسوؤں کے ساتھ ہم نے مسکرانا تھا

ابھی تو مل کے ہم نے پیار کے نغمات گانے تھے

ابھی تو دل کے سارے داغ بھی تم کو دکھانے تھے

جو مثلِ ریگ ہاتھوں سے ہیں نکلے کیا زمانے تھے

یہ تم نہ کیا کِیا جا ناں! یہ تم نے کیا کِیا جاناں!

ابھی تو روبرو ہم نے ملاقاتیں بھی کرنی تھیں
ابھی تو تم سے دل کی کتنی ہی باتیں بھی کرنی تھیں
ابھی تو ناز اٹھوانے، مداراتیں بھی کرنی تھیں
ابھی اہلِ وفا نے نذر سوغاتیں بھی کرنی تھیں
ابھی تو میری جاں ہم کو دعاؤں کی ضرورت تھی
ابھی تو دان تم نے ہم کو خیراتیں بھی کرنی تھیں
ابھی تو تشنگی دل کی مرے بجھنے نہ پائی تھی
ابھی تو پیار کی کچھ اور برساتیں بھی کرنی تھیں
تھے اس بستی کے باسی منتظر کہ چاند نکلے گا
منور نور سے ہم نے سیاہ راتیں بھی کرنی تھیں
ابھی تو چاندنی کو میرے آنگن میں اُترنا تھا
یہ تم نے کیا کِیا جاناں! یہ تم نے کیا کِیا جاناں!
یہ میری اور تمہاری پیاری بستی ، زندہ دل بستی
کہ جس کے تم بھی شیدائی تھے جس کی میں بھی شیدا ہوں
اچانک ہی خبر ایسی سنی کہ ایسے لگتا ہے
کہ جیسے کوئی سایہ ہو گیا ہو یا کوئی جادو

اثر سے جس کے

ہر ذی روح پتھر بن کے رہ جائے

اگر تم دیکھ لیتے حال اس دم اپنی بستی کا

تو کتنے دل گرفتہ کس قدر دلگیر ہو جاتے

مرے آنسو تمہارے پاؤں کی زنجیر ہو جاتے

اے کاش! ایسا ہی ہو جاتا! اے کاش !ایسا بھی ہوسکتا!

نہ بازاروں میں سڑکوں پہ کوئی رونق نہ ہنگامہ

ہر اک سو ہُو کا عالم اور سناٹا سا طاری تھا

فسردہ صبحیں، غمگیں شامیں اور سہمی ہوئی راتیں

تھیں بس سرگوشیوں میں ہولے ہولے کرب کی باتیں

فقط بس سسکیوں کی سرسراہٹ تھی فضاؤں میں

اداسی رَچ گئی تھی میری بستی کی فضاؤں میں

یکایک دی ندا ہاتف نے

ہلچل سی ہوئی پیدا

لی اس بستی نے انگڑائی دریچہ دل کا بھی کھولا

خدا کے فضل کا سایہ ، خدا کے پیار کا جلوہ

سبھی اہلِ وفا کو اہلِ بینش کو نظر آیا
اُفق پہ روشنی ابھری ، ستارہ ایک پھر چمکا
اُجالے کی کرن نے ہر اندھیرا ختم کر ڈالا
ہر اک مضطر کے دل پر اک سکینت سی ہوئی طاری
ہر اک کے لب پہ کلمہ ہائے حمد و شکر تھے جاری
'خدا دارم چہ غم دارم خدا داری چہ غم داری'
مگر میں کیا کروں جاناں مجھے تم یاد آتے ہو
تمہارے ساتھ کتنے چہرے یادوں میں چلے آئے
وہ اُجلے چاند چہرے!
سوچ کر ہی جن کو میرے دل کی نگری میں اُجالا ہو
چراغاں ہی، چراغاں ہو!
مری جاں میں کبھی تم کو نہ ہرگز بھول پاؤں گی
میں پھر اک بار اپنے عہد کی تجدید کرتی ہوں
جو میں نے تم سے باندھا تھا نہ وہ پیمان توڑوں گی
میں محبوبِ حقیقی کا کبھی دامن نہ چھوڑوں گی

میں اُس کی قدرتِ ثانی سے ہرگز منہ نہ موڑوں گی
خدا توفیق دے مجھ کو! خدا توفیق دے مجھ کو!
میں آنے والے کے ہر حکم پر سر کو جھکاؤں گی
وفاؤں کے دیئے ہر گام پہ پل پل جلاؤں گی
یہ میرا تم سے وعدہ تھا
یہ میرا تم سے وعدہ ہے!

مکرمہ نصرت تنویر صاحبہ

وہ ترے دل میں رہے پیار کی دھڑکن کی طرح
جتنے معصوم کہ پابند سلاسل ٹھہرے
کتنا تھا درد ترے دل میں یتامیٰ کے لئے
بے زباں بیٹیوں کا آپ ہی آنچل ٹھہرے

خلافت اور اُس کا پس منظر

مکرمہ شاکرہ صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ لطف الرحمٰن صاحب، لاہور

خواب میں تھا ہر طلبگارِ مسیحائے زَمَن
ہو گئے کفر و ضلالت چار جانب خیمہ زن
تیر برسے ہر طرف سے سینۂ اسلام پر
طائرِ ایماں اُڑا تھا چرخِ نیلی فام پر
لوگ خود اپنی خوشی سے پھنس رہے تھے جال میں
تھی کچھ ایسی دلفریبی فتنۂ دجال میں
بدلیاں چھائی ہوئی تھیں مہرِ عالمتاب پر
منحصر اب روشنی تھی آمدِ مہتاب پر
دفعۃً بدلا ہوَا کا رُخ ، گھٹا چھٹنے لگی
آسماں کی دولتِ تنویر اب بٹنے لگی
بعد مدت مطلعٔ اسلام پر نکلا تھا چاند
اُس کے آگے حُسن تاروں کا پڑا جاتا تھا ماند
کی ضیا پاشی تو ذرّوں کو بنایا اس نے طور
وادیٔ ظلمت کے پہلو سے نکل آیا تھا نُور
قوّتِ قُدسی سے دھویا اس نے ہر الزام کو
اور ! چمکایا، محمد مصطفیٰ ؐ کے نام کو

تُخم ریزی سے جماعت کی ہؤا وہ شاد کام
ڈھونڈتے پھرتے تھے تارے چھُپ گیا ماہِ تمام

چھپ گیا جب چاند بعد اس کے خلافت آگئی
یعنی پھر فضلِ خدا سے نیک ساعت آگئی

شاہدانِ با صفا ، تاجِ خلافت کے گُہر
جاں ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں، بے خوف وخطر

پھر خلافت کی قیادت میں ہوئے جاری مشن
لشکرِ شیطان کی تیّاریوں پر خندہ زن

ہے خلافت میں اطاعت دیں کا استحکام ہے!
ہے یہی وعدہ خدا کا اور یہی انعام ہے

آج بھی مغرب کی ہر وادی میں گونجی ہے اذاں
عہدِ حاضر پر ہوا ہے ، عہدِ رفتہ کا گماں

آج بھی سیلِ رواں روکے سے رُک سکتا نہیں
سُورج اپنی سر زمیں پر اب کبھی چھُپتا نہیں

اہلِ دُنیا کی ترقی سے بڑھا ظلم و عناد
ہے تلاشِ امن لیکن ، بحرو بر میں ہے فساد

آتی ہے قصرِ خلافت سے نِدا یہ بار بار
'ہیں درندے ہر طرف، میں عافیت کا ہوں حصارُ

اب تجھے ڈھونڈا کریں گے حشر تک، لیل و نہار

مکرم مبارک احمد عابد صاحب

پہلے ہی ہم ہجر کے مارے تھے از حد بے قرار
اب تُو پریتم چل دیا پردیس سے بھی دور پار

افتخارِ بزم تھا تُو عزم میں کوہِ وقار
اب تجھے ڈھونڈا کریں گے حشر تک لیل و نہار

تو ہمارے پاس تھا پر آج پردیسی ہوا
اب کہاں پائیں گے ہم ابرِ بہاراں کی پھوار

سو گیا چپ چاپ تُو اے بلبلِ شیریں نوا
پھرتے ہیں گلیوں میں دیوانے ترے پروانہ وار

ایک سنّاٹا سا ہے سارے گلستاں پر محیط
ہر کسی کا دل دکھی ہے اور آنکھیں اشکبار

حرف گویا تیرے ہونٹوں پر مہکتے پھول تھے
ہر سخن جادو اثر تھا لفظ دُرِّ شہوار

آئینوں میں عکس و آہنگ ہیں تیرے جلوہ پذیر
یہ تری یادوں کا ہے شہرِ عجائب زر نگار

کون سا دل ہے کہ ہے جو تیری چاہت سے تہی
کون سا گھر ہے جہاں چھلکا نہیں ہے تیرا پیار

کون ہے جس نے نہ پایا تجھ سے فیضانِ دُعا
کون ہے جس پر کرم تیرا ہوا نہ بار بار

کس کو بتلائے کہ کتنا بے سہارا ہو گیا
یہ ترا عابد ترا عاشق ترا خدمت گزار

جب زیادہ ہی دکھے تو دل کو سمجھاتے ہیں ہم
یہ ہمارا تو نہیں قادر کا ہے سب کاروبار

پہلے بھی ہم نے جہاں زیرِ زمیں رکھے ہیں چاند
پھر وہیں اُگتی ہے دیکھی کہکشاؤں کی قطار

باغِ احمد میں کھلا پھر اک تروتازہ گلاب
'آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار'

آنے والے فضلِ رب سے تو سدا مسرور ہو
جانے والے تجھ پہ اس کی رحمتیں ہوں بے شمار

ترے جانے کے بعد!

مکرم عبد المنان ناہید صاحب

شہر ہے اِک درد کا منظر، ترے جانے کے بعد!
مَیں بھی آیا ہوں بچشمِ تر ، ترے جانے کے بعد!

جانتا بھی تھا کہ تجھ سے مل نہ پاؤں گا مگر
پھر بھی آیا ہوں ترے دَر پر ترے جانے کے بعد!

اب تخیّل میں مرے پرواز کی طاقت نہیں
کٹ گیا ہے شعر کا شہپر ترے جانے کے بعد!

وہ تری خاکِ لحد اور وہ ہجومِ عاشقاں
تھا بڑا دلدوز یہ منظر، ترے جانے کے بعد!

ان دلوں کی کیفیت ہو بھی تو ہو کیسے بیاں
جی رہے ہیں جو تو مر مر کر ترے جانے کے بعد!

تو نے کیا دیکھا ہے یوں ہو کر سرِ محفل خموش
ہم نے تو دیکھا ہے اِک محشر، ترے جانے کے بعد!

میکدہ پر ہے ترے اب بھی ہجومِ میکشاں
ہے لبالب ہی ترا ساغر، ترے جانے کے بعد!

دشتِ غم میں قافلہ پریشاں تھا بہت
دے دیا اللہ نے اِک رہبر، ترے جانے کے بعد!

تو کہ اک تابندہ مظہر قدرتِ ثانی کا تھا
مل گیا ہے اِک نیا مظہر ترے جانے کے بعد

محترمہ امتہ القدیر ارشاد صاحبہ

مثیلِ محمدؐ ، مثیلِ مسیحا
مٹانے مفاسد زمانے کے آیا
ہوئی اُس کے آنے سے کافور ظلمت
وہی آج بدرالدُجیٰ بن کے آیا
خلافت کی بنیاد رکھی دوبارہ
ہوا جس سے اسلام کا بول بالا
خلافت سے قائم ہوئی دیں کی عظمت
خلافت سے وابستہ غلبہ ہمارا

مائدے جتنے ثریا سے اتارے، دے گیا!

مکرم جمیل الرحمٰن صاحب، ہالینڈ

چشمِ بینا کے لئے کیا کیا نظارے ، دے گیا !
اس کے دامن میں تھے جتنے پھول سارے، دے گیا!

آنسوؤں سے کر رہی ہے ہر نظر دل کا حساب
کیسے کیسے وہ سبھی کو گوشوارے ، دے گیا !

مَیں وہ خوش قسمت کہ جس کا ہم زبان و ہم سخن
اپنی یادوں کے خزانے ڈھیر سارے ، دے گیا!

منتشر ذہنوں کو یکسو کر گئی اُس کی صدا
ہر بھٹکتی ناؤ کو سمت و کنارے ، دے گیا !

مفلسوں کو زندگی میں سر چھپانے کے لئے
وہ 'بیوت الحمد' کے تحفے نیارے ، دے گیا!

'ریڈیائی لہر' کے تختِ رواں پر جلوہ گر
مائدے جتنے ثریا سے اتارے ، دے گیا !

علم کی ہر یک گرہ کو ناخنِ دانائی سے
اس طرح کھولا سمجھنے کے اشارے ، دے گیا !

سلکِ جاں ٹوٹی تو دیکھا دیکھنے والوں نے پھر
آفتاب اپنے عوض کتنے ستارے ، دے گیا !

یارِ طرحدار کی باتیں

مکرم انور ندیم علوی صاحب

آ ! پھر سے کریں یارِ طرحدار کی باتیں
خوشبو سے مہکتے ہوئے گلزار کی باتیں

خوابوں میں جو آتا ہے، خیالوں میں رچا ہے
جو دل میں بسا ہے اُسی دلدار کی باتیں

ہر تیرِ ستم اپنے ہی سینے پہ جو روکے
جو ڈھال ہے مظلوم کی اس یار کی باتیں

یہ درد کی سوغات ، عطا ہے تری مولا!
ہر غم کا مداوا ترے دلدار کی باتیں

سب صبر کے انداز ہمیں اس نے سکھائے
دل کیسے بُھلا سکتا ہے غمخوار کی باتیں

'نفرت نہیں انسان سے' دستور ہمارا
دنیا میں کرو سب فقط پیار کی باتیں

مت چھین مرے ہاتھ سے تُو تیغِ قلم کو
اب چھوڑ دے اے شیخ! یہ تلوار کی باتیں

اللہ نے ہے خوف کو پھر امن میں بدلا

محترمہ طیبہ رضوان صاحبہ، ناروے

یہ کس کی جدائی ہے زمیں کانپ گئی ہے
وہ مردِ خدا ، مردِ خدا ، مردِ خدا ہے

وہ مظہرِ رابع تیری قدرت کا تھا مولیٰ
جو درد کے ماروں سے جُدا ہو کے گیا ہے

محبوب تھا ، دلدار تھا ، ستّار تھا سب کا
ہر سینے میں روشن اسی اُلفت کا دیا ہے

ہر لمحہ رہا دین کی خدمت میں ہی وہ وقف
علموں کا خزانہ بھی وہ اک چھوڑ گیا ہے

راضی تھا خدا سے تُو ، خدا اُس سے تھا راضی
واللہ وہ اس کے بلاوے پہ گیا ہے

اب تو ہی بتا کیسے سہیں دردِ جدائی
یہ غم تری فرقت کا تو ، ہر غم سے سوا ہے

دل زخمی ہے اور اشک بھی تھمتے نہیں لیکن
راضی ہیں اسی میں کہ جو مولیٰ کی رضا ہے

یادیں تیری سینے سے مٹائے نہ مٹیں گی
بھر دے اسے مولیٰ! میرے دل میں جو خلا ہے

اللہ نے ہے خوف کو پھر امن میں بدلا
مسرور ہے بخشا ہمیں مسرور کیا ہے
ہاں وعدۂ تمکین ، بھی ہوتا رہے پورا
ہر عاشقِ صادق کی یہ دن رات دُعا ہے

مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب

نور ہی نور برستا تھا زباں سے تیری
تیرے لفظوں کی زمانے میں ضیاء باقی ہے
تیری باتیں ، تیرے خطبے ، وہ مجالس تیری
جانے والے تیری یادوں کی کتھا باقی ہے
تونے ہر دل میں اتر کر ہے محبت بانٹی
دل میں ہر دم تری چاہت کا مزا باقی ہے

اِک نوُر سا چہرہ جب مٹی میں سُلا آئے

مکرمہ امتہ الرفیق ظفر صاحبہ، کینیڈا

اُٹھتا ہے دھواں دل سے جب یاد تری آئے
آنکھوں سے بہیں آنسو، دل درد سے بھر آئے

یادوں کے دیئے روشن ہیں ذہن کی چوکھٹ پر
اِک نُور کے سانچے میں جب چہرہ وہ ڈھل جائے

اے جانِ بہاراں تُو ، اس باغ کی رونق تھا
ہر پتہ ہے افسردہ اور پھول ہیں کملائے

خوشبو تری ایم،ٹی،اے ہر گھر میں بکھیرے ہے
وہ چاند سا چہرہ جب آنگن میں اُتر آئے

اِک نُور کا منبع تھا ، اِک پیار کا ساگر تھا
بھر لیتے تھے جام اپنے ہر روز گئے آئے

تُو عزم کا جوہر تھا ہمت تھی جواں تیری
دُشمن کے مقابل پر تُو جان بھی وار آئے

اے نُورِ ہدایت تُو ، دریائے خطابت تھا
جب پھُول جھڑیں مُنہ سے منبر کو بھی پیار آئے

طاہر تھا ، مطہر تھا ، سر تاپا مُبارک تھا
مِلتا ہے سُکوں دِل کو جب نام ترا آئے

اِک فیض کا چشمہ تھا اس دورِ ضلالت میں
پیغام محبت کا ہر سَمت سُنا آئے

ہر آنکھ تڑپ اُٹھی بے قابو ہوا ہر دل
اک نُور سا چہرہ جب مٹی میں سُلا آئے

آنا بھی مُبارک تھا، جانا بھی تھا شاہانہ
لشکر بھی فرشتوں کے لوگوں کے سِوا آئے

اِک نُور سا اُبھرا ہے خوشیوں کا سویرا ہے
دے دِل کو تسلی اب ، نہ خوفِ بلا آئے

'مسرورؔ' کی آمد ہے ، رحمت کا اُجالا ہے
اِک صبحِ یقیں پھر سے ، اے میرے خدا آئے

خلافت کی ردا اوڑھے اب نُصرتِ حق آئی
پھر عرش سے ٹکرا کر مضطر کی دُعا آئے

خلافت خامسہ

خوشبو کا تسلسل

مکرم صابر ظفر صاحب

میں نے جو اس دلِ مسرور کی بیعت کی ہے
سلسلہ وار تعلق کی اطاعت کی ہے

ہے خدا ہی کی جلائی ہوئی بے شک دیکھو
اتنی ضو بار جو یہ شمع صداقت کی ہے

کیوں نہ میں حشر تلک اس کے ہی رنگوں میں رہوں
یہ جو تصویر ابد تاب ہدایت کی ہے

خود بخود کھلتا چلا جائے گا احوال مرا
مجھے کہنا نہ پڑے گا کہ محبت کی ہے

حکمراں کتنے ہی آتے ہیں چلے جاتے ہیں
بات ساری تو فقط دل پہ حکومت کی ہے

اس کی خوشبو کا تسلسل تو رہے گا دائم
وہ جو مٹی کے سپرد ایک امانت کی ہے

آرزو ہے کہ ظفرؔ ہو وہ کسی طور قبول
میں نے جو پیش، بصد ناز، شہادت کی ہے

مقامِ خلافت

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

خلافت ہنر بشریت کا ہے
ازل سے وقار آدمیت کا ہے
ہو ایمان کے ساتھ صالح عمل
تو اللہ کا وعدہ خلافت کا ہے

یہ وہبی ہے اللہ کی دین ہے
نہ حق نے صلہ کوئی خدمت کا ہے

جسے چاہے پہنائے اللہ اسے
وہ مالک خلافت کی خلعت کا ہے

یہ ملتی نہیں فکرِ چالاک سے
کہ یہ کام الٰہی مشیّت کا ہے

مقامِ خلافت ہے عالی مقام
خلافت تتمّہ نبوت کا ہے

خلافت تو ہے قدرتِ ثانیہ
تسلسل نبوت کی قدرت کا ہے
قدم اس سے آگے نہ رکھیں کبھی
کہ اگلا قدم بھی امامت کا ہے

یہ لازم ہے حدِّ ادب میں رہیں
یہی اک تقاضا اطاعت کا ہے

ہمیں حکم ہے اُسجدوا اور بس
کہ انکار شیوہ شقاوت کا ہے

خلافت تو اس دور کی آن ہے
کہ یہ دور، دور احمدیت کا ہے

یہ نعمت تو جاری رہے گی سدا
یہ وقت آج تحدیثِ نعمت کا ہے

یہ کیا کہہ دیا ایک نادان نے
جو قول اس کا باعث اذیّت کا ہے

یہ دورِ خلافت ہے 'مسرور' کا
وہ مَہبَط خدا کی عنایت کا ہے

ہم اس کی محبت سے مسرور ہیں
وہ مرکز ہماری محبت کا ہے

ابھی ہے رواں کارواں یکجہت
یہ اعجاز اس کی قیادت کا ہے

ہمیں اِس سے نسبت غلامی کی ہے
یہ ناہید رشتہ ارادت کا ہے

یہ محبت کہاں سے آئی تھی؟

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

قدرتِ ثانیہ کا اِک مظہر
رخصت احباب سے ہوا مل کر
تھی محبت کی ترجماں ہر آنکھ
ہر محبت تھی آنسوؤں سے تر
یہ محبت کہاں سے آئی تھی؟

یہ خلافت کی جلوہ آرائی
جذبۂ شوق کی پذیرائی
بے حجابانہ والہانہ تھی
کس محبت کی کار فرمائی
یہ محبت کہاں سے آئی تھی؟

چشمِ گریاں کے میہماں دونوں
یہ فراق و وصال کے لمحے
کس محبت سے پھوٹ کر نکلے
جذبۂ بے مثال کے لمحے
یہ محبت کہاں سے آئی تھی؟

سنگا پور کے مطار پر ناہید
عشقِ بے اختیار کا منظر
سسکیوں آہوں آنسوؤں کا ہجوم
کس محبت کی دے رہا تھا خبر
یہ محبت کہاں سے آئی تھی؟

مکرم طارق بشیر صاحب

ہر خوف کی حالت کو سدا امن میں بدلا
وعدہ جو کیا ہم سے تو پورا بھی کیا ہے
ہر گام ترے ساتھ فرشتوں کا ہو لشکر
ہر صبح و مسا شام و سحر لب پہ دُعا ہے

ایک مشعل کی کرنیں

مکرم عبدالکریم قدسی صاحب

آنکھ ہے نمناک ، دل مسرور ہے
رب تعالیٰ کو یہی منظور ہے

چاند اک ڈوبا تو نکلا دوسرا
وہ اگر کامل تھا یہ بھرپور ہے

ایک مشعل ہی کی کرنیں ذی وقار
وہ بھی تھا اِک نور یہ بھی نور ہے

لوحِ دل پر کندہ ہے لفظِ وفا
یوں وفاداری پہ دل مجبور ہے

اپنے آقا کی طرف ہی دیکھنا
ہم غلاموں کا یہی دستور ہے

وہ غنی تھا یہ سخی ابنِ سخی
وہ مظفر تھا تو یہ منصور ہے

ہم وفادارِ امامِ وقت ہیں
چار پشتوں سے یہی منشور ہے

اے رخِ روشن غریبِ شہر کے
کیوں مقدر میں شبِ دیجور ہے

اک محبت کی نظر قدسی پہ ہو
یہ مسافر تو تھکن سے چُور ہے

مکرم ثاقب زیروی صاحب

قلب گداز و ذہنِ رسا تیرے ساتھ ہے
تائید ایزدی کی ضیا تیرے ساتھ ہے
سینہ ترا امین ہے قرآں کے نور کا
روحانیت کا آبِ بقا تیرے ساتھ ہے
جا بانٹ تشنہ کاموں میں دولت قرار کی
اپنی جِلاء سے شان بڑھا دے بہار کی

رحمت کی بارش

مکرم عبدالکریم قدسی صاحب

خوف کو امن میں بدلا بکھرے لمحوں کو زنجیر کیا
پھر مولا نے رنگ بھرے اور رنگوں کو تصویر کیا

پھر اس پیاری سی تصویر کو رب نے پیارا نام دیا
اس کو عرش پہ لکھا اور پھر سینوں پر تحریر کیا

پھر اس نام کی نسبت سے مسرور کیا غمزادوں کو
غم کے اندھیروں کی وادی کو شہر تنویر کیا

پھر شہرِ تنویر پہ بارش برسی اس کی رحمت کی
اس موسم کو بدلا جس نے اس کو تھا دلگیر کیا

پھر رحمت کے نور نے قدسیؔ شکل تراشی پگڑی کی
اس کے سر پر رکھ کر اس کو تنکے سے شہتیر کیا

کتابِ زیست کا روشن باب

مکرم عبدالصمد قریشی صاحب

وہ حسنِ رنگِ سُخن لاجواب ہے اُس کا
نگاہِ لطف و کرم بے حساب ہے اُس کا

وہ بولتا ہے تو خوشبو سی پھیل جاتی ہے
ہر ایک لفظ معطّر گلاب ہے اُس کا

اسے حسین سی نسبت ہے آسمانوں سے
کہ نُور نُور میں ڈوبا ، شباب ہے اس کا

وہ جگمگاتا ہے فکر و عمل کی راہوں پر
کتابِ زیست میں روشن سا باب ہے اُس کا

ہیں اُس کی کانوں میں رس گھولتی ہوئی باتیں
سرور و کیف میں ڈوبا خطاب ہے اس کا

برکات پشتوں تک

مکرم عبدالکریم قدسی صاحب

خلافت سے محبت کی ملیں برکات پشتوں تک
اسی لطف و کرم کی ہو سدا برسات پشتوں تک

خلافت سے وفاداری بشرطِ استواری ہو
یہی ہو حاصلِ ایماں بہر اوقات پشتوں تک

مری نسلوں میں آئندہ بھی ہوں اہلِ قلم پیدا
قلم کا منبع و مرجع رہیں خطبات پشتوں تک

کسی بھی فکر کی اترن نہ پائے قرب کا درجہ
رہیں پیشِ نظر مہدی کے ارشادات پشتوں تک

غلامی کی سند مل جائے قسمت سے اگر مجھ کو
تو موضوعِ سخن ٹھہرے گی میری ذات پشتوں تک

سدا نورِ خلافت سے منور ہوں مری نسلیں
کسی لمحے جہالت کی نہ آئے رات پشتوں تک

خیالوں میں، گھروں میں رزق اور الفاظ اُتریں گے
اگر ہم چُومتے جائیں گے ان کے ہاتھ پشتوں تک

جو منکر ہو خلافت کا کسی پہلو سے بھی قدسیؔ
خداوندا ! وہ پیدا ہو نہ میری سات پشتوں تک

دورِ خلیفۂ پنجم

مکرم عبدالسلام اسلام صاحب

بنا محبوب تو ربّ الوریٰ کا
ملا ورثہ تجھے ہے میرزا کا!

ہیں کرتے پیش سب نذرانۂ دل
سبھی نے عہد باندھا ہے وفا کا

لگے ہیں اہلِ گلشن چہچہانے
کہ رخ ہے پھر گیا یکدم ہوا کا

کھِلیں گے اب تمناؤں کے غنچے
تری موجِ نفس جھونکا صبا کا!

مبارک ! صد مبارک ! صد مبارک
تجھے تحفہ خلافت کی قبا کا

تو ہے 'مسرور' سب مسرور ہوں گے
مٹے گا نام اب جور و جفا کا

فقیروں کو ہے دیتا بادشاہی
ترے سائے میں ہے سایہ ہُما کا!

لگے گی کیوں نہ اپنی پار کشتی؟
خدا حامی ہے جب اس ناخدا کا

چھٹے ظلمت کے بادل ، چاند نکلا
ذرا آ دیکھ رنگ اجلیٰ فضا کا
بھلا ہم کیوں نہ اب ملہار گائیں
کہ جب موسم ہے ساون کی گھٹا کا
چمن میں زمزموں کا دور ہے پھر
گیا موسم اداسی کی فضا کا
تری چشمک میں ہے منزل نمائی
نوا میں ہے اثر بانگِ درا کا
نگہباں کیوں نہ ہو تیرا خدا اب
نگہباں تو ہے جب خلقِ خدا کا

چوں طاہر رفت ایں مسرور آمد
بعوضِ نور دیگر نور آمد

★ ★ ★ ★ ★

حضرت قاضی ظہور الدین اکملؓ صاحب

خلافت سے پھر روشنی ہم نے پائی
دینے لگا سیدھا رستہ دکھائی
اسی پر چلے ہیں تو چلتے رہیں گے
نتیجے کبھی اچھے نکلتے رہیں گے

محبوبِ جہاں

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب

نورِ ایمان سے دنیا میں سویرا کر دے
دورِ 'مسرور' میں یاربّ یہ کرشمہ کر دے

وہ جسے تو نے چُنا دیں کی امامت کے لئے
اس کی تدبیر کو تقدیر سے یکجا کر دے

جس سے وابستہ ہے اسلام کی عظمت مولیٰ
اُس کی عظمت کو نشانوں سے ہویدا کر دے

جس کے ہر کام میں ہے نصرتِ باری کی جھلک
اس کے قدموں کو تو ہمدوشِ ثریا کردے

جس کے سینہ میں ہوا نورِ سماوی کا نزول
اس کے انوار سے ہر دل میں اجالا کر دے

تو چُنے جس کو وہ بن جاتا ہے محبوبِ جہاں
اپنے پیارے کو ہر اک آنکھ کا تارا کردے

تو ہے جب ساتھ تو پھر ساتھ ہے سارا عالم
ساری دنیا پہ تو ظاہر یہ نظارہ کر دے

روزِ روشن میں بھی جن آنکھوں میں کچھ نور نہیں
اپنی رحمت سے خدایا انہیں بینا کر دے

تیرا انعام ہے یاربّ یہ خلافت کی قبا
تو جسے چاہے عطا خلعتِ زیبا کردے

انتخاب اپنا تو ہے تیری رضا کا مظہر
کورچشموں پہ بھی یہ نکتہ ہویدا کردے

مکرم انور ندیم علوی صاحب

چُن لیا ' مسرور ' کو اُس نے امامت کیلئے
'جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں'
ڈھال بن کر ساتھ رہتی ہیں دعائیں آپ کی
ظلم کے تیروں سے ہم کو ہمنشیں ! خطرہ نہیں

فیضانِ خلافت

مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ

ہم جسم ہیں اور جان خلافت میں ہے اپنی
زندہ ہمیں کر دیتا ہے عنوانِ خلافت

ہر اِک کو اطاعت میں ہے سبقت کی تمنّا
سنتی ہے جماعت جونہی فرمانِ خلافت

تج دینا ہے دنیا کے مزے دین کی خاطر
بیعت کا یہ مفہوم یہ عرفانِ خلافت

اس سائے میں عافیت و آرام بہت ہے
تا حدِّ زمیں پھیلا ہے دامانِ خلافت

اِک تار میں بکھرے ہوئے دانوں کو پرویا
کچھ کم تو نہیں ہم پہ یہ احسانِ خلافت

میں چاہوں بھی گننا تو نہ گن پاؤں گی ہرگز
بارش کی طرح برسے ہیں فیضانِ خلافت

یہ نعمتِ عظمیٰ ہے یہ بخشش ہے خدا کی
منہاجِ نبوت میں نہاں جانِ خلافت

اللہ نے خود تاجِ خلافت جسے بخشا
عرشی وہی مہدی وہی سلطانِ خلافت

پھر سے بہار آئی ہے اپنے گلستاں میں

مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ

اک تہنیت کا نعرہ اُبھرا ہے اک مکاں میں
پھر مل گیا ہے ساقی اک شکلِ مہرباں میں

پھر خُم کے خُم لنڈھاؤ پھر جشن اک مناؤ
اب ڈوبنے سے مطلب اندیشۂ فغاں میں

سیلاب اُتر گیا ہے زرخیز ہے زمیں اب
سورج نکل رہا ہے اب اپنے گلستاں میں

واللہ یہ صبر جس کا انعام ہے خلافت
ڈالا گیا تھا ہم کو اک مشکل امتحاں میں

مولا نے آزمایا مولا نے دی سکینت
اتنی سکت کہاں تھی اب جانِ ناتواں میں

تیر و سناں نہیں ہیں ہتھیار ہیں دُعا کے
کچھ توڑ پھوڑ دیکھو اب سینۂ بتاں میں

کچھ روشنی سی پھیلی ہے آس پاس اس کے
کوئی مکین اُترا آ کر ترے مکاں میں

پھل پھول پھر کھلیں گے روشن چراغ ہوں گے
پھر سے بہار آئی ہے اپنے گلستاں میں

پھر ہے نئی قیادت پھر ولولے نئے ہیں
جشنِ طرب ہے عظمت اس بزمِ دوستاں میں

★ ★ ★ ★ ★

مکرم فرحت ضیاء راٹھور صاحب

یہ تیری عطا ہے کہ سبھی خوف ہوئے دور
ہم امن کی حالت میں پھر اک بار ملے ہیں
کیا ان کو زمانے کی ہواؤں کا خطر ہو!
جو پھول خلافت کی وفاؤں میں کھلے ہیں

خوف کے بعد امن

محترم انور ندیم علوی صاحب

سانسوں میں بسنے والے کیوں دور ہوگئے ہیں
مولا! فقیر تیرے رنجور ہوگئے ہیں

اتنا اداس ربوہ پہلے کبھی نہ دیکھا
اس کی رضا کے ہاتھوں مجبور ہوگئے ہیں

یہ آس تھی اچانک لندن سے آئیں گے وہ
خوابوں کے آئینے بھی سب چور ہو گئے ہیں

ہجر و وصال کے میں دُکھڑے سناؤں کس کو
انساں تو کیا شجر بھی مہجور ہو گئے ہیں

حق بات کہہ رہے ہیں ، ہر لمحہ زندگی کا
غم کی صلیب پر ہم 'منصور' ہو گئے ہیں

کرب و بلا میں لیکن کب اس نے ہم کو چھوڑا
دکھ درد سارے دیکھو کافور ہو گئے ہیں

آؤ ندیمؔ ! پھر سے تجدید ہو وفا کی
دل نور سے یقیں کے ، پُر نور ہو گئے ہیں

چشمۂ فیض

مکرم عبدالصمد قریشی صاحب

چشمۂ فیض کہ ہر آن رواں رہتا ہے
باغِ احمد میں بہاروں کا سماں رہتا ہے

کتنے خوش بخت ہیں اُس دیس کے رہنے والے
جس کے ہر قریہ میں وہ حسنِ جہاں رہتا ہے

میرے احساس کی دنیا میں سدا رہتے ہیں
ہر گھڑی پاس ہیں وہ ایسا گماں رہتا ہے

ہاتھ اُٹھتے ہیں ہر اک اپنے پرائے کے لئے
ان کے سینے میں محبت کا جہاں رہتا ہے

دل کی دھڑکن میں تمناؤں میں اور سانسوں میں
ایک ہی نام ہے جو زیرِ بیاں رہتا ہے

وہ ہیں محبوبِ زماں ان کی نگہبانی کو
خالقِ ارض و سما کون و مکاں رہتا ہے

سدا قائم رہے گی اب خلافت احمدیت کی

پروفیسر مکرم سراج الحق قریشی صاحب

خلافت دینِ حق کی برکتوں کا اک نشاں زندہ
خدا کے فضل و احساں کا ہے اک بحرِ رواں زندہ
خلافت درحقیقت ہے نیابت حق تعالیٰ کی
یہ انوارِ خداوندی کا ہے اک ترجماں زندہ
نبوّت اور خلافت لازم و ملزوم ہیں دونوں
یہ فرمانِ محمد مصطفیٰؐ ہے ہر زماں زندہ
یہ تزئینِ نبوت ہے یہ تمکینِ رسالت ہے
یہ نعمت ہے خدا کی، اس کا ہے اک ارمغاں زندہ
نبوّت قدرتِ اوّل ، خلافت قدرتِ ثانی
خلافت فضلِ یزدانی، رہے گی جاوداں زندہ
نبوّت نے کیا توحید کو قائم زمانے میں
خلافت نے دیا ہم کو خدائے مہرباں زندہ
خدا کرتا ہے اپنے فضل سے قائم خلافت کو
اُسی نے کر دیا ہے پھر یہ نورِ عاشقاں زندہ
خلافت مومنوں کے واسطے ہے امن کا مسکن
یہ ہے اک سایۂ رحمت، یہ اک تسکینِ جاں زندہ

خزاں نے کر دیئے سارے چمن ویران دُنیا میں
مگر طیّورِ روحانی کا ہے یہ آشیاں زندہ
خلافت نے دلوں کو پھر نئی اک زندگی بخشی
خلافت نے کئے ہیں پھر ہمارے جسم وجاں زندہ
خدا کا نور ہی تھے نُورِ دیںؓ ، محمودؓ اور ناصرؒ
خدا کا نور تھا طاہرؒ ہمارے درمیاں زندہ
خدا نے اب ہمیں مسرُور ایدہ دے کر پھر نوازا ہے
کیا ہے اس نے آ کر پھر دلوں کو شادماں زندہ
خُدا کی قدرتِ ثانی کا ہے یہ مظہرِ خامس
یہ کر دے گا خدا کے نور سے کون و مکاں زندہ
کھِلیں گے باغِ احمدؑ میں کروڑوں پھُول خوشیوں کے
مہک اُٹھے گی اس میں اک بہارِ جاوداں زندہ
سدا دیتا رہے گا باغِ احمدؑ پھُول و پھل تازہ
سدا ملتا رہے گا اس چمن کو باغباں زندہ
خدا کے دین کا غلبہ ہے وابستہ خلافت سے
یہی ہے وعدۂ مہدیؑ ، مسیحائے زماں زندہ
سدا قائم رہے گی اب خلافت احمدیت کی
قیامت تک رہے گا اب یہ نورِ قادیاں زندہ

خدا کا ہاتھ ہے روزِ ازل سے اس جماعت پر
خدا دیتا رہے گا اس کو میرِ کارواں زندہ
کبھی اس پر نہ ڈوبے گا خدا کے نور کا سورج
سدا چمکے گی اس پر نور کی اک کہکشاں زندہ
مٹا سکتا نہیں ان کو کوئی صفحۂ ہستی سے
خدا کا فضل ہو جن پر ، ہو جن کا پاسباں زندہ
سکون و امن کا مامَن فقط اب احمدیت ہے
یہی ہے اس زمانے میں خدا کا سائباں زندہ
اُٹھو ! دینِ خدا کو ہم زمانے بھر میں پھیلائیں
اُٹھو ! کر دیں خدا کے نُور سے سارا جہاں زندہ

مکرم انور ندیم علوی صاحب

خدا کے فضل کا سایہ ہمیشہ ہی رہے قائم
دعا کرتا ہوں انوارِ خلافت ہم پہ ہوں دائم

خدا کرے !

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

تجھ کو خدا نے سایۂ رحمت بنا دیا
مسرور! تجھ پہ سایۂ رحمت خدا کرے!

اے دلوں کی مملکت کے بادشاہ آ!
اب تُو کرے دلوں پہ حکومت خدا کرے!

جائے جدھر جدھر تُو فرشتے ہوں ساتھ ساتھ
عرش آشنا ہو تیری خلافت خدا کرے!

اس شاہراہِ نَو کے نشیب و فراز میں
آسان تجھ پہ تیری مسافت خدا کرے!

ہر سیدھی راہ پر رہے تیرا قدم قدم
ہر ہر قدم پہ تیری حفاظت خدا کرے!

ہر شام بن کے ساعتِ سعد آئے ہر گھڑی
ہر صبح تیری صبحِ سعادت خدا کرے!

ہر مرحلے پہ تجھ سے ہو راضی ترا خدا
ظاہر ہو تجھ سے دوسری قدرت خدا کرے!

ہر روز نَو شگفتہ کلی کی طرح رہے
ناساز ہو نہ تیری طبیعت خدا کرے!

اے جانِ جاں! جہاں ترا حلقہ بگوش ہو
اور تُو کرے جہاں کی امامت خدا کرے!

رشک آئے اُسکو دیکھ کے شاہوں کی شان کو
تجھ کو عطا وہ شوکت و سطوت خدا کرے!

سُن کر أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ
ڈھونڈے تری دعا کو اجابت خدا کرے!

دریا میں جیسے موجۂ دریا ہو ، دلوں میں
یوں موجزن ہو تیری محبت خدا کرے!

تیرا وجود اس کے لئے ہوگا حرزِجاں
تجھ پر فدا ہو تیری جماعت خدا کرے!

توفیق مل رہی ہے اِسے تیری دید کی
پاتی رہے نظر یہ سعادت خدا کرے!

مرضی تری سنائی دے تیرے کہے بغیر
تجھ کو عطا وہ حُسنِ خطابت خدا کرے!

دن ہو کہ رات ، جس گھڑی آئے تری صدا
اترے دلوں میں حُسنِ سماعت خدا کرے!

ہم جنبش و سکوں میں ترے ساتھ ساتھ ہوں
ایسا ملے شعورِ اطاعت خدا کرے!

ہو عرش پر قبول جو سجدہ زمیں پہ ہو
ہم اور ہو یہ ذوقِ عبادت خدا کرے!

ممسوح اُس کے عطرِ رجا سے ہوا ہے تو
پہنچے چمن چمن تری شہرت خدا کرے!

ارضِ وطن کو بھی ملے مژدہ بہار کا
اب مختصر ہو عرصۂ ہجرت خدا کرے!

تسکینِ جاں ملی ہمیں تمکینِ دیں ملی
لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ سے کیا نعمت نہیں ملی

قدرت ثانیہ کا ظہور

مکرم حمید الحامد صاحب

الٰہی رنگ سے رنگین ہے ہر قدرتِ ثانی
نیابت میں مسیحِ پاک کے بہ شکلِ نورانی
برستے ہیں ترے انوار و انعاماتِ ربانی
ترا جود و کرم بندے پہ اور اس درجہ ارزانی
کرم ہے اے مرے مولا ترا یہ لطفِ بے پایاں
مٹا جب نقشِ اول تو ملا پھر مظہرِ ثانی
خدا کو اپنے بندوں کا لحاظ و درد ہے کتنا
مسیحِ پاکؑ کا ہم کو دیا پھر نقشِ لاثانی
تھا جو خوف و خطر پل بھر میں سب کافور کر ڈالا
خلافت کی جدائی تھی ہمیں بے سر و سامانی
لگے چھٹنے اندھیرے غم کے پھر آہستہ آہستہ
کہ تنویرِ مسرّت بن کے آیا یوسفِ ثانی
وہ اِک ماہِ مبیں بن کر فرازِ دہر میں اُبھرا
چمک نے جس کی خیرہ کر دیے سب تاجِ سلطانی
اعادہ کر رہا ہے پھر سے وہ اسباقِ پارینہ
ترقی کیلئے لازم ہے یہ تعلیم دہرانی

جماعت میں نئے سر سے اٹھی ہے موجِ بیداری
ہر اک چھوٹا بڑا بڑھ چڑھ کے اب کرتا ہے قربانی
وہ دن آتے ہیں دنیا پھر وہی ادوار دیکھے گی
محمدؐ کی حکومت اور محبت کی فراوانی
عَلم توحید کا لہرائے گا اکنافِ عالم پر
سمٹ آئے گی سب دنیا بصدقِ نورِ ایمانی
خلافت کا سدا یہ سلسلہ قائم رہے یارب
یہی فتحِ مبیں ہے اور یہی ہے فضلِ ربانی

مکرمہ شہناز اختر صاحبہ

خلافت آسماں سے ایک نعمت کبریائی ہے
خلافت ہی سے وابستہ ہماری پارسائی ہے
یہ ہے اک شجرۂ طیّب جو ہر دم لہلہائے گا
پھلے گا تا قیامت ، خبر مہدی سے پائی ہے

زمانے بھر کا سرمایہ وہی ہے

مکرم عبدالکریم قدسی صاحب

ہوا کے رخ پہ دروازہ وہی ہے
فصیلِ جبس میں رستہ وہی ہے

لہو کے ، دودھ کے رشتے بہت ہیں
مگر دنیا میں بس اپنا وہی ہے

بہت پیارے مجھے ماں باپ اپنے
مگر دل میں فقط بستا وہی ہے

وہ بیت الفضل ہو ، بیت الفتوح ہو
جہاں خطبہ وہ دے ربوہ وہی ہے

بھرم ہے وہ مری فکر و نظر کا
جدھر دیکھوں نظر آتا وہی ہے

کسی کا کس طرح سکّہ چلے گا
دلوں کے تخت پہ بیٹھا وہی ہے

سبھی دریاؤں کے ہیں خشک سوتے
سخاوت کا رواں دریا وہی ہے

اسی کے ساتھ وابستہ ہے خوشبو
زمانے میں گلِ تازہ وہی ہے

وہی ہے آج مرجع روشنی کا
کہ سورج کا فرستادہ وہی ہے

زباں اپنی ، نہ اس کی فکر اپنی
خدا کہتا ہے جو ! کہتا وہی ہے

مقفّل ہیں محل شاہوں کے سارے
ہمیشہ در کھلا رکھتا وہی ہے

اسے منہا کریں تو کیا بچے گا
زمانے بھر کا سرمایہ وہی ہے

ہمیں قدسیؔ نہیں دیتا بکھرنے
دلوں کا حُسنِ شیرازہ وہی ہے

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب

ہے خلافت کی محبت بحرِ نا پیدا کنار
قلزم عشاق میں ہے اک تلاطّم کا سماں

خلافت ہی وہ طاقِ جلوۂ حسنِ یقیں ہے

الحاج مکرم محمد افضل خان صاحب ترکی

جنوں کے مرحلے، عقل و خرد سے دور ہونگے
فراست کی نظر ہو، نور سے معمور ہونگے

ہمیں ظلماتِ ہستی سے ذرا کھٹکا نہیں ہے
ہمارے دل سدا ایمان سے پُرنور ہونگے

خلافت ہی وہ طاقِ جلوۂ حسنِ یقیں ہے
ضیاء سے جس کی، اندھیرے سبھی کافور ہونگے

کبھی ہم دم نہ لیں گے خدمتِ دینِ مبیں سے
مخالف اپنی کرتوتوں سے تھک کر چور ہونگے

مثال اپنی زمانے میں سدا قائم رہے گی
کناروں تک زمیں کے ہم بڑے مشہور ہونگے

بہاروں کی بارات آئی ہے دیکھو گلستاں میں
کلی دل کی کھلے گی، باغباں مسرُور ہونگے

قدم بوسی کو ہم جاتے، خلیفۃ المسیح کی
سبب سے بھیڑ کے، ہم لوگ بھی مجبور ہونگے

قدر ہو گی تو ہوگی خاکساروں کی جہاں میں
جھکیں گی گردنیں ترکی! اگر مغرور ہونگے

خلافت اِک مقدس سائباں ہے

مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ

خلافت اب تمنائے جاں ہے
سبھی کہتے ہیں یہ نعمت کہاں ہے
نہ اس نکتے کو سمجھا غافلوں نے
یہ منہاجِ نبوت میں نہاں ہے
اور اُمّت کے یہی شایانِ شاں ہے
خلافت اک مقدّس سائباں ہے

دلوں میں گرچہ ہے تقویٰ کی قلّت
مگر خواہاں خلافت کی ہے ملّت
ہے یہ انعام ، پر رب الوریٰ کا
جسے چاہے اُسے بخشے یہ خلعت
یہ مہدی کی صداقت کا نشاں ہے
خلافت اک مقدس سائباں ہے

کیئے پورے خدا نے عہد سارے
کرم سے بھر دیئے دامن ہمارے
لڑی میں اس طرح ہم کو پرویا
کہ ہم تسبیح کے دانے ہیں سارے
امام اپنا امیرِ کارواں ہے
خلافت اک مقدس سائباں ہے

ہمارا کام ہے ہر پل اطاعت
اطاعت ہی سے قائم ہے یہ وحدت
نہیں خطرہ کوئی اب مفسدوں سے
بفضلِ ربّ ہوئی بالغ جماعت

مقدّر اس کا عمرِ جاوداں ہے
خلافت اک مقدس سائباں ہے

خدا کے نام کا نعرہ خلافت
خدا کے فضل کا دھارا خلافت
جو بُت سینوں میں غیر اللہ کے ہیں
کرے اک وار میں پارہ خلافت

مقابل کفر کے تیغِ بُراں ہے
خلافت اک مقدس سائباں ہے

خلافت ڈھال ہے سب معرکوں میں
خدا کا آستاں ہے بُت کدوں میں
بہت دھوکے ہیں جعلی مُرشدوں میں
یہ 'کوہِ نور' ہے جھوٹے نگوں میں

اسے پاتا ہے وہ جو قدرداں ہے
خلافت اک مقدس سائباں ہے

نئے جلوے دکھاتی ہے خلافت
وفا کو آزماتی ہے خلافت
دلوں کے روگ میں اکسیر ہے یہ
وساوس سب مٹاتی ہے خلافت

دلائل کی یہ اک تیغِ رواں ہے
خلافت اک مقدس سائباں ہے

یہ رچ جاتی ہے دل کے ولولوں میں
نیا اک سلسلہ ہے سلسلوں میں
کوئی اک گھونٹ بھی گر اس کا چکھ لے
اُتر جاتی ہے ٹھنڈک سی دلوں میں

یہ زم زم ہے علاجِ تشنگاں ہے
خلافت اک مقدس سائباں ہے

ہم اپنے آپ کو اتنا سنواریں
فرشتے پیار سے ہم کو پُکاریں
خدا کا فضل ہم پر ہر گھڑی ہو
ہمارے گھر رہیں دائم بہاریں

وہ تڑپیں جن کے گھر فصلِ خزاں ہے
خلافت اک مقدس سائباں ہے

خدا کی قدرتِ ثانی خلافت
نئے اک دور کی بانی خلافت
یہ منہاجِ نبوت پر ہے قائم
اور اب آکر نہیں جانی خلافت

یہ لعلِ بے بہا ، جنسِ گراں ہے
خلافت اک مقدس سائباں ہے

دُعاگو اپنا ہر پیر و جواں ہے
دُعا میں ہی ہمیں آرامِ جاں ہے
ہمارا حافظ و ناصر ہے مولا
ہمارے سر پر دستِ مہرباں ہے

جماعت کا خدا خود پاسباں ہے
خلافت اِک مقدس سائباں ہے

خلافت نعمتِ عظمیٰ ہے پیارو
یہ بات اچھی طرح دل میں اُتارو
رہے ہر حال میں دیں ہی مقدم
نہ دُنیا میں بہت پاؤں پسارو

ہے جو کچھ بھی یہاں وہ امتحاں ہے
خلافت اک مقدس سائباں ہے

اندھیرے چھٹ گئے سارے کے سارے
چراغاں ہو گیا دل میں ہمارے
سکینت بخش دی ہر دل کو عرشی
نصیب اپنے خلافت نے سنوارے

ہے بد قسمت جو اس سے بد گماں ہے
خلافت اک مقدس سائباں ہے

کیا 'مسرور' نے مسرور آخر
بلائے خوف کر دی دور آخر
خدا کے فضل نے اس کو چُنا ہے
کہ مہدی کا ہے اس میں نور آخر

ہر اک دل مطمئن ہے ، شاد ماں ہے
خلافت اک مقدس سائباں ہے

مکرم جمیل الرحمٰن صاحب

عمرِ دراز دے اسے یارب ہمیں وفا
یکتائے روزگار ہو رشتہ یہ پیار کا

خلافت ہے نعمت

مکرم چوہدری اعظم نوید صاحب

خلافت ہے نعمت ، خلافت انعام
خلافت ہے تجدیدِ دیں کا پیام
اسی سے ہیں تاریکیاں چھٹ گئیں
اسی کی بدولت ہوئے دل ہیں رام
لڑی میں جو اس کی پرویا گیا
اسی کو کیا رب نے ہے شاد کام
اسی سے دلوں کو ہے راحت ملی
خلافت بھی ہے اک سعادت کا نام
کروں کیا بیاں اس کی میں خوبیاں
اسی سے ہے جاری مئے حق کا جام
خدا کا عظیم ایک احسان ہے
ہوں میں بھی خلافت کا ادنیٰ غلام
نبوت سے لیتا ہے یوں برکتیں
خدا کے حسیں سلسلہ کا نظام
جو ہیں نیک فطرت غلام اس کے ہیں
رہیں گے ہمیشہ وہ عالی مقام

اسی کا ہے دامن میسر مجھے
اسی سے ہیں روشن مرے صبح و شام

✶ ✶ ✶ ✶ ✶

مکرم مبارک احمد ظفر صاحب

کفر و باطل پہ اب وقتِ شام آ چکا
پانچویں دور کا بھی امام آ چکا
دینِ احمد کو جس سے دوام آ چکا
اب خلافت کا اعلیٰ نظام آ چکا
اس کو جاری ہوئے سال سو ہو گئے
بے نصیبے ہیں جو یہ گھڑی کھو گئے

یارِ دلنشیں

مکرم عبدالصمد قریشی صاحب

خدا کرے کہ کٹے زیست اس مکیں کی طرح
کہ جس کا قول و عمل ہو کسی امیں کی طرح

رہِ حیات میں دیکھے ہیں یوں تو لاکھ حسیں
نہیں ہے کوئی بھی اس یارِ دلنشیں کی طرح

دکھائی دیتی ہیں ہر سمت اُس کی تصویریں
اندھیری شب میں چمکتا ہے وہ نگیں کی طرح

وہ اپنے حسن میں یکتا ہے بے مثال ہے وہ
نہ کوئی چاند نہ سورج مرے حسیں کی طرح

یوں فرط و کیف میں کٹتے ہیں اپنے شام و سحر
وہ میری سانسوں میں رہتا ہے ہمنشیں کی طرح

میں ایک خواب ہوں میرا کوئی وجود کہاں
اُسی کا قُرب مرے ساتھ ہے یقیں کی طرح

خلافت

مکرم عبدالسلام اسلام صاحب

وہ رشکِ ملائک یہی تاج ہے
یہی آدمیّت کی معراج ہے
یہ نُورِ خُدا کی ہے جلوہ گری
یہ تکوین کا نقطۂ محوری
نظامِ خِلافت ہے پائندہ تر
اِسی سے یہ خاکی ہے تابندہ تر
جہاں میں یہ ہے اِک نشانِ خدا
زُبانِ بشر ، ترجمانِ خُدا
ازل سے ابد تک یہ اعجازِ 'قُم'
یہی رُوحِ مردہ کو آوازِ 'قُم'
'عدوّئے مُبیں' اِس سے پامال ہے
قبائے خِلافت تِری ڈھال ہے
گھٹاؤں میں اِس کی نظر برق ریز
یہ افواجِ باطل کو حُکمِ 'گریز'
یہی کفر و الحاد کا توڑ ہے
قوی ضرب دیتی جو منہ موڑ ہے

یہ ہے چشمِ گیتی میں تِل کی طرح
یہ سینۂ ہستی میں دِل کی طرح
شہی کا نہ جمہوریت کا ہے راج
یہ دونوں کا گویا حَسیں امتزاج
بظاہر یہ جمہور کا ساز ہے
مگر قدرتِ حق کی آواز ہے
یہ زندہ تو زندہ ہے دینِ متیں
یہ قدرت کے جلووں کا عکسِ حَسیں
اِسی سے ہے سرگرمِ پرواز تُو
فرشتوں سے بڑھ کر فلک باز تُو
اگر پاسبانی ہے اِحساس ہے
سدا یہ امانت ترے پاس ہے

آگے بڑھتے رہو!

مکرمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو!
دیکھو رُکنے نہ پائیں قدم دوستو!

نا خدا گر خدا کو بناتے رہے
ساحلوں پہ سفینہ بھی آ جائے گا
اس کے حکموں پہ سر جو جھکاتے رہے
زندگی کا قرینہ بھی آجائے گا

ساتھ وہ ہے تو پھر کیسا غم دوستو!
آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو!

جو خلافت کے دامن کو تھامے رہے
رحمتوں کی قبائیں بھی پا جائیں گے
اس کی رسی کو مضبوط پکڑیں گے جو
نصرتوں کی رِدائیں بھی پا جائیں گے

دیکھ لیں گے یہ اہلِ ستم دوستو!
آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو!

کوئی سالار جب چھوڑ کے چل دیا
مضطرب کس قدر کارواں ہو گیا
جذبہ ہائے جنوں پر سلامت رہے
پَل کو ٹھٹکا پھر آگے رواں ہو گیا

ہے اسی کا یہ فضل و کرم دوستو!
آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو!

ماں کی آغوش میں جیسے بچہ رہے
یوں خدا نے ہمیں گود میں لے لیا
اس نے بے سائباں ہم کو چھوڑا نہیں
گر لیا ایک تو دوسرا دے دیا

اس نے رکھا ہمارا بھرم دوستو!
آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو!

اک خدا کا چنیدہ کڑے وقت میں
دلفگاروں کو پھر تھامنے آگیا
روپ جس کا نگاہوں سے اوجھل رہا
اِک نئے روپ میں سامنے آگیا

اَب ہے سب میں وہی محترم دوستو!
آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو!

لے کے نامِ خدا لے کے نامِ نبیؐ
اپنے جذبوں کو مہمیز کرتے چلو
راستے میں وفا کے جلاؤ دیئے
اور قدم تیز سے تیز کرتے چلو
ہیچ ہیں راہ کے پیچ و خم دوستو!
آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو!

مکرمہ شہناز اختر صاحبہ

خلافت چشمۂ علم و ھدیٰ نور یقیں محکم
الوہی رنگ میں رنگیں لعل بے بہائی ہے
خلافت شعلۂ نور نبوت ، مظہر قدرت
خلافت نے اپنے واحدانیت کی مے پلائی ہے

رحمت کی آبشار

مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ، اسلام آباد

عرشی مری طرح سے سبھی کو ہے اعتبار
موجیں ہوں سر پھری بھی تو بیڑہ لگے گا پار

اپنا جو ناخُدا ہے خُدا کا ہے منتخب
ہم خوش نصیب نوحؑ کی کشتی میں ہیں سوار

فضلِ خُدا سے دورِ خلافت ہے پانچواں
جاری ہے سو برس سے یہ رحمت کی آبشار

اس میں نہا کے پاک و مُطہر ہوئے بہت
بس میں مرے نہیں کہ مَیں اُن کا کروں شمار

عاجز ہیں خاکسار و اطاعت گزار ہیں
ہم نے امامِ وقت کو دی نفس کی مہار

نشہ ہے عاجزی میں شرابِ طہور کا
یہ مَے ہے پاک اور مزہ اِس کا خوشگوار

اُس کو بقا ملی ہے فنا جس نے کی قبول
جو مٹ گیا خوشی سے ہوا خاکِ پائے یار

مرشد کا قہر و مہر ہے یکساں اسے عزیز
راہِ طلب میں حوصلہ جس کا ہے اُستوار

اک ڈھال ہے اِمام، رہو اس کی آڑ میں
اس ڈھال پہ اثر نہیں کرتا کوئی بھی وار

صد شکر ہم ہیں آج خلافت سے منسلک
چودہ سو سال جس کا رہا سب کو انتظار

تشبیہہ کِس سے دوں میں خلافت کے فیض کو
سایہ ہے یہ خُدا کا یہی حرفِ اختصار

مکرم جمیل الرحمٰن صاحب ہالینڈ

پہنائی اس نے تجھ کو خلافت کی یہ عبا
ہم سب تیرے غلام، تومحبوب یار کا
جو حکم ہو وہ نذر گزاروں میں سیّدی !
اپنا تو کچھ نہیں ہے ترے جانثار کا

ردائے خلافت کا حصار

مکرم عبدالصمد قریشی صاحب

یہ سب اسی کا کرم ہے دیارِ یار میں ہیں
وگرنہ ہم سے خطاکار کس شمار میں ہیں

وہ جس کی چھاؤں میں اب چین اور راحت ہے
ہم عافیت کے اسی شجرِ سایہ دار میں ہیں

یہ خوشبوؤں سے معطر ہے جس کی ساری فضا
خدا کا شکر کہ اس گلشنِ بہار میں ہیں

خوشی سے کیوں نہ کریں ناز اپنی قسمت پر
وہ خوش نصیب جو اس محفلِ قرار میں ہیں

وہ جس کے فیض سے روشن ہیں آگہی کے چراغ
ہم علم و فضل کی اس بزمِ افتخار میں ہیں

ملے ہیں سارے ثمر جس کی برکتوں کے طفیل
اسی رِدائے خلافت کے ہم حصار میں ہیں

یہ جان و دل سبھی تجھ پر نثار ہیں آقا
ترے غلام ہیں ہم ترے اختیار میں ہیں

عجز بھرا وجود

مکرمہ درِثمین طاہر صاحبہ، ربوہ

یہ عجز سے بھرا ہوا پیارا لگا وجود
فضلِ خدا نے پھر سے ہمیں اک دیا ودود

نظریں جھکا کے ہاتھ اُٹھا کر دعا کرے
اب اس کے سنگ سنگ دعا کی۔ پڑھا درود

اس پیار اور سکون سے اس کو چُنا گیا
اُترا ہو آسمان سے جیسے کوئی وجود

آنے سے اس کے آگئیں پہلی سی رونقیں
پہلے سے اب قیام ہیں پہلے سے اب سجود

دل غم سے اس کا چور تھا آنکھیں تھیں اشکبار
دیتا رہا سنبھالا ہمیں اس کے باوجود

نگاہ مہرباں رکھنا

مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ

اطاعت اور وفا کی راہ پر ہم کو رواں رکھنا
خلافت کا ہمارے سر پہ قائم سائباں رکھنا

ہمیں تقویٰ کی ہو توفیق تیرا قرب حاصل ہو
ہماری سمت اے مالک نگاہِ مہرباں رکھنا

ہمارے درمیاں قائم رہے رشتہ اخوت کا
ہمیں اپنی محبت اور عطا کے درمیاں رکھنا

خلافت کی یہ برکت ہے کہ دل باہم ہوئے اپنے
ہمیشہ ہی سجی مولا یہ بزمِ دوستاں رکھنا

امامِ وقت اپنی ڈھال ہے، ہم ڈھال کے پیچھے
اِمامِ وقت کو ہر معرکے میں کامراں رکھنا

ہمارے دل پروئے جا چکے ہیں ایک ڈوری میں
تو اس ڈوری کی مضبوطی کو دنیا پر عیاں رکھنا

مقابل کفر کے ہم رستم و سہراب بن جائیں
حضور اپنے ہمیں مانندِ طفلِ ناتواں رکھنا

خوشی ہو یا غمی جو کچھ بھی ہو تیرے حوالے سے
ہمیں بھاتا نہیں تجھ بن کوئی سود و زیاں رکھنا

اگر منہ زور ہوں لہریں اگر طوفان آ جائیں
ہماری ناؤ کا پیارے، سلامت بادباں رکھنا
مخالف گالیاں بھی دیں تو عرشیؔ لب نہ کھولیں گے
ہمیں آتا ہے یوں بتیس دانتوں میں زباں رکھنا

مکرم چوہدری شبیر احمد سلمان صاحب

ہم دل و جاں سے خلافت کے رہیں گے پاسباں
اس کی خاطر جان بھی دینے کو ہم تیار ہیں
ہم یہی تلقیں کریں گے اپنے بچوں کو سدا
یہ خلافت ہے امانت ہم امانت دار ہیں

پھر خلافت کو ہم نے پایا ہے

مکرمہ شگفتہ عزیز شاہ صاحبہ اسلام آباد

آج دل کو قرار آیا ہے
مژدۂ نو بہار آیا ہے

کس کے سجدوں سے تر ہوئی ہے زمیں
کس نے اشکوں کو یوں بہایا ہے

وہ جو عجز و بکا سے در پہ جھکا
اس نے عرشِ بریں ہلایا ہے

نور ہی نور ہے فضاؤں میں
کون یہ نور میں نہایا ہے

ہے قبائے خلافتِ مہدی
ہو کہ ملبوس جس میں آیا ہے

ان کی آغوش کا ہے پَروَردہ
بنتِ فضلِ عمرؓ کا جایا ہے

ہے خلافت عطائے ربّانی
یہی قرآن نے بتایا ہے

ساتھ اس کے ہیں رَبّ کی تائیدیں
سر پہ فضلِ خدا کا سایہ ہے

جس نے مَسرور کر دیا جاں کو
دِل کو ایسا سرور آیا ہے

عہدِ بیعت ہے عہدِ قربانی
جان ، اولاد جو کمایا ہے
یہ حقیقت ہے بے خبر نہ رہو
رب کا مامور ہے جو آیا ہے
پوری دشمن کی آرزو نہ ہوئی
حق نے باطل کا سَر جھکایا ہے
تفرقہ ہم میں دیکھنے کے لئے
زور اس نے بڑا لگایا ہے
احمدیت پَھلے گی پُھولے گی
حق نے یہ فیصلہ سُنایا ہے
اِذنِ رَبّ سے وہ بامُراد گیا
اِذن سے بامُراد آیا ہے
سَر جُھکائیں درِامام پہ ہم
یہ دعا تُجھ سے اے خدایا ہے
جانے والے پہ رحمتیں ہوں ہزار
آنے والے پہ رَبّ کا سایہ ہے
شکر صد شکر ہے مرے مولیٰ
پھر خلافت کو ہم نے پایا ہے

خلافت

مکرم عبد السلام اِسلام صاحب

یہی نوعِ بشر کے واسطے تقدیرِ یزدانی
نبوت قدرتِ اول خلافت قدرتِ ثانی

وہ بابِ مختصر یہ مثلِ تفسیر و حواشی ہے
نبوت تخم ریزی ہے ، خلافت آبپاشی ہے

یہی عکسِ خداوندی ہے آئینۂ ہستی میں
یہ پیغامِ سکوں گویا ہے ہنگاموں کی بستی میں

کبھی صدّیقؓ ہو کر اس نے باطِل کو کچل ڈالا
ہزاروں آندھیوں کا اک نِگہ سے رخ بدل ڈالا

اِسی نے عہدِ فاروقی میں مِلّت کو جنوں بخشا
کبھی عثمان و حیدر ہو کے ہر دل کو سکوں بخشا

خلافت کی قبائے تام میں کامِل اِمام آیا
صدی جب چودھویں آئی مرا ماہِ تمام آیا

جمالی دور میں اس نے لیا پھر تھام اُمّت کو
بشکلِ نورِ دیں اُٹھ کر کیا پامال ظلمت کو

خدا نے بعد ازاں پھر اپنی رحمت کو اتارا تھا
وہی نورِ ازل محمودؓ میں بھی جلوہ آراء تھا

کبھی ناصرؒ ، کبھی طاہرؒ ، کبھی مسرور کا جلوہ
حقیقت میں خلافت ہے ، خدا کے نور کا جلوہ

ملی آخر کسے پائندگی اے ' انجمن والو
یہی شیرازہ بندِ زندگی اے ' انجمن والو

اِسی کشتی کو طوفانوں میں دستِ غیب کھیتا ہے
وساطت سے جماعت کی خدا خود ووٹ دیتا ہے

خدا والوں کی منزل کا یہی رستہ ہے دنیا میں
اِسی سے عظمتِ توحید وابستہ ہے دنیا میں

زفیضِ دل لہو کی ہر رگ و پے میں روانی ہے
خلافت ہی سے وابستہ نظامِ زندگانی ہے

اگر سینے میں دل قائم لہو بھی جوش وقوّت بھی
خلافت ہے اگر زندہ عمل بھی ، ذوق وجدّت بھی

فروغِ محفلِ ملّت ، چراغِ انجمن یہ ہے
مگر روحِ جماعت کے لئے مِثلِ بدن یہ ہے

جو چمکے گا ابد تک وہ خلافت کا ستارہ ہے
یہ بحرِ نور ہے جس کا نہ ساحل نہ کنارہ ہے

اگر اسلام ہم کرتے رہے آئین کی پابندی
رہے گا تا ابد جاری یہ فیضانِ خداوندی

عہد خامس میں نئے گھوڑوں پہ زینیں ڈالو

مکرم جمیل الرحمٰن صاحب، ہالینڈ

زندگی خوابِ پریشان سے بیدار ہوئی
اک نئی شمع خلافت کی ضیا بار ہوئی
پھر سے پروانے جلے ، روشنی غم خوار ہوئی
روح تجدیدِ وفا نغمہ سرا ہونے لگی
دل ہوئے سجدہ کناں ، حمد و ثنا ہونے لگی

خوف کی ساعتِ بے رنگ ادھر آئی ، گئی
ہوئے تحلیل وساوس کے ہیولے بھی سبھی
تختِ جاناں پہ چمک اُٹھی نئی شانِ کئی
پرچمِ نور لئے مہرِ منور اُبھرا
ہر کرن جس کی دُعا جیسی وہ پیکر اُبھرا

قریۂ یار تُو دائم یونہی آباد رہے
اپنے محمود سے مسرور رہے شاد رہے
اور اطاعت کے سوا کچھ نہ ہمیں یاد رہے
کیمیا ہونے کے رستے میں قدم دھرنے کا
وقت پھر آیا درست اپنی صفیں کرنے کا

سلطنت دست بدست آئی قبیلے والو
عہدِ خامس میں نئے گھوڑوں پہ زینیں ڈالو
سونت کر تیغِ دُعا نکلو ، رجز یہ گا لو
شہسوار اور طرح کے ہیں یہ آنے والے
اپنے مولا کے لئے جان سے جانے والے

آسماں دُور نہیں اور زمیں قدموں میں
سینے قرآن سے معمور ہیں،خواب آنکھوں میں
اور کامل ہے یقیں جس کے سبھی وعدوں میں
عشق میں اس کے، زمانے کو بدل جائیں گے
کفر و ایماں کے فسانے بدل جائیں گے

مکرم مبارک احمد ظفر صاحب،لندن

جو خلافت کے سائے میں آجائیں گے
لطف و انعامِ مولیٰ کو پا جائیں گے

بن تیرے نہ کوئی چاہت ہے نہ اور کسی کی طاعت ہے!

مکرم سیّد محمود احمد صاحب

یہ تیری کرامت ہے پیارے جو دشت کو سبزہ زار کیا
اس بستی کو آباد کیا، ہر صحرا کو گل زار کیا

قادر کی پہلی قدرت نے ہر وحشی کو انسان کیا
قادر کی دوسری قدرت نے ہر پَت جھڑ کو گلبار کیا

ہر ایک نظر نے دیکھا ہے تم کتنے پیارے محسن ہو
ہر باغ سے پھول چنے تم نے ہر دل کو لالہ زار کیا

تری پیار بھری اس قربت نے اور پاک مطہر صحبت نے
ان لوگوں کو اس دنیا کی آلائش سے بیزار کیا

بن تیرے نہ کوئی چاہت ہے نہ اور کسی کی طاعت ہے
بس ہاتھ پہ رکھ کے ہاتھ ترے یہ ہم نے ہے اقرار کیا

ہر حکم پہ تیرے سب کے سب ہی جان لٹانے والے ہیں
ان تیرے چاہنے والوں نے اس بستی کو گلنار کیا

ہم مہجوروں نے اے جاناں! ظلمت میں دیپ جلائے ہیں
ان دیپ جلانے والوں نے تجھے یاد ہے لاکھوں بار کیا

ہم لوگ محبت کرتے ہیں ترے پیار کی مالا جپتے ہیں
ترے پیار کی خوشبو سے ہم نے سب جگ کو عنبر بار کیا

انتخابِ خلافتِ خامسہ کے بعد

مکرم چودھری محمد علی صاحب

جس حسن کی تم کو جستجو ہے
وہ حسن ازل سے باوضو ہے

خوش رنگ ہے اور خوبرو ہے
لگتا ہے وہ پھول ہو بہو ہے

تاریخ کا سانس رُک گیا ہے
آئینہ سا کوئی روبرو ہے

اترا ہے جو آج آسماں سے
عزت ہے ہماری آبرو ہے

جو دل بھی ہے یقیں سے پُر ہے
جو آنکھ بھی ہے وہ باوضو ہے

ہم ہنس بھی رہے ہیں صدقِ دل سے
ہر چند کہ دل لہو لہو ہے

اے قدرتِ ثانیہ کے مظہر!
تو کتنا حسیں ہے ، خوبرو ہے

سرشار ہے جو ہے تیرا خادم
شرمندہ ہے جو ترا عدو ہے

خاموش! مقام ہے ادب کا
آقا مرا محوِ گفتگو ہے
سرشار ہوں پی کے میں بھی مضطرؔ
پھر سے وہی جام ہے ، سبو ہے

مکرم ڈاکٹر محمد صادق جنجوعہ صاحب

کیا کبھی باغوں میں دیکھا آپ نے ایسا شجر
جو ثمر ، شجر خلافت کی طرح ہو دے رہا
یہ شجر ایسا ہے جس کو پا کے ملتا ہے خدا
حق تعالیٰ کی طرف جانے کا ہے یہ واسطہ
اے خدا توفیق دے ہم کو اسی کو تھام لیں
اب نہیں جاتا کوئی منزل کو رستہ دوسرا

سو سال پہلے!

مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ، اسلام آباد

جو دل تھے بیابان سو سال پہلے!
ہوئے وہ گلستان سو سال پہلے!

ہوئی اذنِ ربی سے قائم خلافت
خدا کا تھا فرمان سو سال پہلے!

سمعنا اطعنا کی برکت نہ پوچھو
کیا اس نے یکجان سو سال پہلے!

خلافت جو وحدت کا عنواں بنی ہے
تھی وحدت کا عنوان سو سال پہلے!

تمہیں قدرتِ ثانیہ ہو مبارک
مسیح کا تھا فرمان سو سال پہلے!

یہ حیراں پریشاں سے دُشمن ہمارے
یونہی تھے پریشان سو سال پہلے!

جو ہم باندھتے ہیں بزرگوں نے باندھا
وہی عہد و پیمان سو سال پہلے!

خلافت خدا کا ہے فضلِ مسلسل
ہوا تھا یہ احسان سو سال پہلے!

ہماری وفا پر ہے حیران دُنیا
یونہی تھی یہ حیران سو سال پہلے!

ہماری طرح ہی تھے آباء ہمارے
خلافت پہ قربان سو سال پہلے!

عطا فضلِ رب سے ہوئے ہیں جو ساماں
نہیں تھے یہ سامان سو سال پہلے!

خلافت ، جماعت ، جماعت ،خلافت
یونہی تھے یہ یکجان سو سال پہلے!

خدا ہے نگہباں جماعت کا عرشیؔ
خدا تھا نگہبان سو سال پہلے!

مکرم اسحٰق ظفر صاحب

اعجاز ہے خالق کا کرم اور عطا بھی
تازہ ہی لگا ہر گھڑی بستانِ خلافت
انعام ہے اللہ کا اے چاہنے والو
کرتی ہے ہر دور میں احسان خلافت

صد سالہ جشنِ خلافت احمدیہ

مکرم عطاء کریم شاد صاحب

کڑی دھوپ تھی پر ہمارے لئے ، خدا کی محبت کا سایہ رہا
لہو دے کے لَو کو بڑھاتے رہے ، چمن دل کا یوں جگمگایا رہا
پہاڑوں سے ٹکرا کے بڑھتے رہے ، جنوں ایک سر میں سمایا رہا
خلافت کی صورت ہمارے لئے ، سدا ابرِ رحمت ہی چھایا رہا
چلو روح پرور سی تانیں اٹھائے ، یہ تائیدِ حق کے ترانے سنائیں
خدا کی عنایت پہ سر کو جھکائے ، یہ صد سالہ جشنِ خلافت منائیں

وہ قدوسیوں کا گروہِ حزیں ، جسے نورِ دیںؓ نے سہارا دیا
وہ محمودؓ سالار بن کے چلا ، سدا بڑھتے رہنے کا یارا دیا
ستم سے جو تھے چُور پھر جی اٹھے ، جو ناصرؒ نے ہنس کر اشارہ دیا
عدو کے ستم جب بھنور بن گئے تو طاہرؒ نے بڑھ کر کنارہ دیا
اب آیا وفا کے قرینے سکھانے ، چلو عہد مسرورایدہ سے ہم نبھائیں
خدا کی عنایت پہ سر کو جھکائے ، یہ صد سالہ جشنِ خلافت منائیں

جو حق کی نداء قادیاں سے اٹھی ، وہ ہر سو فضاؤں میں لہرا گئی
براہین کا لشکر جو لے کے چلی ، تو ادیانِ باطل کو لرزا گئی
الٰہی نوشتوں میں تحریر تھا ، زمیں کے کناروں سے ٹکرا گئی
اُفق در اُفق یوں پلٹتی رہی ، زمیں ضربِ صوتی سے تھرا گئی
ندائے خلافت ہے آوازِ مہدی ، **سمعنا ، اطعنا** کا نعرہ لگائیں
خدا کی عنایت پہ سر کو جھکائے ، یہ صد سالہ جشنِ خلافت منائیں

مکرمہ شگفتہ عزیز شاہ صاحبہ، اسلام آباد

مسرور کیا ہے ہمیں مسرور ہی رکھنا
ہر رنج و مصیبت سے سدا دُور ہی رکھنا
پیمانہ عرفان پلا کر میرے پیارے
مسحور ہی رکھنا ہمیں مخمور ہی رکھنا

قدرت ثانیہ

مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ

فضل ربّی سے ہے ہم پہ سایہ فگن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ
کر دیا ساری دنیا کو اپنا وطن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ

وعدۂ دائمی کا بھی دن آ گیا عہد ایفاء ہوا
ایک اک لفظ پورا ہوا من وعن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ

ہاتھ سے ہم پہ ڈالی خدا نے ردا گود میں لے لیا
رحمتوں کے سمندر میں ہم غوطہ زن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ

ظلم کی آندھیوں سے نہیں کچھ زیاں ۔ سر پہ ہے سائباں
اپنے سر کی رِدا، تن کا ہے پیرہن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ

ہم نے خوں سے لکھی داستانِ وفا وقت خود ہے گواہ
ہم نے ہر گام چومے ہیں دار و رسن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ

مال و جاں سب خلافت پہ کر دو فِدا ہے یہ سودا کھرا
دین کی شان ہے دیں کا ہے بانکپن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ

جھوٹی خوشیاں مخالف کی پامال ہیں، غم کے جنجال ہیں
اپنے چاروں طرف اک حصارِ امن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ

ہم جو بے گھر ہوئے تھے خدا کے لئے فضل اس نے کئے
ساری دنیا بنی اپنے گھر کا صحن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ

قرب پانے کا میداں تھا خالی پڑا، کام تھا پَر کڑا
عشق کے تو نے ہم کو سکھائے چلن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ

پڑھ کے کلمہ جو باندھا ہے عہدِ وفا یاد ہے بخدا
اپنے ہر قطرۂ خوں میں ہے موجزن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ

نیک فطرت جو تھے کھنچ کے خود آ گئے زندگی پا گئے
لگ گئی سب کو عشقِ خدا کی لگن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ

اس مکاں میں بہت چین و آرام ہے۔ عشق ہی کام ہے
دور کرتی ہے سارے غموم و حزن قدرتِ ثانیہ قدرتِ ثانیہ

مکرم انور ندیم علوی صاحب

ہے محبت کا کرشمہ فاصلوں کے باوجود
ایک لمحہ میں اسے اور وہ مجھے بھولا نہیں

وہ بہاروں کا پیمبر وہ محبت کا سفیر
کتنے ہی موسم ہیں بدلے وہ مگر بدلا نہیں

پُرنور خلافت کا دیا

مکرم مبارک صدیقی صاحب

گزرے ہوئے سو سال کی تاریخ گواہ ہے
سائے کی طرح سایہ فگن ہم پہ خدا ہے
اور رات جو آئے بھی تو پروانوں کو غم کیا
جلتا ہوا پُرنور خلافت کا دیا ہے

قانون بنائے ہیں بہت اہلِ ستم نے
اب لے نہ کوئی اُن کے سوا نام خدا کا
ان سادہ مزاجوں سے کوئی جا کے یہ پوچھے
بندے بھی کبھی روک سکے کام خدا کا
ساتھ اپنے محمدؐ کی مسیحا کی دعا ہے
گزرے ہوئے سو سال کی تاریخ گواہ ہے

سجدوں میں لُٹا دیتے ہیں اشکوں کے نگینے
دنیا کے خداؤں سے شکایت نہیں کرتے
کچھ اور بڑھا دیتے ہیں لَو اپنے لہو میں
ہم تیز ہواؤں سے شکایت نہیں کرتے
کردار کی عظمت کو سدا اونچا کیا ہے
گزرے ہوئے سو سال کی تاریخ گواہ ہے

آتی ہے صدا روز شہیدوں کے لہو سے
یہ دیپ ہواؤں سے بجھائے نہ بجھیں گے
قسمت کا لکھا پڑھ نہیں سکتے ہو تو سُن لو
اک دیپ بجھاؤ گے تو سو اور جلیں گے
مانے نہ کوئی مانے مگر ایسا ہوا ہے
گزرے ہوئے سو سال کی تاریخ گواہ ہے

زندان میں بیٹھا ہوا قیدی کوئی بولا
تسلیم ہے مجھ کو کہ مرا جرم وفا ہے
ہاتھوں پہ مرے زخم جو تم دیکھ رہے ہو
ٹوٹے ہوئے شیشوں کو اٹھانے کی سزا ہے
یہ جرم اگر ہے تو سرِ عام کیا ہے
گزرے ہوئے سو سال کی تاریخ گواہ ہے

جو لوگ جلادیتے ہیں اوروں کا نشیمن
وہ لوگ کبھی چین سے سویا نہیں کرتے
اور جن کا نگہبان ہمیشہ سے خدا ہو
گرداب ، سفینے وہ ڈبویا نہیں کرتے
طوفان بھی کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا ہے
گزرے ہوئے سو سال کی تاریخ گواہ ہے

کچھ اس لئے ہجرت بھی ضروری تھی ہماری
اُس شہرِ ستم گر میں جفا کار بہت تھے
کچھ اُن کو بھی نفرت سے عقیدت تھی زیادہ
کچھ ہم بھی محبت کے پرستار بہت تھے
پہلے سے کہیں بڑھ کے ہمیں اس نے دیا ہے
گزرے ہوئے سو سال کی تاریخ گواہ ہے

برکت ہے خلافت کی کہ اک ہاتھ پہ یارو
لاکھوں ہیں کروڑوں ہیں جو اِک جان ہوئے ہیں
طوفان کی مرضی تھی اُجڑ جائیں یہ لیکن
بُوٹے جو لگائے تھے گلستان ہوئے ہیں
سب اس کی عطا ، اس کی عطا ، اس کی عطا ہے
گزرے ہوئے سو سال کی تاریخ گواہ ہے

مکرم خلیل احمد خلیل صاحب کراچی

زیر سایہ آ گئے ہیں جو خلافت کے خلیل
پہلے زرے تھے وہ اب روشن ستارے ہیں تمام

خلافت جوبلی کا مبارک سال2008

مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب

خلافت جوبلی کا سال ہم سب کو مبارک ہو
ہمارے واسطے یہ سال رحمت ہو بشارت ہو

خلیفہ وقت مرکز میں نرالی شان سے جائیں
جماعت کے لئے یہ سال مولیٰ کی کرامت ہو

ہماری مشکلیں سب دور ہوں مولیٰ کی رحمت سے
کُھلیں جب در ترقی کے خدا کی خاص نصرت سے

مسیحِ وقت پر بھٹکے ہوئے ایمان لے آئیں
خدا کھولے صداقت ان پہ اپنے دستِ قدرت سے

دعا مومنؔ کی ہے یہ سال ہم پر رحمتیں لائے
ہمارے دین و دنیا میں نمایاں برکتیں پائے

رشکِ قمر دیکھتے رہے

مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب

ہم اپنا انتخابِ نظر دیکھتے رہے
روحِ روانِ قلب و جگر دیکھتے رہے

لوگ آسماں پہ چاند اگر دیکھتے رہے
ہم بھی تو اپنا ''رشکِ قمر'' دیکھتے رہے

وہ آئے اور پھول بکھیرے ، چلے گئے
سب پیار کی نظر سے ادھر دیکھتے رہے

ہم سب رہے ہیں مہر بلب شوقِ دید میں
جب تک وہ بار بار ادھر دیکھتے رہے

رعبِ جمال وحسن سے ہم ان کی بزم میں
کچھ کر سکے نہ بات مگر دیکھتے رہے

ہم تو رواں ہیں منزلِ مقصود کی طرف
کچھ لوگ دور گردِ سفر دیکھتے رہے

باطل کے لشکروں کے مقابل پہ آج تک
دینِ خدا کی فتح و ظفر دیکھتے رہے

انجام ہر عنید کا ہر سُو ہے آشکار
ہم ہر عدو کو خاک بسر دیکھتے رہے

مقبول و مستجاب ہوا دل کا اضطرار
ہر لحظہ ہم دعا کا اثر دیکھتے رہے

سر پر مدام یورشِ آفات دہر میں
تائید ایزدی کی سِپر دیکھتے رہے

ان کا خطاب موجبِ تسکینِ جاں ہوا
برسا خدا کا نور جدھر دیکھتے رہے

گزری ہے شاؔد عمر مری انتظار میں
ہم راہ ان کی شام و سحر دیکھتے رہے

مکرم ظہور احمد ناصر صاحب

خلافت کی امامت کا محافظ رب رحماں ہے
قبا یہ اس نے اب مسرور احمد کو پہنائی ہے
کریں گے ہم اطاعت ان کی ناصر اب دل و جاں سے
خلافت کی اطاعت میں ہی ساری پارسائی ہے

آنے والے سے عہدِ نو

مکرمہ احمدی بیگم صاحبہ، لاہور

اے خدائے ذوالمنن اے مالکِ کون و مکاں
اپنے وعدے پورے کرتا آیا ہے تو ہر زماں

جب خلافت کا امیں رخصت اچانک ہو گیا
ایک عالم خوف کا ہم پر مسلّط ہو گیا

پر مرے مولا ترے وعدے تو ٹل سکتے نہیں
ہر دلِ رنجور کو تھا تیرے وعدوں پر یقیں

نور کی پھوٹی کرن اور 'بند دروازہ کھلا'
دے کے پھر مسرُور ایدہ تو نے امن قائم کر دیا

اک طرف تھا رنج اور تھی دوسری جانب خوشی
یہ تسلسل کی کڑی تھی جس نے بخشی تھی خوشی

آنے والے کے لئے دل فرشِ راہ ہم نے کئے
اور دعاؤں سے گُندھے پھر ہار لے کر ہم بڑھے

اشکبار آنکھیں تھیں اپنی ، دل عزائم سے تھے پُر
حمد کے لب پر ترانے ، آنکھ میں نورِ سحر

آنے والے سے دوبارہ عہد تازہ پھر کیا
آنے والے آ خوشی سے مرحبا صد مرحبا

ہر قدم پر ساتھ ساتھ اپنے ہمیں تُو پائے گا
نقدِ جاں حاضر رہے گی ہر وفا تو پائے گا

محترمہ شہناز اختر صاحبہ

خلافت کی غلامی ہے ضمانت تیری قربت کی
ہمیں بھی اس کے قدموں کی ہمیشہ خاکِ پا رکھنا
اگر نورِ نبوت سے منور جگ کو کرنا ہے
تو روشن ہر جگہ ہر دم خلافت کا دیا رکھنا
اگر ہے تم کو ملنا اوّلیں سے ! آخریں ہو کر
خلافت کی امانت سے دلوں کو آشنا رکھنا
کلیساؤں کی دنیا کی صلیبیں جس نے توڑی ہیں
ہمارے سر پہ اس مہدی کی تو ہر دم رِدا رکھنا

نغمۂ تہنیت

مکرم جمیل الرحمٰن صاحب، ہالینڈ

اقلیمِ دِل تجھے ہو مبارک اے شہر یار
قربان مال و آبرو تجھ پر ہزار بار
ہو اذن تو یہ جاں بھی کریں تجھ پہ ہم نثار

رُوحِ وفا کو روحِ خلافت سے پیار ہے
چُن لے جسے خدا وہی جانِ بہار ہے
اب اے گلِ چمن ترے دم سے ہے سب نکھار
اقلیم دِل تجھے ہو مبارک اے شہرِ یار

پایا تجھے تو راہِ جنوں میں دیئے جلے
چاہا تجھے تو شاخِ دعا پر ثمر لگے
یہ عشق ہے اور عشق پر کس کو ہے اختیار
اقلیمِ دِل تجھے ہو مبارک اے شہرِ یار

تیرے قدم اٹھیں تو سمٹ جائے یہ جہاں
تیرے جلو میں گامزن افواجِ قدسیاں
تیری دعا کرے گی پھر جالوت کو شکار
اقلیم دِل تجھے ہو مبارک اے شہرِ یار

جب سے زبانِ یار میں تُو بولنے لگا
من میں اٹھی وہ لہر کہ تن ڈولنے لگا
جادو ہے گفتگو تری ، لہجہ فسوں شعار
اقلیم دِل تجھے ہو مبارک اے شہریار

بارِ حیا سے پلکیں تری اس طرح جھکیں
خلوت میں جیسے قربتیں سرگوشیاں کریں
اے نورِ حسن جاوداں ، یزداں کے رازدار
اقلیم دِل تجھے ہو مبارک اے شہریار

جب ہونٹ مسکرائے ترے دھوپ کھل گئی
تجھ سے نظر ملی تو ہمیں زندگی ملی
تیرا وجود ہم پہ ہے احسانِ کردگار
اقلیم دِل تجھے ہو مبارک اے شہریار

مکرمہ شاہدہ سیّد صاحبہ

میرے امام کی ہوں دعائیں سبھی قبول
اپنی عطا سے ان کو بے حد و بے شمار دے

مکرم ڈاکٹر عبدالکریم خالد صاحب

تجھ سے مِلی ہے ہم کو ابد تاب زندگی
تجھ پر ہوئی ہے ختم خلافت کی اِک صدی

تو ہے تو ہم ہیں کار گہہِ جاں میں مستعد
تجھ سے لہو میں رنگ ہے دِل میں شگفتگی

تجھ کو خُدا نے خَلق کیا اہتمام سے
تجھ میں جَھلک ہے مہدئ دوراں کے نور کی

پیکر ترا تراش کے آئینہ کر دیا
آواز میں تری ہے فرشتوں کی راگنی

خوشبو کہاں سے آئی کہ حیراں ہوا چمن
نکہت ترے وجود کی گلشن میں آگئی

اِک بار جو کیا ہے اِرادہ ، ٹلا نہیں
تو نے یہ بازی جیت کے ہاری نہیں کبھی

سُن کر ترے خطاب جلالت مآب کو
خستہ تنوں کو ایک نئی زندگی ملی

خالدؔ مجھے خلافتِ حقّہ سے پیار ہے
اِس کے لئے ہی وقف ہے میری یہ شاعری

خلافت فضلِ ربّانی

مکرم منیر احمد ریحان صاحب صابر

خلافت نعمتِ اولیٰ ، خلافت فضلِ ربانی
خلافت ظل نبوت کا ، خلافت نورِ سبحانی

خدا نے اپنے پیاروں سے کیا وعدہ وفا اپنا
ہوئی ظاہر خلافت کی رِدا میں قدرتِ ثانی

خلافت اس کو ملتی ہے خدا جس کے لئے چاہے
خلافت رحمتِ یزداں ، خلافت عکسِ رحمانی

خلافت بحرِ طوفاں میں امیدوں کا سہارا ہے
خلافت گوہرِ مقصد ، جہاں داری ، خدادانی

خلافت ڈوبتی ناؤ کو لاتی ہے کنارے پر
خلافت میں نمو پاتے نہیں افکارِ شیطانی

خلافت کی ضیاء پاشی سے دل تسکین پاتے ہیں
خلافت ثبت کرتی ہے دلوں میں نقشِ ایمانی

خلافت کی ردا ہم پر رہے سایہ فگن صابرؔ
کہ حاصل ہو ہمیں علم و عمل کی بھی جہانبانی

صد مبارک صدی

مکرم عطاء کریم شاد صاحب

آخریں پر رہے ، اے خدا یہ کرم
ہم کو سوئے ہدیٰ ، ہم کو سوئے حرم
لے کے چلتی رہے ، قدرتِ ثانیہ
قدرتِ ثانیہ ، قدرتِ ثانیہ

نور و محمود کے جسدِ پُرنور میں
ناصر و طاہر و ماہِ مسرور میں
یونہی ڈھلتی رہے ، قدرتِ ثانیہ
قدرتِ ثانیہ ، قدرتِ ثانیہ

ہے رواں کارواں ، پر کڑا ہے سفر
اے خدا! تھام کر یہ لوائے ظفر
یونہی بڑھتی رہے ، قدرتِ ثانیہ
قدرتِ ثانیہ ، قدرتِ ثانیہ

ہم چلے آئے ہیں ، سُن کے حق کی ندا
اب ہمیں باوفا ، باصفا ، باخدا
یونہی کرتی رہے ، قدرتِ ثانیہ
قدرتِ ثانیہ ، قدرتِ ثانیہ

تھا صدی کا سفر بھی دعا کا اثر
اے خدائے مسیح الزماں اور کر
یوںہی پھلتی رہے ، قدرتِ ثانیہ
قدرتِ ثانیہ ، قدرتِ ثانیہ

صد مبارک صدی ، اے گروہِ صفا
نہ ہو خوفِ عدو ، نہ خدا ہو خفا
شاد کرتی رہے ، قدرتِ ثانیہ
قدرتِ ثانیہ ، قدرتِ ثانیہ

مکرم عبدالعزیز منگلا صاحب

خلافت باعث تسکینِ جاں ہے
محبت کا یہ بحر بیکراں ہے
خلافت ضامنِ تجدید دیں ہے
خلافت کاشفِ شرع متیں ہے

اس دلربا کی چاہت

مکرم ڈاکٹر عبدالکریم خالد صاحب

اُس دلربا کی چاہت محسوس کرکے دیکھو
اے واقفانِ اُلفت محسوس کرکے دیکھو

اِک چاند سا سماں ہے وہ چہرۂ مبارک
اُس نور کی حلاوت محسوس کرکے دیکھو

وہ کون سی کشش ہے جو تم کو کھینچ لائی
دو چار دن کی قربت محسوس کرکے دیکھو

بھر لو ! مشام جاں میں خوشبوئے ناز پرور
اس کا وجودِ نکہت محسوس کرکے دیکھو

میرے لئے وہ کیا ہے ممکن نہیں بتانا
اِک جذبۂ محبت محسوس کرکے دیکھو

یوں تو وہ آدمی ہے لیکن گلاب جیسا
وہ پیکرِ صباحت محسوس کرکے دیکھو

ہاتھوں میں ہاتھ لے کر آنکھوں سے تم لگا لو
دستِ گداز راحت محسوس کرکے دیکھو

اس کا بیاں بلاغت دھیرے سے دل میں اترے
اس کی زباں فصاحت محسوس کرکے دیکھو

مسرور نام اس کا کرتا ہے شاد دل کو
اس نام کی لطافت محسوس کرکے دیکھو

خالؔد مدح میں اس کی یہ لفظ ہیں نگینے
ہر شعر سرو قامت محسوس کرکے دیکھو

مکرم سیّد طاہر احمد زاہد صاحب

زمانے کے طوفان اور آندھیوں میں
یہی وہ شجر ہے جو پھولا پھلا ہے
خلافت وہ جھونکا ہے بادِ صبا کا
کہ صحرا کو بھی جس نے دریا کیا ہے
خلافت ہی وہ نور انسانیت ہے
کہ جینے کا جس نے سلیقہ دیا ہے

خلافت

محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

اخلاص ہے دستورِ غلامانِ خلافت
تسلیم سے مشروط ہے پیمانِ خلافت

انکارِ خلافت تو ہے ابلیس کا شیوہ
ہے حزبِ ملائک تو ثناء خوانِ خلافت

ہر دور میں مبعوث خلیفہ ہوئے لیکن
نبیوں کا ہے سردار ہی سلطانِ خلافت

یہ لعلِ نبوّت تو ہے اک گوہرِ یکتا
بعد اس کے گراں مایہ ہے مرجانِ خلافت

استادؐ سے شاگردؑ نے وہ فیض ہے پایا
وہ شانِ نبوت ہے تو یہ جانِ خلافت

ہے باغِ نبوت کا ہی اک نخلِ ثمردار
اس گل کا ہی تو تخم ہے ریحانِ خلافت

اعدائے خلافت تو نگوں سار ہوئے ہیں
ہیں نغمہ سرا زمزمہ پیرانِ خلافت

پڑتے ہیں شریروں پہ ہی خود ان کے شرارے
ہے ربِّ خلافت ہی نگہبانِ خلافت

ہر ایک کو اس سائے میں ملتی ہیں پناہیں
ہے کتنا وسیع دیکھو تو دامانِ خلافت

ہر ذات کی پہچان ہر اک بات کا اِدراک
ہے فضلِ خدا شاملِ وجدانِ خلافت

اے تخت نشینو! جو بصیرت ہے تو دیکھو
کس پائے کا ہے تختِ سلیمانِ خلافت

ہے اہلِ وفا کی یہ محبت کا تقاضا
ہوتی رہے پابندیٔ فرمانِ خلافت

تا روزِ قیامت رہے جاری مرے مولا
خوش بختی کا یہ دور یہ فیضانِ خلافت

مکرم آفتاب احمد اختر صاحب

خلافت کی اطاعت تو ہے اک گنجِ گراں مایہ
خلافت کے بنا بے کار سب اسباب سرمایہ

اِک نظر کا صدقہ

مکرم رشید قیصرانی صاحب

مِرا معتبر حوالہ کوئی ہے تو بس یہی ہے
تِری اِک نظر کا صدقہ مِری ساری زندگی ہے

کہیں چاند رُت نے چھیڑا تِری دِلبری کا قصہ
کہیں پھول کی زبانی تِری بات چل پڑی ہے

ترے رُخ کی روشنی میں کبھی رات مسکرائی
ترے سائے کی بدولت کبھی دھوپ سانولی ہے

ترے چشم ولب کے صدقے مرے سَت سُروں کے سائیں
کہیں حرفِ دوستی ہے کہیں رسمِ نغمگی ہے

بڑی رونقیں ہیں جاناں تری چاہتوں کے ڈیرے
کہیں مست مست میلے، کہیں جشنِ آگہی ہے

مرے خواب کا مسافر کہیں پھر پلٹ نہ جائے
یہی سوچ کر ہمیشہ مری نیند جاگتی ہے

مرے شہرِ جاں کے یوسف کوئی بھیج اب نشانی
تری راہ تکتے تکتے مری آنکھ بجھ گئی ہے

مرا مرکز، مرا محور، خلافت ہے مرے آقا!

مکرم ڈاکٹر عبدالکریم خالد صاحب

ترے لمسِ عقیدت کی عنایت ہے مرے آقا
کہ اَب دل میں فقط تیری محبت ہے مرے آقا

زہے قسمت کہ دیکھا ہے تجھے تیرے قریب آ کر
مگر آگے بہت لمبی مسافت ہے مرے آقا

تجھے پا کر محبت نے کچھ ایسا رنگ پکڑا ہے
ذرا دِل کا دھڑکنا بھی قیامت ہے مرے آقا

اگر تیرا اشارہ ہو تو تن مَن دَھن لٹا دوں سب
مرا مقصد تو بس تیری اطاعت ہے مرے آقا

میں حاضر ہوں مرے دلبر یہ جاں حاضر یہ دل حاضر
ترے قدموں میں سر رکھنا سعادت ہے مرے آقا

مجھے غیروں سے کیا لینا مجھے دنیا سے کیا ڈرنا
مرا مرکز، مرا محور ، خلافت ہے مرے آقا

عُدو کی بدزبانی پر قلم تلوار کردوں میں
مگر اس کو دُعا دینے کی عادت ہے مرے آقا

جشنِ تشکّر

مکرمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

آؤ! محبتوں کے ترانے سنائیں ہم
بغض و عناد و کینہ سے دامن چھڑائیں ہم
آؤ !کہ سب کدورتوں کو بھول جائیں ہم
عہدِ وفا جو باندھا ہے اس کو نبھائیں ہم
کچھ اس طرح سے جشنِ تشکر منائیں ہم
آؤ! کہ آج جشنِ تشکر منائیں ہم

قدرت کا اسکی دائمی انعام ہے ملا
اسکی جناب سے ہمیں اکرام ہے ملا
عشق و وفا کی مے سے بھرا جام ہے ملا
آؤ یہ جام اہلِ جہاں کو پلائیں ہم
کچھ اسطرح سے جشنِ تشکر منائیں ہم
آؤ کہ آج جشنِ تشکر منائیں ہم

دل پہ رقم وفاؤں کی تحریر بھی تو ہو
سینے پہ نقشِ یار کی تصویر بھی تو ہو
قربانیاں ہوں ، جذبۂ شبیر بھی تو ہو
بس اِک زبان سے ہی نہ نعرے لگائیں ہم

کچھ اس طرح سے جشنِ تشکر منائیں ہم
آؤ کہ آج جشنِ تشکر منائیں ہم

تیرہ شبی ہے چار سو ، ظلمت کا ہے وفور
گر کوئی نور ہے تو خلافت کا بس ہے نور
اِسکے ہی دم سے اُس کی تجلی کا ہے ظہور
بڑھتا رہے یہ نور کریں یہ دعائیں ہم
کچھ اس طرح سے جشنِ تشکر منائیں ہم
آؤ! کہ آج جشنِ تشکر منائیں ہم

اُس یارِ بے مثال کا دیدار ہو نصیب
ذوقِ دعا و لذتِ گفتار ہو نصیب
اسکی رضا نصیب ہو اور پیار ہو نصیب
اب کجروی کو نفس کی اپنے مٹائیں ہم
کچھ اس طرح سے جشنِ تشکر منائیں ہم
آؤ! کہ آج جشنِ تشکر منائیں ہم

ہم میں بھی کوئی حاملِ حق الیقین ہو
ہر دور میں کوئی نہ کوئی نورِ دینؓ ہو
فضلِ عمرؓ ہو ، ناصرؒ دینِ متین ہو
طاہرؒ سا بن کے جذبے دلوں کے لٹائیں ہم
کچھ اس طرح سے جشنِ تشکر منائیں ہم
آؤ! کہ آج جشنِ تشکر منائیں ہم

میرے حضور حضرتِ مسرور زندہ باد
حق نے کیا ہے آپ کو مامور زندہ باد
عصرِ رواں کے ناصر و منصور زندہ باد
پیچھے ترے قدم بہ قدم بڑھتے جائیں ہم
ہر گام پہ خلوص کی شمعیں جلائیں ہم
کچھ اس طرح سے جشنِ تشکر منائیں ہم
آؤ! کہ آج جشنِ تشکر منائیں ہم

★ ★ ★ ★ ★

مکرم مبارک احمد عابد صاحب

ہماری سر بلندی ہے فقط اس کی غلامی میں
ہماری ہر فضیلت ہے اسی دستار والے سے
یہ وہ چھتری ہے چھائی ہے جو دنیا کے کناروں تک
یہ وہ چشمہ ہے جو روکے نہیں رکتا ہمالے سے
یہ صد سالہ مئے عرفاں کی وہ بزم ہے عابد
کہ دنیا ہے سنور جاتی یہاں ہر ایک پیالے سے

خیر کا سر چشمہ

مکرمہ امتہ الباری ناصر صاحبہ

سو سال خلافت جو تسلسل سے رواں ہے
دراصل مسیحا کی صداقت کا نشاں ہے
انعامِ خداوندی ہے یہ دوسری قدرت
یہ سورۂ النورؔ میں قرآں کا بیاں ہے
اب عافیت و امن کا منبع ہے خلافت
دنیا کے مفاسد سے اماں ہے تو یہاں ہے
اس ڈھال کے پیچھے ہی ہر اک فتح و ظفر ہے
اب دین کی واللہ خلافت میں ہی جاں ہے
بنیاد ہیں اس قصر کی پُر درد دعائیں
اخلاص و محبت کا نرالا ہی سماں ہے
پیوستگی اس پیڑ سے ضامن ہے بقا کی
سچ ہی تو کہا جاتا ہے جاں ہے تو جہاں ہے
بیعت نے اُبھارا ہے نیا رنگِ عقیدت
اس دور میں یہ رنگ کہیں اور کہاں ہے
ہے خیر کا سر چشمہ دعاؤں کا ادارہ
یہ دل ہے خلیفہ کا یا تقویٰ کا مکاں ہے

خلافت باعثِ تمکینِ دیں ہے

مکرم مبارک ظفر صاحب

حکومت نہ تو کوئی بادشاہت
جو دے گی عدل تو دے گی خلافت
یہ ہے تکمیلِ شرع دیں کا موجب
خلافت ہے نبوت کی نیابت
نصیبوں میں فقط ہے صالحیں کے
خلافت مومنوں کی ہے وراثت
خلافت باعثِ تمکینِ دیں ہے
اسی سے پائے گا ایمان طاقت
وہ قائم ہو چکی سوسال پہلے
کہ جس کی تھی نوشتوں میں بشارت
یہی عروہ یہی حبل اللہ ہے
ہے پنہاں اس میں ہی امّت کی وحدت
جنہوں نے اس کو اپنی ڈھال جانا
انہی کو ہے حفاظت کی ضمانت
مقدّر اِن کا ہے گردابِ ظلمت
کریں وہ جس قدر بھی اب ریاضت
خدا کا فضل ہے ہم آخریں پر
ہمیں بخشی گئی ہے یہ سعادت

نہیں اشعار کی بازی گری سے
جھکیں گے سر تو پھر ہو گی اطاعت
لبِ مسرور نے مژدہ سنایا
رہے گی تا قیامت اب خلافت
اگر خواھی دلیلِ عاشقیں باش
خلافت ھست برھانِ خلافت
نبھائیں گے ظفر عہدِ وفا کو
کیا ہے جو سرِ تختِ خلافت

★ ★ ★ ★ ★

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب

تیرا آنا قدرتِ قادر کا اِک زندہ نشاں
کارواں بڑھتا چلے گا ہر زمان و ہر مکاں
نصرتِ مولا کا وعدہ عرش سے تیرے لئے
تیرے پیاروں کی دعائیں ساتھ تیرے ہر زماں

تجھ سے محبت کی ہے

مکرم لئیق احمد عابد صاحب

یہ جو ہر شخص نے خود اپنی تلاوت کی ہے
ساری برکت یہ مرے یار خلافت کی ہے

نورؓ و محمودؓ کو ، ناصرؒ کو جو طاہرؒ کو ملی
وہی مولا نے سپرد آپ کے خلعت کی ہے

تجھ کو دِل نقد دیا تجھ سے محبت کی ہے
ہم نے مسرور ترے ہاتھ پہ بیعت کی ہے

میرے ہونٹوں کی ہنسی اب نہ چُرا پاؤ گے
مجھ پہ مسرور نے کچھ ایسی عنایت کی ہے

فرش پہ سجدہ کیا عرش پہ پہنچی ہے نماز
دیکھو اِس شخص نے یہ کیسی عبادت کی ہے

آؤ دربارِ خلافت میں وفا پیش کرو
یہاں قیمت کوئی دولت کی نہ رنگت کی ہے

اپنے اعمال کو تقویٰ سے سجا کر لاؤ
میرے آقا نے یہی ہم کو نصیحت کی ہے

جس کی چاہت ہمیں لے جائے گی تیرے در تک
اُس ترے چاہنے والے سے محبت کی ہے

اے خُدا حشر تلک وعدہ نبھاتے رہنا
ہم نے تیری، تیرے مُرسل کی اِطاعت کی ہے
سارے بُت توڑ دیئے شِرک سے نفرت کی ہے
تیرے عابد نے فقط تیری عبادت کی ہے

مکرم ڈاکٹر عبدالکریم خالد صاحب

نبوت کا فیضِ رساں ہے خلافت
زمیں پر خدا کا نشاں ہے خلافت
سکھایا ہمیں زندگی کا قرینہ
جماعت ہے جسم اور جاں ہے خلافت
یہ ابرِ کرم بن کے برسی زمیں پر
زمیں کے لئے آسماں ہے خلافت

خلافت سے وفا

مکرم عبدالسلام عارف صاحب

خلافت جوبلی ہے زندگی تسخیر کر لینا
ہر اک روحانیت کے خواب کی تعبیر کر لینا

سنو اے رہروان فاتحِ عالم کے میخوارو!
کوئی اخلاق کا تازہ جہاں تعمیر کر لینا

لگا کر جان کی بازی خلافت کے لئے ہر دم
رضائے حق تعالیٰ کی کوئی تدبیر کر لینا

سنبھل جانا ذرا یارو متاعِ جاں کی آمد ہے
تمنّا کی ہر اِک چادر پہ اِک تصویر کر لینا

خلافت کی طلب صدیوں سے ہی میراث ہے اپنی
خلافت سے وفا آئندہ کی جاگیر کر لینا

خلافت آسماں کا فیض ہے نورِ نبوت ہے
خلافت سے ہی اب وابستہ ہر تقدیر کر لینا

اٹھو کھاؤ قسم دامن خلافت کا نہ چھوڑو گے
اطاعت کی تم اس کے گرد اک زنجیر کر لینا

حوادث میں جو کشتیٔ نوح میں بیٹھے ہو تم عارفؔ
تو پھر اعمال بھی زیتون اور انجیر کر لینا

میرِ کارواں

مکرم یونس احمد خادم صاحب

مجھے کیا خوف دنیا سے مجھے کیا غم حوادث کا
میرے سر پہ ہے اب تک سائباں قائم خلافت کا

خدا کی خاص ہے نظرِ عنایت آج کل جس پہ
ہماری گردنوں میں ہے جوأ اس کی اطاعت کا

وہ ہر فردِ جماعت کے دلوں کی دھڑکنوں میں ہے
خزینہ ہے دعاؤں کا ، محافظ ہے جماعت کا

دل وجاں سے میری وابستگی اِک ناخدا سے ہے
بھنور میں آنہیں سکتا سفینہ میری قسمت کا

خدا سے دُور ہوتی جا رہی ہے آجکل دنیا
علَم تھاما ہوا ہے آج تُو نے ہی ہدایت کا

چُنا تجھ کو خدا نے باغبانِ گلشنِ احمد
کہ میرِ کارواں ہے تو مسیحا کی جماعت کا

مسیحِ پاک کے فرمان کا ہر لفظ سچ نکلا
کہ تُو ہے ایک تابندہ نشاں اس کی صداقت کا

نظامِ نو سے وابستہ ہے خادمؔ امن دنیا کا
زمانہ ہے فقط محتاج اب تیری قیادت کا

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے

مکرم فاروق محمود صاحب

لرزتی کپکپاتی اِک جماعت کو سنبھالا تھا
خدا کے ہاتھ نے دشتِ بلا سے خود نکالا تھا
پھر اس کے فضل کا انداز ویسا ہی نرالا تھا
بہت ہی مختصر سی رات تھی اور پھر اُجالا تھا
ہمیشہ سے وہی قدرت عجب جلوے دکھاتی ہے
'خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے'

کبھی سوچا تھا یہ بھی شہر رشکِ بوستاں ہوگا
سنے گا سب جہاں بس آپ کا سحر البیاں ہو گا
غبارِ رہگزر بننا ہی فخرِ کہکشاں ہوگا
خلافت کے ہی اب زیرِ نگیں سارا جہاں ہو گا
بدلتے موسموں کی یہ ہوا بھی گنگناتی ہے
'خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے'

نظر میں اِک سمائی مستقل سرکار کی صورت
نہیں ممکن کہ اب بن پائے گی اظہار کی صورت
مرے جذباتِ پنہاں کب ڈھلے اشعار کی صورت
ادب حائل ہے رستے میں مرے دیوار کی صورت
مگر اتنا کہوں درِّثمیں واضح بتاتی ہے
'خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے'

ہوا کے دوش پر آقا ترا دیدار ہو جانا
کئی غافل پڑی روحوں کا یوں بیدار ہو جانا
تری صحبت کو پا کر پھر مع الابرار ہو جانا
خلافت ہی کی برکت ہے مرے اشعار ہو جانا
یہ حبل اللہ ہے جو خالق سے بندے کو ملاتی ہے
'خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے'

ہوس اور خواہشِ دنیا سے وہ آگے گزر آئے
جنہیں لعل و گہر تیرے تبسم میں نظر آئے
چھڑے جو یار کا بس ذکر ہی تو آنکھ بھر آئے
دلوں کی ظلمتوں میں نورِ عرفاں سے سحر آئے
تری اک ڈھال ہے جو سب جماعت کو بچاتی ہے
'خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے'

مکرم ظہور احمد صاحب

خدا کے فضل و احساں سے یہ نعمت جاودانی ہے
یہ وعدہ ہے خدا کا یہ قضائے آسمانی ہے

یہ دولت ہم سنبھالیں گے

مکرم اطہر حفیظ فراز صاحب

خلافت کے امیں ہم ہیں امانت ہم سنبھالیں گے
جو نعمت چھن چکی پہلے وہ نعمت ہم سنبھالیں گے

خلیفہ کے لبوں سے جو گل و جوہر بکھرتے ہیں
بڑے انمول موتی ہیں ، یہ دولت ہم سنبھالیں گے

دسمبر کے مہینے میں جو وصلِ یار ہونا ہے
برس ہا تک نگاہوں میں وہ ساعت ہم سنبھالیں گے

اسی کی رہبری میں یہ فلک تک جو رسائی ہے
قسم مولا کی کھاتے ہیں یہ قامت ہم سنبھالیں گے

جو بازو کٹ گرے اپنے تو دانتوں سے اٹھائیں گے
بہر قیمت لوائے احمدیت ہم سنبھالیں گے

مرے رہبر ! مرے مرشد! ترے خدّام کہتے ہیں
تمہیں چھاؤں میں رکھیں گے تمازت ہم سنبھالیں گے

فراؔز اپنی تو عادت ہے وفا کی راہ میں مٹنا
جہاں تک بس چلا اپنا یہ عادت ہم سنبھالیں گے

خلافت کا رتبہ

مکرم ناصر احمد سیّد صاحب

دیکھئے معجزہ خلافت کا
زندہ ہے اِک خدا خلافت کا

مر گئے اپنی موت سب شدّاد
ہے مگر سلسلہ خلافت کا

وقت کے جبر میں رہا موجود
ہر نشاں بولتا خلافت کا

چل رہی ہیں ہوائیں تیز مگر
جل رہا ہے دیا خلافت کا

ہر گھڑی ساتھ ہے وہی اس کے
رہنما ہے خدا خلافت کا

ہم تو مر جائیں ایک لمحے میں
گر نہ ہو آسرا خلافت کا

دلنشیں ، دلپذیر ، دلآویز
اِک حسیں دلربا خلافت کا

صدقے جایئے وجود پر اس کے
بار جس سے اٹھا خلافت کا

نیچا ہے ہر مقام دانائی
اونچا ہے مرتبہ خلافت کا

قدر جس نے بھی کی خلافت کی
فیض اس کو ملا خلافت کا

صد سالہ خلافت احمدیہ کا سال

مکرم محمد ہاشم سعید صاحب

احمدی تجھ کو مبارک صد مبارک سالِ نو
احمدیت میں خلافت کے مکمل سال سو

قدرتِ ثانی کے مظہر پانچویں کا دور ہے
پی رہے ہیں ہاتھ سے مسرور کے ہم جامِ نو

جانتے ہو پچھلے سو سالوں میں کیا کیا ہو گیا
اگلے سو سالوں میں کیا ہو جائے گا نکتہ ورو

اک صدی میں ایک سو نوے ممالک میں گئی
دوسری میں احمدیت بستی بستی کُو بکو

مکرمہ شہناز اختر صاحبہ

خلافت ہی کے دم سے بارشِ عرفاں سدا برسے
امام وقت کے خطبے سے پیاس اپنی بجھائی ہے

درِ مسرور تک......

مکرم احمد مبارک صاحب

مجھے رستہ دکھانے کو ستارہ دُور تک پہنچا
کہیں بھٹکا نہیں سیدھا دَرِ مسرور تک پہنچا

تھکے ہارے بدن میں رُوح تک آسودگی اُتری
میں جب اُس باغ کے سیب و اَنار، انگور تک پہنچا

رُخِ انور کو تکنے طالِب و مطلوب سب پہنچے
ہجومِ عاشقاں پہنچا بُتِ مغرور تک پہنچا

ندا ایسی پلٹ کر اَنفس و آفاق سے آئی
اندھیرے سے نکل کر آبشارِ نُور تک پہنچا

زمیں سے آسماں تک حُسن کا شُعلہ لپکتا تھا
جب اُس کے عشق میں جلتا ہوا میں طُور تک پہنچا

مئے عرفانِ تازہ چل رہی تھی اُس کی مجلس میں
پیالہ دَر پیالہ مجھ دلِ مخمور تک پہنچا

زمانہ چل رہا ہے کس قدر بے سمت و بے منزل
مرے مالک تُو اِس کو وقت کے مامور تک پہنچا

خلافت کی شمع

مکرم محمد ہادی صاحب

خلافت کے پرتو میں بیٹھے یہاں
ستاروں سے آگے کا دیکھا جہاں

خلافت کے سو سال پورے ہوئے
مرادیں بر آئیں کِھلے گلستاں

خلافت نبوت کے منہاج پر
خدا کی عنایات کا ہے نشاں

خلافت کے جلوے ہیں کیف آفریں
نگاہوں میں فردوس خنداں نہاں

عقائد معارف حُقائق ہوئے
وجودِ خلافت سے کُھل کر بیاں

فیوضِ خلیفۂ خامس سے اب
فتوحات کا سلسلہ بیکراں

زمینِ خلافت چمکتی رہے
خلافت کا روشن رہے آسماں

خلافت کی ہر شاخ شاداب ہے
خدا کی ہر اک شاخ پر جھلکیاں

معطر جبینِ نظر چار سُو
ہیں اعجاز قدسی کے جلوے عیاں

خلافت کی شمع سے ماہتاب بھی
ہوا سرنگوں ، جھک گئی کہکشاں

مٹاؤ خلافت کے انوار سے
جنم لے چکی ہیں جو گمراہیاں

خلافت کے دامن کو اب تھام لیں
بہت کر چکے ہیں جو من مانیاں

خلافت کے سائے میں ہم گامزن
نہیں دور اب منزلِ ضوفشاں

مبارک کہ اس جوبلی سے ہُوا
خلافت کی برکت کا فیضِ رواں

اسی نور سے جگ پہ روشن ہُوا
وسیع تر مکانِ مسیح الزّماں

اطاعت کے جذبہ سے معمور ہے
نہ ہادی کا لینا کوئی امتحاں

تیرے مسرور نے آ کے مجھے مسرور کیا

مکرم محمود الحسن صاحب، راولپنڈی

دل میں اِک کرب کا طوفان بپا ہے ، اُس کو
ضبطِ تحریر میں لانا ہو تو کیسے لاؤں

حرف و معنی سے شناسائی نہیں ہے ، کیسے
اُس کو حلقۂ زنجیرِ بیاں پہناؤں

مَیں گنہگار و سیہ کار کہاں اور کہاں
تیرا رُتبہ ، تری ہستی ، ترا منصب ، ترا نام

تُو کہ اللہ کا انعام تھا دنیا کے لئے
آج دنیا تجھے روتی ہے مرے پیارے امام

تری ہر بات تھی پیغام رسولِ عربیؐ
تری ہر سانس میں موجود تھے گلہائے درُود

تُو کہ تھا طوطیٔ بستانِ محمدؐ تجھ پر
جانے کیوں لگتی رہیں، ایک نہیں لاکھوں قیود

بارہا مہدیٔ موعود کہا کرتے تھے
’ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام‘

تُو بھی ہے حلقہ بگوش شہِ بطحاؐ طاہر
میں بھی ہوں شاہِ عربؐ ہی کے غلاموں کا غلام

دل میں اِک ٹیس سی اٹھی تھی کہ جس نے پیارے
شعر کہنے پہ مرے ذہن کو مجبور کیا
مَیں کہ تھا خستہ و پامال تری فرقت میں
تیرے مسرور نے آ کے مجھے مسرور کیا

مکرم مبارک احمد ظفر صاحب

یہ خاص عطائے ربّی ہے ہم اہلِ وفا ، اہل اللہ پر
ہر قلب پہ جلوہ گر ہو کر معمور ابنِ منصور ہوا
اب تھام لو اس کو اے لوگو جو حبل اللہ اتر آئی
مانندِ عروۃ الوثقیٰ یہ اب دستِ مسرور ہوا

خوف کے بعد امن

مکرم مبشر خورشید صاحب انجینئر نارتھ یارک، ٹورانٹو

کیسے کی رب نے جماعت کی حفاظت دیکھی
ہم نے پھر خوف کے بعد امن کی صورت دیکھی
کم نہ طوفان سے تھی پیارے خلیفہ کی وفات
حشر سے پہلے لگا جیسے قیامت دیکھی
التجاؤں کو سنا پچھلے برس تو رب نے
اب کے ملتے نہ دعاؤں کی بھی مہلت دیکھی
ایم ٹی اے حضرتِ طاہرؒ کا ہے اک کارِ عظیم
سائنس سے دین کی لیتے ہوئے خدمت دیکھی
دور ہم سے جسے دشمن نے تھا کرنا چاہا
اپنے گھر بیٹھ کے آقا کی وہ صورت دیکھی
کر دیا دعوتِ اسلام کا حق اُس نے ادا
دیکھا آرام کبھی اپنا نہ صحت دیکھی
کتنا حیراں ہے جماعت کی ترقی پہ جہاں
پہنچتی چاروں طرف دنیا میں شہرت دیکھی
اے خدا پہلے سے بڑھ کر ہو کرم کی بارش
ہم نے ہر آن برستے تیری رحمت دیکھی

ابن مریم بھی بلا شک تھے خلیفہ رابعؒ
پوری سب ہوتے حدیثوں کی صداقت دیکھی
اب ہمارے ہیں امام حضرتِ مرزا مسرور ایدہ
ان کے ہاتھوں میں جماعت کی امامت دیکھی
بادشاہ آپ ہیں قاضی بھی ہمارے اب تو
آپ کے حق میں یہ تحریر بشارت دیکھی
اک لڑی میں ہے جماعت کو پرویا پھر سے
آپ کے ہاتھ پہ پھر عالمی بیعت دیکھی
ہم پہ احسان ہے مولا کا خلافت کا قیام
اس سے بڑھ کر کوئی خورشیدؔ نہ نعمت دیکھی

مکرم سراج الحق قریشی صاحب

خلافت سے وابستہ ہے دیں کا غلبہ
فتوحات کا کارواں ہے خلافت
ہمیں جاں سے پیارا ہے مسرور آقا
ہمارے لئے جانِ جاں ہے خلافت

اِنِّیْ مَعَكَ يَا مَسْرُوْرُ

مکرم طاہر عدیم صاحب جرمنی

سب دکھ درد کروں گا دور
اِنِّیْ مَعَكَ يَا مَسْرُوْرُ
گم تھے نام ہوئے مشہور
خوش ہیں لوگ جو ، تھے رنجور
مجبوری ، نہ کوئی مجبور
طاعت کے نشے میں چُور
گاتے ہیں الہامِ حضور
اِنِّیْ مَعَكَ يَا مَسْرُوْرُ
لا تعداد تری تعداد
رکھوں گا تجھ کو آباد
بھیج کے مَیں اپنی امداد
کر دوں گا دشمن برباد
قدرت کو یہ ہے منظور
اِنِّیْ مَعَكَ يَا مَسْرُوْرُ
حیلوں اور وسیلوں کا
اِک انبار دلیلوں کا
دوں گا اصل اصیلوں کا
لشکر ایک وکیلوں کا

جھک جائے گا سر مغرور
اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْرُ

لطف لحاظ لٹاؤں گا
برکت بحر بہاؤں گا
تیرے درد بٹاؤں گا
اپنے ہاتھ مٹاؤں گا

فتنے ، فتوے ، فسق ، فجور
اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْرُ

جب ظلّام کا ریلہ تھا
وہ موعود اکیلا تھا
محفل تھی یا بیلہ تھا
میرے ساتھ کا میلہ تھا

مثل مسیحائے پُر نور
اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْرُ

★ ★ ★ ★ ★

ماں کی دُعاؤں جیسا

مکرمہ تہمینہ ثمین صاحبہ، ربوہ

زیست کی دھوپ میں اک شخص ہے چھاؤں جیسا
اس کا ہونا ہے بہاروں کی ہواؤں جیسا

اس نے اندر کے اندھیروں کو اُجالے بخشے
پیاسی روحوں کو ، وہ ساون کی گھٹاؤں جیسا

جب کبھی بھی کسی مشکل نے ہمیں آ گھیرا
مجھ کو وہ شخص لگا ، ماں کی دعاؤں جیسا

اس کی عادت ہے، جلائے گا محبت کے چراغ
گرچہ دشمن کا روّیہ ہے ہواؤں جیسا

جب بھی وہ ہونٹ ہلے نور کی برسات ہوئی
اس کا ہر قول ہے سورج کی شعاعوں جیسا

غیر ممکن ہے کہ دکھلا دے نمونہ کوئی
اک خلافت سے کروڑوں کی وفاؤں جیسا

جماعت جسم ہے اور دل خلافت

مکرم فاروق محمود صاحب

خدایا اے مرے پیارے خدایا
یہ کیسے ہیں ترے ہم پر عطایا
مرے مولا نے پھر یہ دن دکھایا
مرے یوسف سے ہم کو پھر ملایا
گھڑی جلوے کی ہم کو پھر دکھا دی
’فسبحان الذی اخزی الاعادی‘

جماعت جسم ہے اور دل خلافت
مرے آقا کی مولا کر حفاظت
غلاموں کو عطا کر دے سعادت
اطاعت کرتے جائیں تا قیامت
خلافت کی ہمیں تو نے قبا دی
’فسبحان الذی اخزی الاعادی‘

مسیحِ پاک کا اثرِ دعا ہے
خلافت سے جماعت کب جدا ہے
اکائی بن گئی شاہد خدا ہے
محبت ہم کو دو طرفہ عطا ہے
جماعت تیرے فضلوں کی منادی
’فسبحان الذی اخزی الاعادی‘

یادوں کے دیپ

مکرم عبدالصمد قریشی صاحب، ربوہ

ہجر کے رنج و الم دل میں بسائے رکھنا
ان کی یادوں کے سبھی دیپ جلائے رکھنا

وہ کہ اک شخص تھا شاداب بہاروں جیسا
اس کی خوشبو سے خیالوں کو سجائے رکھنا

دیکھ لینا کبھی سپنوں میں چلے آئیں گے
دل کی دہلیز پہ اک شمع جلائے رکھنا

بھول سکتا ہے بھلا کون وہ اندازِ بیاں
علم و عرفان کی اک شمع جلائے رکھنا

اپنا اندازِ محبت ہے زمانے سے جُدا
چاند کے گرد یوں ہالہ سا بنائے رکھنا

اس کا احساں ہے ہمیں حضرتِ مسرور ملے
اپنی پلکوں کو اسی در پہ جھکائے رکھنا

خلافت کا فیضان

مکرمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

خدا کا یہ احسان ہے ہم پہ بھاری
کہ جس نے ہے اپنی یہ نعمت اتاری
نہ مایوس ہونا گُھٹن ہو نہ طاری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری!

نبوت کے ہاتھوں جو پودا لگا ہے
خلافت کے سائے میں پُھولا پھلا ہے
یہ کرتی ہے اس باغ کی آبیاری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری!

خلافت سے کوئی بھی ٹکّر جو لے گا
وہ ذلّت کی گہرائی میں جا گرے گا
خدا کی یہ سنّت ازل سے ہے جاری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری!

خدا کا ہے وعدہ خلافت رہے گی
یہ نعمت تمہیں تا قیامت ملے گی
مگر شرط اس کی اطاعت گزاری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری!

محبت کے جذبے ، وفا کا قرینہ
اخوّت کی نعمت ، ترقی کا زینہ
خلافت سے ہی برکتیں ہیں یہ ساری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری!

الٰہی ہمیں تو فراست عطا کر
خلافت سے گہری محبت عطا کر
ہمیں دکھ نہ دے کوئی لغزش ہماری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری!

مکرم سیّد طاہر احمد زاہد صاحب

خلافت وہ امید کی روشنی ہے
اندھیروں میں جس نے اجالا کیا ہے
رہے گی قیامت تلک اب خلافت
خدا کا یہ وعدہ یہی فیصلہ ہے

خلافت کا سایہ

مکرم محمد رفیق اکبر صاحب

جنہوں نے کیا ہے خلافت سے پیار تو ان پہ ہوئیں رحمتیں بے شمار
خلافت سے سیکھے محبت کے ڈھنگ ہمیشہ جو اس کے رہے سنگ سنگ
نہیں ہوتی ان کو کبھی کوئی ہار
خلافت کے دم سے سبھی رونقیں اطاعت سے گھر گھر میں ہیں برکتیں
جماعت پہ چھائی ہے ہر دم بہار
ہمارے لئے جو دعائیں کریں وہ رو رو کے تر سجدہ گاہیں کریں
جماعت کی خاطر رہیں بے قرار
خلیفہ ہمارے رہیں چاہے دور ہر اک دل میں بستے ہیں لیکن ضرور
ہر اِک آنکھ کرتی ہے ان کا دیدار
وہ نیکی کی راہیں دکھاتے ہیں روز وہ قرآں کی باتیں بتاتے ہیں روز
دیئے لاکھوں اللہ نے طاعت گزار
جو اللہ کی راہوں میں دیتے ہیں مال ہمیشہ جو کھاتے ہیں رزقِ حلال
تو خوش ہوتا ہے ان سے پروردگار
خدایا خلافت سلامت رہے یہ سایہ یونہی تا قیامت رہے
دعا مانگتے ہیں یہ ہم خاکسار
عمل ان کی باتوں پہ جس نے کیا جو سب کچھ کریں اپنا دیں پہ فدا
تو اکبر انہی کے ہی بیڑے ہیں پار